دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ وآلہ الطاہرین

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ سیرت اہلبیت کرام علیہم السلام کے مبارک سلسلے میں ساتواں نمبر بھی تمام ہو گیا۔ اور جناب امام ہفتم حضرت ابوالحسن موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام کی حیات بابرکات کے متعلق جتنے حالات اور واقعات پائے گئے۔ وہ کافی تفصیل اور پوری تشریح کے ساتھ تحریر کر دئے گئے۔

ہماری موجودہ تالیف "علوم کاظمیہ" حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حالات کا تنہا تفصیلی دفتر نہیں ہے بلکہ اس سے آپ کے احوال خیر و برکت اشتمال کے ساتھ سلاطین عباسیہ کے واقعات۔ اُن کے طرز عمل۔ آئین حکومت اور رفتار و کردار پورے طور سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اُن کے مظالم اور شدائد کے مقابے میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خاموشی تسلیم اور صبر و رضا۔ آپ کی حسن تدبیر اور عاقبت اندیشی کو بے نظیر اور لاجواب ثابت کر رہے ہیں۔

اس کتاب میں آپ کے خلاف سلطنت کی طرف سے جیسی کچھ کوششیں کی گئیں اور آپ کے فضائل و مناقب کے مٹانے۔ اور آپ کے مدارج و مراتب کے گھٹانے میں جتنی ترکیبیں اور تدبیریں۔ ہمیشہ عمل میں لائی گئیں۔ وہ ایک ایک کر کے قلم بند کر دی گئیں ہیں۔ اور اُن کے آخر میں تاریخی مشاہدے سے یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ سلطنت کی تمام سلطانی ترکیبیں اور خسروانی تدبیریں۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی روحانی اقتدار اور عز و وقار کے خلاف میں کبھی کامیابی تک نہ پہنچ سکیں۔ بلکہ اُن کی امیدوں کے خلاف۔ آپ کی تمناؤں کے برعکس۔ نہ آپ کے فضائل مخصوصہ میں کوئی کمی آئی۔ نہ آپ کے مناقب منصوصہ میں کوئی نقص واقع ہوا۔ بلکہ ان ترکیبوں اور تدبیروں نے ان ترکیبوں کے کرنے والوں کو اُلٹا تمام دنیا میں بدنام اور اُن کی تدبیروں اور حیلوں کی خفیہ اور پوشیدہ کارروائیوں کو طشت از بام کر دیا۔

سیرت نگاری کی موجودہ طرز تحریر کے مطابق اس کتاب کے آخر حصہ میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے محاسن اخلاق۔ خصائل و شمائل اور عادات و صفات کافی تفصیل کے ساتھ مندرج کر دئے گئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ انہی مضامین کو لئے ہوئے۔ ہماری موجودہ اور ادنےٰ تالیف ہمارے بزرگان قوم و ملت کی خدمت میں حاضر کیجاتی ہے۔ اور بکمال انکسار و نیاز یہ استدعا کیجاتی ہے کہ وہ مؤلف کی تالیفی فروگذاشتوں سے چشم پوشی فرما کر اسکو دعائے خیر سے فراموش نہ فرمائیں گے ع بر کریماں کارہا دشوار نیست۔

المولف

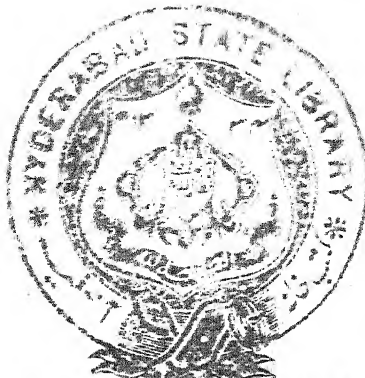
سید اولاد حیدر بلگرامی

عفاہ السامی

کوئٹہ صانہا عن الآفات

بتاریخ ۲۰ ربیع الثانی یوم پنجشنبہ سنہ ۱۳۴۲ھ





بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الْمَیَامِیْنَ

اسم مبارک آپ کا موسیٰ کنیت ابو الحسن اور مشہور ترین لقب کاظم ہے۔

امام سبط ابن جوزی تذکرہ خواص الامۃ میں لکھتے ہیں وکان یکنی بعبد الصالح لکثرۃ عبادتہ واجتھادہ وقیامہ اللیل والنھار۔ آپ کو عبد الصالح بھی۔ بوجہ کثرت عبادت وقوت اجتہاد و شب بیداری کے کہتے تھے۔

اسی طرح آپ کو باب قضاء الحوائج بھی کہتے تھے۔ چنانچہ امام ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔ کان عند اھل العراق معروفا بباب قضاء الحوائج اہل عراق آپ کو۔ حاجتوں کے پورا ہونے کا دروازہ کہتے تھے۔

ولادت باسعادت آپ کی مقام اَبْوَا میں واقع ہوئی۔ یہ وہ مقام مبارک ہے۔ جہاں حضرت آمنہ خاتون سلام اللہ علیہا کا مزار ہے۔

مجد الدین فیروز آبادی قاموس اللغات میں لکھتے ہیں کہ اَبْوا درمیان مکّہ و مدینہ کے واقع ہے یہاں حضرت عبد اللہ ابن عبد المطلب علیہما السلام کا مزار ہے۔ نہ جناب آمنہ خاتون سلام اللہ علیہا کا۔ جناب آمنہؑ مکہ کے اُس مقام میں مدفون ہیں جسے دار رابعہ کہتے ہیں۔ مگر یہ قول خلاف مشہور و خلاف جمہور ہے۔

بہر حال۔ کہیں ہو۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اسی مقام پر پیدا ہوئے۔ جہاں حضرت آمنہؑ کا مزار ہے۔ آپ سے پہلے آپ کے جدّ بزرگوار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی بھی ولادت یہیں واقع ہوئی تھی اور حضرات ائمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کی سیرت میں خصوصیت

کے ساتھ یہ امر دیکھا جاتا ہے کہ یہ حضرات اکثر اس مقام مبارک کی زیارت کا شرف حاصل کیا کرتے تھے۔

آپ کی مادر گرامی قدر کے حالات

آپ کی والدہ مطہرہ کا نام نامی اور اسم گرامی۔ حضرت حمیدہ خاتون بربریہ تھا۔ ابن عکاشہ ابن محصن الاسدی سے منقول ہے کہ ایک بار میں جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ اتنے میں آپ کے صاحبزادے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام تشریف لاکر سامنے کھڑے ہوگئے۔ پھر دونوں بزرگواروں نے مجھے انگور کھانے کے لئے عنایت فرمائے۔ میں اُن میں سے ایک ایک دانہ اُٹھاکر کھانے لگا۔ یہ دیکھکر اُن حضرات نے مجھسے ارشاد فرمایا کہ انگور کو ایک ایک دانہ کرکے اپنے فطرتی ضعف و نقاہت کے باعث یا تو بچے کھاتے ہیں یا بوڑھے۔ اور چار چار۔ پانچ پانچ کرکے وہ شخص کھاتا ہے۔ جو حریص الطبع ہوتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ انگور تمام نہ ہو جائیں۔ اور میں بھوکا کا بھوکا ہی رہ جاؤں۔ بلکہ نہ ایک ایک اور نہ چار چار۔ پانچ پانچ۔ بلکہ انگور دو دو دانے کرکے کھانا چاہیئے۔ کیونکہ جوان لوگوں کے لئے یہی طریقہ مستحب ہے۔ اس کے بعد عکاشہ کا بیان ہے کہ میں نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ اب آپ اپنے صاحبزادے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی تزویج کی فکر کیوں نہیں فرماتے۔ کیونکہ فضل خدا سے وہ تو اب بیاہنے کے قابل ہوگئے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے روپیہ کی وہ تھیلی جو اُس وقت آپ کے سامنے رکھی ہوئی تھی اٹھاکر مجھکو دی اور فرمایا۔ کہ تمہارا کہنا بہت مناسب ہے۔ ایک شخص شہر بربر کا رہنے والا یہاں آنے والا ہے۔ وہ مدینہ کے مشہور و معروف۔ بردہ فروش۔ میمون کے یہاں مقیم ہوگا۔ تم اسی رقم سے ایک کنیز خرید دینا جو تمہارے مدعا کو پورا کریگی۔

اِس کے بعد عکاشہ کا بیان ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد۔ جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسا ہی ظہور میں آیا۔ میں ایک دن بار دیگر جب آپ کی خدمت میں گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ بربر کا رہنے والا بردہ فروش آگیا۔ اب تم یہ تھیلی لو۔ اور وہ کنیز خرید لاؤ۔ عکاشہ کہتے ہیں کہ میں حسب الحکم وہ تھیلی لیکر میمون بردہ فروش کے گھر گیا۔ اور اُس بردہ فروش بربری سے ملاقات کرکے اپنی غرض بیان کی اُس نے کہا میری تو تمام کنیزیں بک گئیں۔ صرف دو بیمار کنیزیں باقی رہ گئی ہیں اگر وہ تمہیں پسند ہوں تو لے لو میں نے کہا کہ اچھا مجھے اُنہیں دکھلادو۔ جب میں نے اُنہیں دیکھا تو ایک (حمیدہ خاتون) کو پسند کیا۔ اور اُس کی قیمت دریافت کی تو اُس نے ستّر دینار کہے۔ میں نے کہا کہ اگر تم کچھ کم کرو تو

حمیدہ

تمہارا احسان ہوگا۔ اُس نے کہا کہ میں ایک خرمہرہ بھی کم نہ لوں گا۔
میں نے کہا کہ اس تھیلی میں جتنی رقم ہے۔ اُسی قیمت پر میں اسے خریدتا ہوں۔ یہ سنکر اُس پیر مرد نے جو اُس کے پاس میرے آنے سے پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ کہا کہ اچھا تھیلی کھولو اور روپیوں کو گن لو۔ دیکھو کہ کتنی جمع نکلتی ہے۔ اُس بردہ فروش نے کہا کہ تھیلی کھول کر کیا کرو گے اگر ایک کوڑی بھی کم ہوگی تو میں نہ بیچوں گا۔ مگر وہ پیر مرد نہ مانا۔ اُس تھیلی کو کھلوا ہی چھوڑا۔ روپیے شمار کئے تو پورے ستر دینار تھے۔ میں نے روپیہ گن دیے اور اُس کنیز کو لیکر جناب امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے میری بڑی تعریف کی۔ اور اُس کنیز کو بیت الشرف میں داخل فرمادیا۔ اور پھر تھوڑے دنوں کے بعد جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے اُسے تزویج فرمادیا۔

آپ کی ولادت کے متعلق حالات

ابو بصیر جو جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب معتبرین میں سے بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کے ہمراہ مقام ابوا میں حاضر تھا۔ اور آپ مع اہل و عیال علیہم السلام وہاں مقیم تھے۔ ساتویں صفر ۱۲۸ھ ہجری کو جمعرات کے دن۔ جب دو گھڑی دن چڑھ گیا۔ تو حسب المعمول چاشت کے لئے دسترخوان چُنا گیا۔ حضرت صادق آل محمد علیہ السلام چاشت تناول فرمانا چاہتے ہی تھے کہ ایک خادمہ آئی اور آپ کو بیت الشرف میں بلالے گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد۔ آپ باہر تشریف لائے تو مسرت کے تمام و کمال آثار چہرۂ انور سے ہویدا اور آشکار تھے۔ میں نے اسقدر شاداں و فرحاں پاکر آپ سے پوچھا کہ حرم محترم میں اسوقت کیوں بلائے گئے تھے۔
آپ نے بکمال مسرت ارشاد فرمایا کہ خدائے سبحانہ تعالےٰ نے مجھے حمیدہ خاتون سے ایسا پسر عطا کیا ہے جو بہترین خلائق خدا ہے۔ اور حمیدہ نے مجھے اسوقت اپنے اِس نونہال کی نسبت ایک ایسے امر سے مطلع کیا ہے۔ جس کو میں اُن سے پہلے جانتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ وہ کونسا امر عجیب ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ حمیدہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جب یہ مولود مسعود زمین پر آیا تو اپنے ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر فوراً سر بسجدہ ہوگیا۔ یہ سُنکر میں نے جناب حمیدہؓ سے کہا کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ اور آپ بھی یوں ہی سربسجود ہوئے تھے۔ اور آپ کے بعد تمام امام علیہم السلام کے پیدا ہونے کے لیے یہی طریقہ برابر جاری اور قایم رہیں گے۔
جناب حمیدہ خاتون۔ اپنے زمانہ میں جمیع علوم دینیہ سے آراستہ و پیراستہ تھیں۔ آپ کی جامعیت اور اہلیت کو مدینہ کے تمام علماء اور فضلاء مانے ہوئے تھے۔ اور بڑے بڑے صاحبان استعداد و اور

ذی سواد آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اکثر مسائل شرعیہ اور احکام دینیہ کے عقدہائے مالاینحل حل کیا کرتے تھے۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے علاوہ۔ آپ کے بطن سے تین اور صاحبزادے تھے وہ سب کے سب بہت بڑے متقی۔ پرہیزگار عابد اور زاہد روزگار تھے۔

بچپن سے لیکر سن رشد تک کے حالات

جناب امام ہمام حضرت ابوالحسن موسیٰ ابن جعفر علیہ التحیۃ والثنا کے ایسا گوہر بے مثال اور دُرِ شہوار ایسے صدفِ آبدار سے ۷ صفر روز جمعہ ۱۲۸ھ ہجری میں رونق افروزِ عالم ہوا۔ یہ زمانہ منصور دوانیقی عباسی کی سلطنت کا تھا۔

ہم اس مقدس سلسلہ کی تمام جلدوں میں برابر لکھتے آئے ہیں کہ ان حضرات کی تعلیم و تحصیل وہبی اور روحانی طریقوں سے ہوتی تھی نہ کسبی اور ظاہری طور سے۔ اس لیے ہم کو اس مضمون کے متعلق بار دیگر لکھنے یا بیان کرنے کی مطلق ضرورت نہیں تھی کیونکہ فی ھذہ الخصائص کلھم سواء ان خصوصیات میں وہ تمام حضرات برابر ہیں۔ باپ بیٹے۔ چھوٹے اور بڑے کی تخصیص و تفریق محض فضول اور بیکار ہے۔

ہم کو جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بچپن کے احوال میں کوئی واقعہ ایسا نہیں ملا جسے ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان میں ختم کرتے۔ مگر تاہم ذیل کے واقعہ سے ہمارے اوپر کے دعوے کی پوری تصدیق ہوتی ہے اور ہر شخص اس کو معلوم کر کے سمجھ سکتا ہے کہ ان حضرات معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کو کم سنی اور طفولیت کے زمانہ ہی سے معرفت الٰہی میں کتنا بڑا کمال حاصل ہوتا ہے۔

صفوان جمال کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے امام کے اوصاف پوچھے فرمایا جو امام ہوتا ہے وہ کبھی لہو و لعب اور بے فائدہ کاموں میں مشغول نہیں ہوتا اور اپنا وقت ضائع نہیں کرتا۔ اتنے میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام جو بہت کم سن تھے۔ مکہ معظمہ کی ایک بکری کا بچہ لئے ہوئے آئے اور اُس سے فرماتے تھے کہ۔ کھڑی کیا ہے۔ جھک کر خدا کا سجدہ کر۔ یہ مشاہدہ فرما کر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آپ کو گود میں اُٹھا لیا۔ اور فرمایا۔ میں تم پر فدا ہو جاؤں۔ البتہ امام کبھی لہو و لعب نہیں کرتا۔

بکری کا بچہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات اور منصور دوانیقی عباسی کا منجملہ وصی ہونا

آپ کے بچپن کے حالات کو ختم کر کے ہم اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں۔ اور اُن واقعات

کو ذیل میں مندرج کرتے ہیں - جو جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کو - اپنے پدر عالی مقدار کی وفات کے بعد - اپنی خاص امامت کے زمانہ میں پیش آئے -

یہ تو اوپر بیان ہو چکا کہ آپ کی ولادت منصور دوانیقی کے ایام حکومت میں واقع ہوئی - اور اُسی کے وقت میں آپ امامت کے درجۂ عُلیہ پر فائز ہوئے - حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ۱۴۸ھ ہجری میں منصور سے دس برس پہلے انتقال فرمایا - تو اس حساب سے جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کی امامت کے دس برس منصور کی حکومت میں گزرے -

منصور کو اس خاندان اعلےٰ اور دودمان والا سے جیسی کچھ عداوت تھی - اور جناب صادق آل محمد علیہ السلام کے ساتھ جیسی جیسی بے ادبی - ایذا دہی اور دل آزاری اُس سے ظہور میں آئیں وہ بالتفصیل اس سے قبل کی جلدوں میں - بیان ہو چکی ہیں - اُن تمام کارروائیوں کو مدنظر رکھ کر سمجھ لینا چاہیے کہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام اُسی مقدس باپ کے بیٹے تھے - اور منصور بھی وہی منصور تھا - پھر ایسی حالت میں یہ امر تو کسی طرح ممکن تھا ہی نہیں کہ منصور کے ایسا خصومت پسند اور کینہ پرور شخص باپ کا مخالف ثابت ہو کر بیٹے کا موافق نکلے - اور اپنی سابق گستاخیوں کی معافی مانگ کر حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے ساتھ اتحاد و اخلاص کے مراسم قایم کرے - مگر ہاں اتنا تو ضرور ہوا کہ منصور نے جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کے ساتھ اپنی سلطنت کے آخر دس برس خموشی اور سکوت میں کاٹ دئے - منصور کے ایسا ہر دم دہر لحظہ کا لاگو دشمن اور دس برس تک یوں سناٹا کھینچ جاوے - اور دم نہ مارے کیا وجہ ؟

جہاں تک ہم نے اس کا باعث اور اس کی وجہ تلاش کی ہے - ہم کو اس کے خموش رہنے کے دو اصلی اور حقیقی باعث معلوم ہوئے ہیں - اور تمام قرائن صاف صاف بتلا رہے ہیں کہ انہی دو مجبوریوں نے منصور کے ایسے بھرپور دشمن کو جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کے معاملات میں خموش اور ساکت رہنے پر مجبور کر دیا - ورنہ وہ آپ کی ایذا رسانیوں سے کبھی باز آنے والا نہیں تھا اور نہ اپنی اندرونی ریشہ دوانیوں سے ہٹنے والا -

سب سے قوی اور پہلا باعث اُس کی خموشی کا یہ تھا کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے وصیت نامہ میں اپنے اہل و عیال اور مال و اموال کی حفاظت و نگرانی کے لیے پانچ آدمیوں کو محافظ بنایا تھا - اُن میں ایک منصور بھی تھا -

وصیت کا ادا کرنا منجانب اللہ فرض کیا گیا ہے - اور یہ ایسا اخلاقی وصف ہے جس سے انحراف کرنے والا - ظالم - خائن - اور سخت بد دیانت سمجھا جاتا تھا - منصور کے ایسے لاگو اور جانی دشمن کو اپنے اہل و عیال اور متاع و مال کا محافظ بنانا - جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے حسن تدبیر اور مآل اندیشی

ہوتی ہے۔ کتاب کافی میں مرقوم ہے۔

عن داؤد عن ذر عن ابی ایوب النحوی قال بعث الیّ ابو جعفر منصور فی جوف اللیل فاتیته فدخلت علیه وهو جالس علی الکرسی وبین یدیه شمعة وفی یده کتاب قال فلما سلمت علیه رمی بالکتاب الی وهو یبکی فقال لی هذا کتاب محمد ابن سلیمان یخبرنا ان جعفر ابن محمد علیهما السلام قد مات فانا لله وانا الیه راجعون ثلاثا واین مثل جعفر علیه السلام ثم قال الی اکتب قال فکتبت صدر الکتاب ثم قال اکتب ان کان اوصی الی رجل واحد بعینه فقدمه فاضرب عنقه قال فرجع الیه الجواب انه قد اوصی الی خمسة نفر واحد هم ابو جعفر المنصور ومحمد ابن سلیمان وعبد الله وموسی علیه السلام وحمیده۔ شرح کافی صفحہ ۳۴۶۔

داؤد ابن ذر۔ ابوایوب نحوی کی اسناد سے ناقل ہیں کہ رات کے وقت ایک مرتبہ ابو ایوب کو ابوجعفر منصور نے بلایا۔ ابوایوب کا بیان ہے کہ جسوقت میں اُس کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ کرسی پر بیٹھا ہے۔ سامنے شمع روشن ہے اور اُس کے ہاتھ میں ایک خط ہے جب میں نے قریب جاکر اُسے سلام کیا تو اُس نے وہ خط میرے سامنے ڈالدیا اور کہا کہ یہ محمد ابن سلیمان۔ والی مدینہ کا خط ہے وہ لکھتا ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے انتقال فرمایا۔ یہ کہکر منصور نے تین بار کلمہ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون کہا۔ اور کہا کہ اب جعفر علیہ السلام کی مثل کہاں۔ یہ کہکر ابوجعفر منصور نے کہا کہ اِس کا جواب لکھدو کہ اگر جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص واحد کو اپنا وصی مقرر کیا ہے۔ تو تم فوراً اُسکا سر کاٹ ڈالو۔ ابوایوب کا بیان ہے کہ میں نے منصور کے حکم کے مطابق اُسے لکھبھیجا۔ محمد ابن سلیمان نے اُسے جواب میں لکھ بھیجا کہ جناب صادق آل محمد نے ایک شخص واحد کو اپنا وصی نہیں بنایا ہے۔ بلکہ اپنے بعد پانچ آدمیوں کو اپنا وصی مقرر کیا ہے۔ اُن میں ایک منصور۔ بادشاہ وقت دوسرا محمد ابن سلیمان حاکم مدینہ۔ تیسرا عبداللہ۔ چوتھے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پانچویں۔ جناب حمیدہ خاتون سلام اللہ علیہا۔

ابوایوب کا بیان ہے کہ محمد ابن سلیمان کا یہ جواب پڑھکر منصور دیر تک خاموش رہا۔ اور دیر کے غور و خوض کے بعد کہا تو یہ لیس الی قتل ہولاء سبیل کہ مجھے اتنے لوگوں کے قتل کرنیکے دسترس ہو سکتا ہے۔ اور حقیقت امر یہ ہے کہ اگر آپ ایسی حسن تدبیر اور دوراندیشی سے کام نہ لیتے تو آپ کے بعد آپ کی ذریات کا محفوظ و مصؤن رہجانا ناممکن تھا۔ مگر یا منصور اُس کے خلاف نہیں کرسکتا تھا ہاں کرسکتا تھا۔ اور اُس کے ایسے عہد شکن اور بے وفا شخص سے ایسے خلاف امور کا واقع ہونا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ مگر جس چیز نے اُس کو اِس کے خلاف امور عمل میں لانے کی فرصت نہیں دی وہ شہر بغداد کی تعمیر کی

سلسلہ وار مصروفیت تھی۔ اور یہ اُس کے ساکت رہجانے اور چپ چاپ بیٹھ جانے کا دوسرا باعث تھا
آثار جعفریہ میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ منصور نے اپنی ابتدائی ایام سلطنت میں شہر بغداد کی تعمیر
کا خیال پیدا کیا تھا۔ اور اس کے متعلق اس نے کسیقدر کام شروع بھی کیا تھا۔ مگر محمد نفس زکیہ اور ابراہیم
کی حجاز و عراق میں ایکبار تاخت نے اُس کو ایسا منتشر اور متردد بنادیا تھا کہ اُس کی آنکھوں میں اندھیرا چھاگیا
اور وہ ان یلغاروں سے عاجز آکر سلطنت کے تمام کاروبار چھوڑ کر۔ ان دونوں بھائیوں کے دفع کرنے
کی فکروں میں مصروف ہوگیا۔ اور پانچ برس تک ان کے معاملات میں اُلجھا رہا۔ اور آخر کار ان دونوں
بھائیوں کا خاتمہ کرکے ایک عرصہ تک ان کی باقیماندہ ذریات اور دیگر سادات کا کامل استیصال کرتا رہا۔
جب اِن تمام امور سے فارغ ہوگیا۔ تو اُس نے بغداد کی تعمیر کا مُردہ خیال پھر زندہ کیا اور اپنے
دل میں ارادہ کرلیا کہ جب تک اس کی تعمیر کو پورا نہ کرلوں گا۔ کسی دوسرے ملکی اور مالی امر کی طرف
توجہ نہ کروں گا۔ اس لئے منصور نے اپنی سلطنت کے آخری دس برس۔ شہر بغداد کی تعمیر میں صرف
کردئے اور ۱۵۵ھ ہجری میں اپنی وفات سے کل ایک برس پہلے۔ اس کی تعمیر کا کام تمام کیا۔
یہی وجہیں تھیں کہ منصور اپنی موجودہ مصروفیت کی وجہ سے کسی دوسرے معاملات کی طرف متوجہ
ہونے کی فرصت مطلق نہ پا سکا اُس لئے مجبور ہوگیا اور جناب امام موسی کاظم اتنے زمانہ تک اُس کے
مظالم سے بال بال بچے رہے۔ الحمد للہ رب العباد۔ فہو المراد۔

مہدی ابن منصور کی سلطنت

منصور دوانیقی نے ذی الحجہ ۱۵۸ھ ہجری میں وفات کی۔ اور اُس کا بیٹا جس کا نام محمد تھا۔ اُسی مہینہ
میں تخت نشین ہوا۔ جہاں تک ان کے حالات واطوار اور رفتار و کردار کے متعلق تحریر کیا گیا ہے۔ یہ
ثابت ہوا ہے کہ مہدی عیش پسند۔ حسن پرست اور بہت بڑا آرام طلب تھا۔ زیادہ تر عورتوں کی
صحبت میں بیٹھا رہتا تھا۔ اُن کی باتوں کو سنا کرتا تھا۔ اور اُنہی کے صلاح و شورے کے مطابق
امور ملکی بھی انجام دیا کرتا تھا۔
اپنے باپ کی طرح اُنہوں نے بھی پہلے جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کے ساتھ اپنے ظاہری خلوص
و اتحاد کا اظہار کیا۔ اور آپ کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ چنانچہ موسیٰ ابن عبداللہ کی خون کی معافی بھی آپ ہی
کی شناخت اور اعتبار پر کی گئی جس کی خلاصہ کیفیت یوں ہے۔

موسیٰ ابن عبداللہ کے خون کی معافی

محمد نفس زکیہ اور اُن کے بھائی ابراہیم کے قتل کئے جانے کے بعد موسی ابن عبداللہ اپنے

بھتیجے عبداللہ ابن محمد کے ہمراہ ہندوستان کی طرف نکل گئے - اور وہاں عبداللہ ابن محمد کے مارے جانے کے بعد - جن کی شہادت ہندوستان کے علاقہ سندھ میں واقع ہوئی - موسی عرصہ تک اطراف وجوانب میں اُس زمانہ تک پوشیدہ رہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام اور منصور دوانیقی کا انتقال ہو گیا - اور مہدی اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا - موسی کا خود بیان ہے کہ میں منصور کی خبر وفات پاکر ہندوستان سے ممالک عرب میں واپس آیا - مگر عباسیوں کے خوف سے کسی ایک مقام پر مطمئن ہو کر نہ بیٹھ سکا - دن رات پریشانی اور غیر اطمینانی میں بسر ہوتی تھی - اُس وقت مجھے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ قول یاد آیا کہ بھتیجے اتفاق کرو تو بنی عباس سے اپنی جان و مال کے لیئے خواستگار امان ہو - تاکہ اِس رنج و مصیبت سے چھوٹ جاؤ - مگر بدقسمتی سے میں نے نہ مانا - اور اپنے بھتیجوں کا ساتھ دیا جس کا نتیجہ آج تک اُٹھا رہا ہوں - موسی کا بیان ہے کہ یہ سوچکر آخر میں نے اپنے دل میں ٹھان لیا کہ اب میں اپنے آپ کو علانیہ ظاہر کردوں اور خلیفہ وقت کے پاس حاضر ہو کر اپنی جان کی اماں مانگوں - اتفاق وقت سے وہ حج کے ایام تھے - میں ابھی مکہ ہی میں مقیم تھا کہ مہدی ابن منصور اپنے شاہانہ تزک و احتشام سے حج کرنے آیا - میں ایک دن اپنے دل کو خوب مضبوط کرکے مہدی کے پاس اُس وقت جا پہنچا - جب وہ حرم محترم میں خطبہ پڑھ رہا تھا - میں منبر کے قریب جاکر بیٹھ گیا اُس وقت مہدی نے میری طرف کوئی التفات نہیں کی - اور میں بھی جیسا بیٹھا تھا ویسا ہی بیٹھا رہ گیا

جب وہ خطبہ سے فارغ ہوا تو میں نے اُس کے سامنے جاکر سلام کیا اور کہا کہ کیا اب بھی میرے لیئے اور میری جان کے لئے امان کا حکم نہیں ہے خصوصاً ایسے وقت میں کہ جب میں آپ کو اس امر کا پورا یقین دلاتا ہوں کہ اب میں آپ کی اطاعت اور فرماں برداری پر مستقیم العقیدہ رہوں گا - مہدی نے کہا - یہ ٹھیک ہے - مگر تم ہو کون - یہ بھی تو معلوم ہو - میں نے کہا کہ میں اس وقت آپ کو موسی ابن عبداللہ کا نشان بتلائے دیتا ہوں مگر اِس شرط پر کہ آپ میری جان و مال کی امان کا حکم بھی صادر فرمادیں - مہدی نے کہا - ہاں - تمہاری جان کے لیئے امان کا حکم دیا جاتا ہے - میں نے عرض کی کہ آپ اس امان کی طرف سے میرا پورا اطمینان بھی فرمادیں - مہدی نے میرا پورا اطمینان کردیا - جب مجھکو قرار واقعی اطمینان ہو گیا - تو میں نے اور آگے بڑھکر اُس کو تین مرتبہ پھر سلام کیا - اور عرض کی کہ آپ کا وہ مجرم موسی ابن عبداللہ میں ہی ہوں -

یہ سنکر مہدی نے کہا کہ بہتر - میں تم کو تمہارے اعزاز کے ساتھ تسلیم کرتا ہوں - پھر میں نے عرض کی کہ آپ اپنے عزیزوں میں سے کسی ایسے شخص کو مقرر فرمادیں جو ہماری ضرورتوں کو آپ کی خدمت تک پہنچایا کرے - مہدی نے کہا کہ تم کسے تجویز کرتے ہو - میں نے کہا کہ آپ کے چچا عباس ابن محمد کو - عباس وہاں موجود تھے کہنے لگے کہ مجھکو تم سے کوئی علاقہ نہیں ہے - میں نے کہا کہ اگر آپ کو

میری ضرورت نہیں تو مجھکو آپ کی ضرورت ضرور ہے۔ تم کو امیر المومنین علیہ السلام کی جان کی قسم ہے۔ تم میری اِس حاجت کو قبول کرلو۔ یہ باتیں ہم سے اُن سے ہو ہی رہی تھیں کہ مہدی نے مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ یہ سب کچھ تو ہو گیا اور ہوتا رہے گا۔ مگر ابھی اِس کی تصدیق تو مجھے ہوئی نہیں کہ حقیقت میں موسی ابن عبد اللہ تم ہی ہو۔ اِس بڑے مجمع میں کوئی ایسا ہے جو تمہیں پہچانتا ہو۔ اور تمہارے موسی ابن عبد اللہ ہونے کی تصدیق کر سکے۔ میں نے کہا۔ ہاں ضرور۔ دیکھیے۔ یہ حسن ابن زید مجھے جانتے ہیں اور یہ جناب امام موسی کاظم علیہ السلام مجھے جانتے ہیں۔ اور یہ حسن ابن عبد اللہ مجھے پہچانتے ہیں۔ یہ کلام سنکر تینوں صاحب کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہاں ہاں۔ اے امیر المومنین میں ان کو اسوقت ایسا ہی جانتا ہوں کہ جیسے یہ کبھی حجاز سے ہندوستان کی طرف گئے ہی نہیں تھے بلکہ برابر یہیں موجود تھے۔

اِن حضرات کی تصدیق کرنے کے بعد۔ پھر میں نے مہدی سے کہا کہ مجھ سے ان تمام احوال کو حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے پدر بزرگوار جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہدیا تھا اور مجھکو اسی دن کی خبر دی تھی۔ موسی ابن عبد اللہ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے اسی بیان کے ساتھ اتنی غلط بیانی کا ضرور اضافہ کر دیا کہ جناب صادق آل محمد علیہ السلام نے اپنے اِس کلام کے بعد مجھسے بھی فرما دیا تھا کہ جب تم مہدی کی خدمت میں جانا تو میری طرف سے اُنہیں سلام پہنچانا۔ کیونکہ وہ امیر عادل اور فیاض ہے اتنا سننا تھا کہ مہدی خوشی کے مارے اپنے آپ میں نہ رہا۔ فوراً اپنے خزانچی کو بلایا اور جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کو پانچہزار دینار طلائی عنایت کئے اور آپ کے اصحاب اور تبعین کو بھی گرانمایہ عطایا تفویض فرمائے۔ اور مجھکو بھی اُسیقدر عطا کیا۔ اور کہا کہ جہاں جناب امام محمد باقر علیہ السلام اور آپکی ذریات طاہرہ کا ذکر ہو۔ وہاں اس طرح درود پڑھنا چاہیے صلے اللہ علیہم وملئکتہ وحملۃ عرشہ والکرام الکاتبون۔ اور اُن حضرات میں سب سے زیادہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے اعزاز و اکرام کا خیال خاص طور پر محفوظ رکھنا چاہیئے۔ اور حق تعالے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو جزائے خیر دے اُس امر کے لیئے جو آپ نے میرے ساتھ کیا۔ کیونکہ خدا کی قسم۔ حق سبحانہ تعالیٰ کی اطاعت کے بعد میں اِن حضرات کا غلام ہوں۔

اِس واقعہ سے معلوم ہوا کہ مہدی ابن منصور ائمۂ اہلبیت علیہم السلام کی محبت اور الفت میں بھرپور تھا۔ اور اُس کی ظاہری خلوص وعقیدت سے امید کیجاتی تھی کہ وہ اِس مقدس سلسلہ کے ساتھ کبھی کسی عداوت اور خصومت کا اظہار نہیں کریگا۔ مگر بمصداق آنکہ الولد سر لابیہ ع گندم از گندم بروید جو ز جو۔ اس لئے مہدی کی فطرتی روش اور طبیعت سے بھی مخالفت سادات کے وہی امور ظاہر ہونے لگے جو اس کے اسلاف سے برابر ظاہر ہوتے پہلے آتے تھے۔ چنانچہ اس کی سادات کشی اور ایذا دہی

کی تعمیل میں ہم ذیل کا واقعہ تاریخ روضۃ الصفا جلد سوم سے نقل کرتے ہیں جس سے ہمارے موجودہ بیان کی کامل تصدیق ہوجاتی ہے۔

یعقوب ابن داؤد کی سرگذشت

داؤد ابن طہمان اور اس کے بھائی نصر ابن سیار کے قبیلہ سے تھے۔ جب یحیےٰ ابن زید نے فوج کشی کی تو داؤد۔ اپنے خلوص کے تقاضہ سے جناب یحیےٰ کو ملکی اخبار و آثار پہنچایا کرتا تھا جب حضرت یحیےٰ کا انتقال ہوگیا اور ابومسلم کو اِس کی خبر لگی تو اُس نے اُن لوگوں کو چُن چُن کر مارنا شروع کردیا۔ جو حضرت یحیےٰ کے قتل میں شریک تھے۔ داؤد کو ابومسلم کے خلوص پر فی الجملہ اعتماد تھا اس لئے اُس کے تسلط کے زمانہ میں وہ بلا ہراس و وسواس اُس کی خدمت میں جا پہنچا۔ اگرچہ ابومسلم نے اُس کی جان کے ساتھ کوئی تعرض نہیں کیا۔ مگر کوڑی کوڑی کر کے اُسے لوٹ لیا اور غریب کے پاس سوائے اُس تھوڑی سی آراضی کے جس میں وہ زراعت کرتا تھا اور کچھ بھی باقی نہ چھوڑا۔ جب یہ داؤد کے بعد اُس کے بیٹے یعقوب اور دیگر متعلقین کی نہایت تنگی اور دشواری سے بسر اوقات ہونے لگی چونکہ بنی عباس سے آل داؤد کو متمتع ہونے کی کوئی امید نہیں ہوئی۔ اِس لیے اِن لوگوں نے اپنی عسرت اور تنگی سے سخت عاجز آکر منصور کے زمانہ میں سادات بنی حسن کا خاتمہ کردیا۔ اور اُنکے ہمراہ عراق و حجاز کے مختلف مقامات میں برابر شریک رہا کئے۔

جب ابراہیم ابن عبداللہ علیہ السلام نے بصرہ میں منصور پر چڑھائی کی۔ تو یعقوب نے ابراہیم کی ملازمت اختیار کرلی۔ اور مقابلہ و مقاتلہ کے وقت سے لیکر ابراہیم کے خاتمہ تک اُس کا رفیق اور شریک بنا رہا۔ یہاں تک کہ منصور نے ابراہیم کی طرف سے اپنا پورا اطمینان کرکے۔ عموماً تمام سادات اور اُن کے اعوان و انصار حضرات کی تجسس و تلاش میں مصروف ہوا۔ اُن ہزاروں بدقسمت اور غریب مصیبت نصیب لوگوں میں جو پکڑے گئے قتل کئے گئے۔ یا قید کیے گئے۔ اِنھی میں ایک یعقوب بھی تھا۔ جو اِن ہی غریبوں کے ساتھ دائم الحبس کیا گیا۔ اور منصور کے مادام الحیات قید ہی میں پڑا رہا۔

یعقوب کوئی معمولی آدمی نہیں تھا وہ علم و ادب میں بہت بڑی استعداد اور قابلیت رکھتا تھا اور اُس وقت کے صاحب امتیاز اور اہل اعزاز لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ اِس لیے مہدی نے یعقوب کو رہا کرکے اپنی ملازمت میں لے لیا۔ اور اس نے بھی اپنی غایت درجہ کی لیاقت و استعداد کا کافی اظہار کیا۔ اور اپنے محاسن خدمات سے مہدی کو ایسا راضی و خوشنود بنا لیا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں مہدی نے اسے اپنے تمام ممالک محروسہ کا مدار المہام اور وزیر اعظم تسلیم کرلیا۔ پھر تو رفتہ رفتہ یعقوب کو وہ عروج نصیب ہوا کہ تمام بلاد اسلامیہ میں اُس کے نام کا طوطی بولنے لگا اور جو ہے

وہ اسی کی توصیف و تعریف میں رطب اللسان نظر آنے لگا۔
اتفاق وقت سے۔ یعقوب مذہب زیدیہ کا معتقد تھا۔ اِس لئے اُس نے اپنے عروج و اقتدار کے زمانہ میں ہم مذہبی او رہم دینی کے لحاظ سے۔ زیدیہ فرقہ کے لوگوں کو۔ اطراف و جوانب سے بلا بلا کر۔ بلادِ اسلامیہ میں بڑے بڑے عہدے عنایت کیے۔ اب سُنیئے انہی کے بعض عزیزوں اور قرابتمندوں نے مہدی کے کان ان کی طرف سے خوب خوب بھرے۔ اور یہ دکھلایا کہ یعقوب کی رعایت کی وجہ سے بلادِ اسلامی کے ہر حصہ اور ہر گوشہ پر زیدیوں کا پورا تصرف اور پورا تسلط ہوگیا ہے۔ اور یہ امر خلیفۂ عصر کی بہت بڑی بدنامی اور تغافل کا باعث ثابت ہوگا۔ اور ایک نہ ایک دن اس سے بہت بُرے اور خراب نتیجے نکلنے والے ہیں۔
مہدی کو ان لوگوں کے کہنے سُننے سے۔ ایک گونہ خیال ضرور ہو چلا تھا کہ یعقوب کو خانہ برانداز وں کی ان سرگوشیوں کی خبر لگ گئی۔ چونکہ وہ مہدی کا پورا مزاج داں ہو چکا تھا۔ اس لئے اُس نے سوچا کہ اب اِس کی صحبت میں ایسے ذکر چھڑنے چاہئیں۔ جن سے اس کا دل کمال مسرور ہوا کرے اور انہی ترکیبوں سے اُسے راضی اور خوشنود کر کے اس خیال کو اُس کے دل سے مٹا دیا جائے۔ وہ جانتا تھا کہ خلیفۂ عصر کی طبیعت حسن پرستی کی طرف ازحد مائل ہے اس لیے اُس نے اُس روز سے یہ معمول اختیار کر لیا کہ رات کو اُس کی صحبت میں ایک نئے شاہد پری پیکر کا نیا فسانہ روز آغاز کرتا تھا اور اُس کو اتنا طول دیتا تھا کہ صحبت کے اُٹھ جانے کا وقت بھی تمام ہو جاتا تھا اور وہ قصہ ختم ہوتا تھا۔ اور مہدی ہر چند اپنے شوق کے تقاضہ سے۔ یعقوب سے ختم داستان کرنے کے لیے اصرار پر اصرار کرتا تھا۔ مگر یہ برابر انکار کرتا تھا۔ اور کبھی اُس حسن و عشق کے دفتر کو ختم نہ کرتا تھا۔
آخر کار ایک ہفتہ عشرہ کی مدت میں یعقوب نے اپنی سحر بیانی اور شیریں زبانی سے خلیفۂ عصر کو اپنا والہ و شیدا بنا کر وہ تمام باتیں جو اُس کے خلاف میں اُس کے ذہن نشین کرا دی گئی تھیں۔ اُس کے دل سے بالکل محو کر دیں اور خلیفۂ عصر پھر ویسے ہی کے ویسے غلام اور بندۂ بے دام بنکر رہ گئے جیسے وہ اِس سے پہلے تھے۔
اب سُنیئے۔ اتفاق وقت سے یعقوب کے گھوڑے نے سواری کی عین حالت میں پشتک دی اور اُس کی وجہ سے یعقوب کے پاؤں میں ایسی سخت چوٹ آئی کہ ہفتہ دو ہفتے۔ چلنے پھرنے سے بالکل مجبور ہو گیا۔ دربار کی آمد و رفت موقوف ہو گئی۔ یاروں کو پھر موقع ہاتھ لگ گیا اور اُنہوں نے اپنے متلون المزاج خلیفہ سے پھر جوڑ توڑ لگائے۔
علی ابن یعقوب کا بیان ہے کہ میں نے اُن کی رخنہ اندازیوں کی خبر پا کر اپنے باپ سے یہ کیفیت (دکھلا دی) کہدی تو اُس نے اُس کے جواب میں فوراً کہا کہ مجھے اچھا ہونے دو تو میں اُن ۔ کی اصلاح

آپ کروں گا۔ غرض ہفتہ دو ہفتہ میں یعقوب اچھا ہو گیا اور چلنے پھرنے لگا۔ تو ایک شب خلیفۂ عصر
کے دربار میں۔ مرتب اور تیار ہو کر عین اُس حالت میں پہنچا۔ کہ جب مہدی اپنی حسن پرستیوں کے جوش
میں اپنی صحبت کو رشکِ جنت بنائے ہوئے دادِ عیش دے رہا تھا۔ اور لذتِ عشرت لے رہا تھا
ہزاروں شمعہائے کافوری غریب اور ہجراں نصیب کشتگانِ بے شکیب کی طرح جل جل کر داماں داماں
پر اشکہائے حسرت ٹپکا رہی تھیں۔ مطربانِ شیریں نوا کی صف بستہ قطاریں اپنی خوش گلوئی اور نغمہ آرائیوں
سے سامعینِ محفل اور حاضرینِ صحبت پر جادو کا اثر پھیلا رہی تھیں۔ مہدی بھی اپنے پہلو میں ایک خوش جمال
اور پری پیکر شاہدِ بے مثال کو بٹھلائے۔ اُس کی صورت کی زیبائی۔ رعنائی۔ اور نازک ادائی کے دل ہی
دل میں مزے لے رہا تھا۔ کہ یعقوب دروازے سے آتا دکھلائی دیا۔ مہدی کے دل پر یعقوب کی محبت
کا اثر ان اسبابِ عشرت کی تاثیروں سے کم نہیں تھا۔ وہ اسے آتا ہوا دیکھ کر فوراً اپنی جگہ سے اُٹھا
اور اہلاً و سہلاً کہتا ہوا اُسے اپنے مقام پر لایا اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ اور مزاج پرسی اور دریافتِ احوال
کے بعد اُس سے دیر تک اخلاص و محبت کی باتیں کرتا رہا۔

یعقوب سے باتیں کر کے پھر مہدی اپنے اُن ہی مشاغلِ عیش کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بلکہ یعقوب کے ایسے
رفیق دمساز کے آجانے سے اُس کی صحبت کا لطف دُونا ہو گیا۔ جب رات زیادہ گئی اور لطفِ صحبت کا
بھی کامل طور سے مل گیا تو یعقوب کا بیان ہے کہ مہدی نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ یہ کنیز خوش جمال
جو میری زینتِ پہلو ہے۔ تمہارے حوالہ کی گئی۔ تم اسے اپنے ہمراہ گھر لیتے جانا۔ یہ کہکر اُس نے
اپنی صحبت برخاست کر دی۔ جب سب لوگ چلے گئے۔ تو میں نے بادشاہ کی خدمت میں اس مرحمتِ
سلطانی کا اپنی طرف سے شکریہ ادا کیا۔ جب میں خموش ہوا تو مہدی پھر میری طرف متوجہ ہوا اور نہایت
آرزو و منت سے کہنے لگا کہ یعقوب اب تم میرا اور ایک کام کر دو۔ اور میں خوب سمجھتا ہوں کہ وہ سوا
تمہارے اور کسی سے انجام نہیں ہو سکتا۔ اور مجھے اسی کے ساتھ اس امر کا بھی کامل یقین ہے کہ تم
میری زبان کو خالی بھی نہ جانے دو گے۔ اور میری خاطر سے اس کی ضرور تعمیل کرو گے۔ میں نے عرض
کی کہ حضور فرمائیں تو۔ وہ کونسا ایسا عظیم الشان مسئلہ ہے۔ جس کے لیے آپ مجھ سے اس قدر
خلافِ شان اصرار فرما رہے ہیں۔ یہ سنکر مہدی نے کہا۔ وہ علوی سید۔ جو قید خانہ میں ہے
اُسے تم اسی وقت اپنے گھر لیجا کر قتل کر ڈالو۔ اور اُس کی طرف سے میرا خاطر خواہ اطمینان کر دو۔
اور تا وقتیکہ وہ جان سے مارا نہ جائے گا۔ میری قرار واقعی تسلی نہ ہو گی۔ اور مجھے چین نہ آئیگا۔

یعقوب اِس وقت تک سادات کشی کے الزاموں سے بری تھا۔ اور عموماً اس کی نسبت
یہ مشہور تھا کہ وہ سادات کا خون نہیں کرتا اور ہمیشہ اپنے آپ کو اس سے بچاتا ہے۔ اس سے تو معلوم
ہوا کہ مہدی کو صرف یعقوب کا امتحان منظور تھا۔ اور وہ سادات کی غریب جان لینے کو تو ایک محض

معمولی امر سمجھتا تھا۔ ایک غریب سید کی تو جان گئی۔ اور بادشاہ نے اپنے وزیر کا امتحان لیا ؎

لکھ لکھ کے میرا نام زمیں پر مٹا دیا
اُن کو تو کھیل خاک میں ہم کو ملا دیا

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ یہ آزمائش تھی اور نہ امتحان۔ بلکہ وہی خصومت تھی اور ذاتی عداوت جو خاندان سادات کے ساتھ مہدی کو اپنے باپ سے ارث میں ملی تھی۔ جیسا کہ عنقریب معلوم ہو جائیگا بہرحال۔ یعقوب کا بیان ہے کہ میں نے طوعاً و کرہاً اسوقت اُسکے منہ پر حامی تو ضرور بھر دی جب میری منظوری مہدی نے دیکھ لی تو اُس غریب سیّد کو قید خانہ سے نکلوا کر میرے حوالہ کیا۔ اور پھر اپنے خزانچی کو بُلوا کر سو ہزار دینار مجھے دلوائے اور وہ کنیز عطا کردہ بھی میرے ہمراہ کردی۔ غرضیکہ میں اُس کے ان گرانمایہ عطایائے سلطانی سے مالا مال ہو کر اپنے گھر واپس آیا۔ میرے پہلو میں تو وہ خوش جمال اور عدیم المثال کنیز بیٹھی تھی۔ اور سامنے وہ غریب سیّد ہاتھ جوڑے آنکھیں جُھکائے سر نہوڑائے کھڑا ہوا تھا۔ یہ کچھ ایسا حسرتناک اور عبرت خیز منظر تھا کہ ایسے دیکھکر میرے دل کی وحشت برابر بڑھتی ہی چلی جاتی تھی۔ آخر کار۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس غریب سیّد نے نہایت منت و سماجت سے کہا کہ وزیر۔ میں آپ کے رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرزند ہوں۔ آیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میرے خون ناحق کے لئے بروز قیامت آپ ماخوذ ہوں۔ میں نے اُس کی تقریر سنی تو مجھ پر سخت خوف کا عالم طاری ہوا۔ میں نے اُس جوان کی طرف غور کیا تو اُس کے چہرۂ گلگوں پر شرافت و نجابت کے علاوہ۔ فضل و کمال۔ صلاحیت طبعی اور نیک سیرتی کے تمام آثار ہویدا اور آشکار پائے۔ میں نے اُس کی استدعا کے جواب میں کہا کہ خدا کی قسم۔ نہیں۔ میری ہرگز یہ خواہش نہیں ہے کہ میں اپنے ہاتھوں کو تمہارے خون ناحق سے رنگین کر کے۔ تمہارے جد بزرگوار صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے شرمسار ہونے کی ننگ و عار اختیار کروں۔ مگر تمہیں بتلاؤ کہ میں اب تمہارے معاملہ میں کیا کروں۔ اُس غریب سید نے کہا کہ آپ مجھ پر اپنا احسان خاص فرمائیں اور مجھے کسی طرف نکل جانے کی اجازت دے دیں۔ کہ میں قتل ہونے سے بچ جاؤں۔ میں نے کہا اچھا۔ تم کس طرف چلے جانے کا قصد کرتے ہو۔ اُس نے کہا فلاں طرف دور و دراز مسافت پر یہاں سے نکل جاؤنگا۔ پھر میں نے پوچھا کہ تم نے اپنے اِس طولانی سفر میں کسی کو اپنی رہنمائی کے لیے بھی تجویز کیا ہے جو عالم سفر میں تمہارا رفیق اور شریک حال رہے اُس نے کہا ہاں۔ میرے دو احباب ایسے ہیں جو یقیناً مجھے میری منزل تک پہنچا دیں گے۔ اتنا سنکر میں نے کہا کہ اچھا اُنہیں فوراً بلا لاؤ۔ اور یہ مال جو میرے سامنے رکھا ہے اُٹھا لے جاؤ۔ اور اسی وقت سوا د بغداد کو چھوڑ دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ غریب سید میری جان و مال اور عزت و اقبال

کی افزائش کی دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔ اور تھوڑی ہی دیر میں۔ اپنے دونوں رفیقوں کے ساتھ واپس آیا اور وہ رقم عطیہ میرے پاس سے اُٹھا کر اُسی وقت بغداد سے باہر نکل گیا ؎

کسی کی ایک طرح سے بسر ہوئی نہ انیس
عروج مہر بھی دیکھا تو دوپہر دیکھا

دنیا کے عزو اقتدار اور دولت و اقبال ۔ دریا کے جزر و مد کی پوری مثال ہے ۔ آج اقبال ہے تو سب کچھ ہے ۔ کل ادبار آ گیا ۔ تو پھر کچھ نہیں ۔ ع ذرا جو آنکھ جھپک کر کھلی تو خاک نہ تھا ۔ زمانہ کے تصرفات اور دنیا کے حادثات اپنی رفتار میں برق سے بھی زیادہ سریع التاثیر ثابت ہوتے ہیں اِس کے ثبوت میں یعقوب کے فوری اقبال و ادبار کی مثال کافی ہے ۔ جیسا کہ ذیل کے مضامین سے ظاہر ہے۔

اب سنیئے ؎

دل میں جسے بٹھائے تھے وہ دل شکن ہوا
کی دوستی کی آڑ میں کیا دل نے دشمنی

یعقوب کا بیان ہے کہ وہ غریب سید تو مجھ سے رخصت ہو کر اُسی وقت چلا گیا ۔ وہ کنیز جو بظاہر ہماری زینت پہلو بنی ہوئی بیٹھی ہوئی تھی ۔ میرے حق میں نشتر دل گیا سوہن جان سے بھی زیادہ ثابت ہوئی وہ میری تمام گفتگو کو جو اُس سید سے ہوئی تھی سُن چکی تھی ۔ مجھکو تو اُس کی صورت کی خوبی کے ساتھ ہی اُس کی سیرت کی خوش اسلوبی کا بھی پورا یقین تھا ۔ مگر نہیں جانتا تھا کہ اُس کی خوشنما اور زیبا صورت کی اوٹ میں میری ذلت ۔ شامت اور رنج و مصیبت پوشیدہ ہے ۔ بہر حال اُس مجسم بے وفا کافر پیکر نے مہدی کے پاس اِس سید کی مخلصی اور میرے اُس کے درمیان جو کچھ مکالمات اور معاملات پیش آئے تھے ۔ میرے ایک غلام کی معرفت کہلا بھیجے اور مہدی نے اُس وقت اپنے ایک معتمد علیہ خواص کو بھیجکر اُس غریب سید کو اُس کے دونو رفیقوں کے ہمراہ راستہ ہی سے گرفتار کرا منگایا ۔ اور پھر اُسے محبس کے حوالہ کر دیا۔

یہ سب کچھ ہو گیا اور مجھے ذرا خبر نہیں ہوئی ۔ میں حسب المعمول دوسرے دن دربار میں پہنچا تو خلیفہ عصر کے مزاج میں کسی قسم کا تغیر نہ پایا ۔ جب بیٹھنے لگا تو مہدی نے مجھسے پوچھا کہ تم نے اُس سید کا کیا نتیجہ کیا ۔ میں نے عرض کی کہ اُس سید کی خلاصہ کیفیت یہ ہے کہ میں نے آپ کے حکم کے مطابق اُس کی طرف سے آپ کا پورا اطمینان کر دیا ۔ اب آپ اُس کی طرف سے کوئی اندیشہ نہ کریں مہدی نے کہا خدا کی قسم ۔ میں نے کہا ہاں ۔ پھر اُس نے کہا کہ میرے سر پر ہاتھ رکھکر قسم کو کھاؤ ۔ میں نے کہا آپ کے سر مبارک کی قسم ۔ اتنا سنا تھا کہ مہدی نے اپنے ایک خادم کو اشارہ سے بلایا ۔ وہ آیا تو اُس سے کہا کہ تمہاری تمید میں جو لوگ ہیں انہیں فوراً حاضر کرو ۔ میں تو یہ حکم سنکر بدحواس ہو گیا اور اپنے

دل میں کہنے لگا۔ الٰہی یہ کیا ہوگیا۔ آخر ماجرا کیا ہے۔ اتنے میں وہ غلام شاہی اُس غریب سید کا ہاتھ پکڑے ہوئے مع اُس کے رفیقوں کے سامنے آکھڑا ہوا۔ میں تو یہ عالم دیکھکر مارے ندامت اور خجالت کے بے ہوش ہوگیا۔ اور فوراً منہ میں پر گر پڑا۔ یہ حالت دیکھکر شاہی ملازم دوڑ پڑے۔ مجھے اُٹھایا اور ہوش میں لائے۔ تو مہدی نے خشم الود نگاہوں سے مجھے دیکھکر کہا۔ کہ خلاف وعدہ کی شان فرمانروائی کے خلاف ہے میں نے تجھے ہمیشہ کے لئے امان کی زبان دی ہے اس لئے تجھے جان سے تو مار نہیں سکتا۔ لیکن حبس دوام کی سزا دیتا ہوں یہ کہکر اپنے خادم کو حکم دیا کہ لڑکونکو دسادات اور اُن کے ہمراہی) کو حبس میں قید کردو اور یعقوب کو قید خانہ کے کنوئیں میں بند کردو اور سوائے نان خورش دے جانے کے وقت اور کسی وقت نہ کھولنا۔

اس حکم کی فوراً تعمیل کی گئی اور یعقوب یوسف زندان بنکر چاہ مجلس میں بند کئے گئے اور کامل سولہ برس تک اُسی کنوئیں میں پڑے رہے اس عرصہ میں اُن کی دونوں آنکھیں بھی جاتی رہیں اور اندھے ہوگئے۔ مہدی کی سلطنت کا زمانہ ختم ہوکر ہادی کا دور بھی ان کو اسی حالت میں گذرا۔ رشید کے ایام حکومت میں یحیٰی برمکی کی سفارش سے ان کی رہائی کا حکم ہوا۔ جب داروغہ محبس انہیں کنوئیں سے نکالکر ہارون الرشید کے سامنے لایا تو ان سے کہا کہ امیر کو سلام کرو۔ یعقوب ناقل ہیں کہ اندھے ہوجانے کے باعث سے مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ میں کہاں کھڑا ہوں اور کون امیر ہے۔ میں ابھی تک مہدی کا زمانہ سمجھتا تھا۔ اس لیے کہا السلام وعلیک یا مہدی۔ امیر المومنین وخلیفہ الزمان۔ تمام دربار میں قہقہہ پڑ گیا۔ داروغہ محبس نے کہا کہ اے قیدی خلیفہ مہدی تو زمانہ ہوا راہی ملک بقا ہوگئے۔ یہ سُنکر میں نے کہا۔ السلام علیک یا ہادی۔ امیر المومنین وخلیفۃ العصر۔ پھر ویسی ہی قہقہہ کی آواز بلند ہوئی اور پھر داروغہ محبس نے ڈانٹ کر مجھ سے کہا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے۔ ارے خلیفہ ہادی نے بھی انتقال فرمایا اب اُن کے بھائی رشید کا عہد معدلت مہد ہے۔ اور یہ اُنہی کی دریا دلی اور فیاضی ہے جس کے سبب تم اتنی مدت مدید کے بعد حبس دوام سے رہا کردئے گئے۔ یہ سنا تھا کہ میں نے جھک جھک کر ہارون الرشید کو تین سلام کئے۔ رشید نے خوش ہوکر مجھ سے کہا کہ اب تیری کیا خواہش ہے بیان کر۔ میں نے عرض کی کہ اب مجھ سے معذور العین اور مجبور الاعضا پیر کہن سال کو دنیا کی کسی نعمت اور دولت کی خواہش باقی نہیں ہے۔ یہ سُنکر رشید نے پوچھا کہ آخر کچھ بھی۔ میں نے کہا کہ اب مجھے قیام حرم محترم کی اجازت دی جاوے کہ میں وہاں معتکف ہوکر اپنی زندگی کے دن تمام کردوں رشید نے میری استدعا کو قبول کرلیا اور شہر مکہ میں مقیم ہونے کی اجازت دے دی۔ اور میں نے اپنی بقیہ عمر مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا میں کاٹ دی۔

اس واقعہ سے۔ اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ مہدی کی طبیعت اور اُس کے رفتار و کردار بھی۔ اپنے

اسلاف کی کارروائیوں کے پورے نمونہ تھے۔ اور غریب سادات کی آزار دہی اور ایذارسانی کے امور میں وہ بھی ویسی ہی اپنی دلچسپی۔ آمادگی اور مستعدی دکھلاتا تھا۔ جیسا اُس کا باپ منصور اِس کے مراحم شاہانہ اور مکارم خسروانہ نے یعقوب کے ساتھ جیسے جیسے سلوک کئے تھے۔ وہ ظاہر ہے۔ اِس میں شک نہیں کہ اُس کو گمنامی۔ ذلت واد بار سے نکالکر۔ عروج و اقتدار کے اعلیٰ مدارج تک پہنچایا تھا۔ اور معمولی قیدی کی جگہ اپنا وزیر اور اپنی ساری مملکت کا مدار المہام بنایا تھا۔ اور اتنی عزت افزائی فرمائی تھی کہ خادم و مخدوم میں امتیاز دشوار تھا۔ مگر تاہم جب سادات کشی کا قدم درمیان میں آگیا۔ اور ایک سید کے قتل کی ضرورت پیش ہوگئی اور اُس غریب کی نسبت اِس کی رعایت ثابت ہوگئی۔ اور مہدی کو تحقیق ہوگئی۔ تو یہ امر اُس کو آناً فاناً ایسا ناگوار گزرا کہ یعقوب کے تمام محاسن خدمات اور محامد و اوصاف فراموش کردئے گئے۔ اور وہ اس بیجا اور ناگوار طبع رعایت کی پاداش میں ایسی سخت سزا تک پہنچایا گیا۔ جو کبھی اُس کے ادنےٰ غلاموں کی طرف بھی خیال نہیں کی جاسکتی تھی۔

یعقوب چاہے دنیا بھر کے قیدیوں کو چھوڑ دیتا تو مہدی کو کوئی عذر نہیں تھا۔ مگر اُس نے یہ کیا غضب کیا کہ ایک سید کو چھوڑ دیا۔ اسی سے بآسانی سمجھ لینا چاہیئے کہ مہدی اپنے باپ منصور کی طرح سادات کشی اور ایذارسانی میں کامل اور بھرپور تھا۔ اور ان امور کو ایسا ہی عظیم الشان اور واجب التعمیل سمجھتا تھا۔ کہ پھر ان امور کے خلاف پاکر۔ اُس کے آگے نہ وزیر۔ وزیر باقی رہتا تھا اور نہ کوئی عزیز۔ عزیز۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی گرفتاری اور ایک سالہ قید

بہرحال۔ مہدی کی سادات کشی کا تو یہ ایک معمولی واقعہ تھا۔ جس کو میں نے اپنے بیان کے ثبوت میں لکھدیا۔ اب ہم مہدی کے وہ مظالم لکھتے ہیں جو اس نے اپنے وقت میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو پہنچائے۔ اور ایک برس تک بغداد میں بلاکر نظر بند رکھا۔ اُس کی کیفیت یوں ہے۔

تھوڑے دنوں کے بعد۔ مہدی کے سر پر بھی یہ سودا سوار ہوا کہ دنیا میں سادات عظام کی خاندانی عظمت اور روحانی عزو جاہت کے مقابلہ میں۔ ہماری موجودہ ثروت و اقتدار کی کوئی قدر نہیں کرسکتا اور عام نگاہوں میں جو اُن ذوات مقدسہ کی قدر و منزلت حاصل ہوسکتی ہے۔ وہ کبھی ہم کو نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ فی زمانا راس الرئیس سادات کرام امام ہمام جناب موسیٰ کاظم علیہ السلام ہیں جب تک

ان کی تنقیص مدارج اور تحقیر مراتب عمل میں نہیں لائی جائیگی۔ اور ان کے خلاف ۔ دنیا کی نگاہوں میں اپنی قوت و جبروت اور اقتدار و اختیار نہیں دکھلایا جائیگا۔ سلطنت کا تسلط اور خلافت کا تصرف ممالک محروسہ پر پورے طور سے نہیں ہو سکتا۔

مہدی کا یہ خیال اُس کا ذاتی نہیں تھا۔ بلکہ یہ شبہہ تو وہی شبہہ تھا جس پر ان سے پہلے تمام سلاطین بنی اُمیہ اور پھر اُن کے بعد۔ اُس کا باپ منصور۔ مادام الحیات کرتا چلا آیا تھا۔ مہدی نے ۔ اس لیے ۔ کوئی تازہ خیال نہیں پیدا کیا تھا۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ بلکہ عام طور سے ۔ اسے یوں سمجھنا چاہئے ۔ جیسا کہ روزمرہ کہا جاتا ہے ۔ کہ یہ تو اُس کے بزرگوں سے چلی آئی تھی ۔"

بہرحال ۱۶۳ ہجری میں مہدی بڑے تزک و احتشام سے حج کرنے آیا۔ اور اپنی غلط فہمیوں کی بنا پر جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کو اپنے ہمراہ مکہ سے لیجا کر بغداد میں لے گیا۔ اور قید کیا۔ مگر ان تمام کوششوں کا کیا نتیجہ نکلا۔ جس طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بار بار بغداد بلانے ۔ اور کوفہ اور بصرے تک پہنچانے سے بھی منصور کی کوئی آرزو نہ نکلی ۔ اور کوئی تمنا پوری نہیں ہوئی اُسی طرح جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کو ایک سال تک نظر بند رکھنے سے ۔ مہدی کو بجز ندامت اور بدنامی کے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ جس طرح منصور نے اُسوقت مُنہ کی کھائی اور جناب صادق آل محمد علیہ السلام کو نہایت تعظیم و تکریم سے مدینۂ منورہ کی طرف رخصت کر دیا۔ اُسی طرح مہدی نے بھی اسوقت جناب امام موسی ابن جعفر علیہ الصلوۃ والسلام کو نہایت قدر و منزلت کے ساتھ مدینۂ منورہ مراجعت فرمانے کی اجازت دیدی ۔ چنانچہ خواجہ محمد پارسا اپنی کتاب فصل الخطاب میں لکھتے ہیں۔

فطلبه المهدی ابن منصور من المدينة الی بغداد فحبسه فرای المهدی فی النوم علياً كرم الله وجهه يقول يا مهدی فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامكم۔

مہدی ابن منصور نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو مدینے سے بغداد میں بلا کر قید کیا۔ مہدی نے ایک شب ۔ جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور یہ آیہ آپ تلاوت فرماتے تھے ۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اے مہدی ۔ جب تم لوگ امیر بنائے گئے ۔ تو تم گنہگار ہو گئے ۔ اور تم نے دنیا میں فساد برپا کئے ۔ اور صلۂ رحم کو منقطع کر دیا۔

اِس کے بعد خواجہ محمد پارسا اس واقعہ کے بقیہ مضامین کو اِس عبارت میں تحریر فرماتے ہیں۔

قال الربيع الوزير ارسلنی المهدی اليه (موسیٰ ابن جعفر علیه الصلوٰة والسلام) ليلاً فدخلت عليه وهو يقرء هذه الاية فی المجلس وكان احسن الناس صوتاً فحبسته به فعانقه واجلسه الی جنبه وقال يا ابا الحسن علیه السلام انها رایت حبل ان

امیر المومنین علی علیہ السلام فی المنام یقرء ھذہ الآیہ علی فذلک اخلصتک من الحبس افتو منّی ان لاتخرج علیّ اوعلی احد من اولادی فقال علیہ السلام وما فعلت ذلک ولا ھومن شانی قال صدقت فاعطاہ ثلثہ الاف دینار وردہ الی اھلہ بالمدینۃ۔

ربیع وزیر مہدی کا بیان ہے کہ مہدی نے مجھے رات کے وقت جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کے بلانے کے لیئے بھیجا۔ جب میں قید خانہ میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ آیہ ہل عسیتم الخ کی تلاوت فرما رہے ہیں اور آپ نہایت خوش الحان تھے۔ جب میں نے آپ کو مہدی کے پاس پہنچایا تو وہ آپ کو دیکھتے ہی اپنے مقام سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور آپ سے بغلگیر ہوا۔ اور اپنے پہلو میں بٹھلاکر آپ سے یہ عرض کرنے لگا کہ یا ابوالحسن علیہ السلام میں نے رات کو آپ کے جد بزرگوار امیر المؤمنین حضرت علی مرتضےٰ علیہ السلام کو خواب میں آیہ۔ ہل عسیتم الخ کی تلاوت فرماتے ہوئے دیکھا۔ اِس باعث سے۔ میں آپ کو قید خانہ سے رہا کرتا ہوں۔ مگر آپ مجھے اس امر کا یقین دلادیں کہ آپ مجھ پر یا میری کسی اولاد پر خروج تو نہ فرمائیں گے۔ یہ سُنکر آپ نے اُس کے جواب میں نہایت متانت اور آزادی سے ارشاد فرمایا کہ میں کبھی ایسا فعل نہ کروں گا۔ اور یہ تمامی اُمور میری شان کے خلاف ہیں۔ یہ سنکر مہدی نے کہا کہ آپ بجا فرماتے ہیں۔ پھر اُس نے تین ہزار دینار خرچ زادِ راہ دیکر اُسوقت آپ کو مدینہ کی طرف واپس بھیجدیا۔

صاحب روضۃ الصفا نے۔ یہ واقعہ تمام وکمال لکھکر جس طرح فصل الخطاب میں لکھا ہے۔ اتنا اضافہ اور فرمایا ہے جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے۔

ابو خالد الزبالی کا بیان ہے۔ کہ جب میں مدینہ سے آپ کی روانگی کے متعلق سفر کی ضروری چیزیں بازار میں خریدنے گیا۔ تو میں اپنے دل میں از حد محزون و ملول تھا۔ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے مجھکو اِس حالت میں دیکھا تو فرمایا کہ تم اسقدر ملول و محزون کیوں ہو۔ میں نے عرض کی کہ آپ مقید ہوکر مدینۂ منورہ سے بغداد میں تشریف لیئے جاتے ہیں۔ نہیں معلوم کہ اِس اسیری کا کیا نتیجہ نکلے یہ سنکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے دل میں ذرا بھی غمگین نہ ہو۔ میں فلاں روز اور فلاں تاریخ میں واپس جاؤنگا۔

چنانچہ ابو خالد کا بیان ہے کہ جب ایک سال کی مدت گزر کر وہی دن اور وہی تاریخ آئی۔ تو میں بیرون شہر جاکر آپ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگا۔ چنانچہ آپ کی آمد آمد کے انتظار میں وہ تمام دن مجھے وہیں تمام ہوگیا۔ اور شام ہوکر اب تاریکی تمام محیط ہونے لگی اور اُسوقت تک آپ تشریف نہ لائے۔ تو اب میرے دل میں مختلف قسم کے وسواس پیدا ہونے لگے ابھی

میں اسی تذبذب کی حالت میں تھا۔ کہ دور سے ایک غبار ہوا میں پیچیدہ ہوا۔ جب وہ غبار بیٹھا تو جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ناقہ پر سوار دکھلائی دئے۔ میں اپنی عقیدت اور ارادت کی جوش و جستجو میں بیچین ہو کر۔ لبیک یا ابن رسول اللہ۔ لبیک یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نعرے بلند کرتا ہوا۔ آپ کے استقبال کو آگے بڑھا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ تمہارے دل میں قریب تھا کہ میری جانب سے بہت بڑا شک واقع ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں۔ تھا تو ایسا ہی مگر الحمد للہ کہ حضور کی تشریف آوری سے وہ سارے شکوک جاتے رہے۔ وہ تمام وسواس مٹ گئے۔ اور خداوند تعالےٰ نے مجھے وساوس شیطانی سے محفوظ و مصون رکھا۔ اور میں حق سبحانہ تعالےٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس نے اپنے فضل و کرم سے آپ کو اِس ظالم ترین خلائق کے پنجۂ مظالم سے مخلصی عنایت فرمائی۔ میرے اخلاص و محبت کے یہ کلام سنکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہر حالت میں اُس کا شکر لازم اور واجب ہے۔ مگر میں تجھے آگاہ کیے دیتا ہوں کہ اب کی بار تو میں اُس کے پنجۂ عقوبت سے چھوٹ کر صحیح و سلامت چلا آیا۔ مگر ایک دن وہ آنیوالا ہے کہ میں بار دیگر قید ہو کر بغداد میں جاؤنگا۔ تو پھر لوٹ کر مدینہ منورہ میں نہ آؤنگا۔

اِس واقعہ کو پڑھکر ہر شخص نے بآسانی سمجھ لیا کہ یہ واقعات بجنسہٖ ایسے ہی ہیں جیسے آپ کے والد بزرگوار جناب صادق آل محمد علیہ السلام کی ذات بابرکات کے ساتھ منصور کے ایام میں گزر چکے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو۔ ان معاملات میں جیسا منصور تھا۔ ویسا ہی مہدی۔ اسی طرح جیسے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تھے ویسے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام۔ سوائے اِس کے کچھ اور نہیں تھا کہ منصور نے اپنے ہمعصر حجت اللہ اور امام زمانہ کو ایذا دہی و تکلیف پہنچائی۔ اُس کے بعد اُس کے بیٹے مہدی نے اپنے معاصر کو۔ چونکہ مشیت ایزدی ان دونوں حضرات علیہما السلام کی صحت و عافیت کی ذمہ دار تھی۔ اِس لئے سوائے اُتنی مقدار تکلیف کی جو پہلے سے اُن کے لیے مقدر ہو چکی تھی۔ اور کوئی گزند اُنہیں نہیں پہنچی۔ اور وہ بال بال بچ گئے۔ بلکہ بخلاف اُس کی دلی خواہش اور اطمینان کے۔ دنیا کی نگاہوں میں ان کے مراتب و مدارج کی تنقیص کیا ہوتی۔ ان کے فضل و شرف اور محامد و مکارم اور زیادہ تعظیم و تکریم سے دیکھے جانے لگے۔ اور خود ان مخالفین کو ایسی عظیم الشان کرامات کے مشاہدات ہوئے کہ اُس کی عقل دنگ اور ہمت تنگ ہو گئی اور وہ عالم طاری ہوا کہ کہاں تو تنقیص مدارج و مراتب کے خاص ارادوں سے بلا کر نظر بند رکھا تھا کہاں خود نادم اور پشیمان ہو کر ہزاروں تواضع اور انکسار کے ساتھ۔ بہزار عزت و وقار۔ اُنہیں روانہ کر دیا۔ مگر افسوس۔ چاہے کتنا ہی حقیقی اور اصلی مشاہدات پر بھی۔ جو متواتر ان مخالفین کے پیش نظر آتے گئے۔ اُن کے لئے ضلالت سے نکلنے اور راہ راست پر آنے۔ کا کوئی سامان ہوا ہو۔

نہیں کوئی نہیں۔ بلکہ اُن کے خلاف ہزاروں اہل دنیا۔ جن کی تنبیہہ کے لیے یہ مظالم برپا کیے گئے تھے۔ اور یہ ظالمانہ اور گمراہانہ انتظام قایم کیئے گئے تھے۔ اِن حالتوں کو صرف سُن سُن کر اتنا موثر ہوے کہ وہ اپنی برگشتہ ایمانی سے راسخ العقیدگی اور خلوص کی راہوں پر آگئے۔ مگر یہ تھے کہ غرور سلطنت کی اُمنگ میں بھرپور اور نشۂ دولت کی ترنگ میں چور ہوکر۔ لھم اعین لایبصرون بھا ولھم قلوب لایفقھون بھا کے پورے مصداق بنے بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔

ہادی ابن مہدی کی سلطنت

مہدی نے گیارہ برس۔ کئی مہینہ سلطنت کر کے سنہ ۱۶۹ ہجری میں وفات پائی۔ اُس کے مرنے کے وقت اُس کا بیٹا ہادی۔ ملک جرجان میں تھا۔ ہارون الرشید نے یحییٰ برمکی کی صلاح سے ایک تیز رفتار قاصد کو اُس کے پاس روانہ کیا۔ اور وہ مژدہ خلافت سنکر فوراً وہاں سے واپس آیا اور بغداد میں پہنچکر اپنے باپ کا قایم مقام ہوا اور تمام لوگوں نے اسی کو خلیفۂ وقت تسلیم کر لیا۔

حسینؑ ابن علیؑ ابن الحسینؑ العلوی کے واقعات

ہادی کی تخت نشینی کے دوسرے مہینے حسینؑ ابن علیؑ ابن الحسینؑ العلوی کے واقعات پیش ہوے اُن کی خلاصہ کیفیت یہ ہوئی کہ عمر ابن عبد العزیز ابن عبداللہ ابن عمر ابن الخطاب۔ مہدی کی طرف سے مدینہ کے عامل تھے۔ عمر اور حسینؑ ابن علیؑ سے باتوں باتوں میں تنازع ہو گئی۔ اور اُس میں اتنی ترقی ہو گئی۔ کہ جانبین سے حرب وضرب کی آمادگی اور مستعدی ہوئی۔ عمر نے اپنی ماتحتی فوج کے علاوہ تمام بہی خواہان بنی عباسیہ کو اپنے پاس جمع کیا۔ حسینؑ بھی۔ حریف کے انتظام کی خبر پاکر اُس کے پورے مقابلہ کا سامان کرنے لگے۔ اور مکہ و مدینہ زاداللہ شرفہما کے اطراف وجوانب میں اپنی اعانت ونصرت کی دعوت فرمانے لگے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس بھی اعوان وانصار کی ایک معتدبہ جمعیت جمع ہو گئی۔

جب دونوں طرف مقابلہ کے سامان تیار ہو گئے تو ایک دن صبح سے لیکر شام تک جانبین میں بازار حرب وضرب بڑے زوروں سے گرم رہا نتیجہ یہ ہوا کہ عباسیوں کو سادات کے مقابلہ میں پوری ہزیمت ہوئی۔ اور وہ سب کے سب شکست کھا کر اپنے اپنے گھروں میں گھس گئے اور در بند کر لیے۔

حسینؑ ابن علیؑ ابن الحسینؑ العلوی کے ہمراہیوں نے منصور ہو کر مدینہ کے بیت المال کو لوٹا۔ اُس میں بہتر ہزار دینار کی رقم مخزونہ پائی گئی۔ وہ تمام جمع اُسی وقت آپس میں تقسیم کر لی گئی

دوسرے دن بار دیگر صبح سے شام تک آپس میں تلوار چلتی رہی نتیجہ یہ ہوا کہ عباسیوں کو پھر سادات کے مقابلہ میں شکست پر شکست نصیب ہوئی اور پھر وہ بھاگ کر اپنے گھروں میں چھپ رہے۔

حسینؑ ابن علیؑ ابن الحسینؑ العلوی اپنی فتحیابی کے بعد گیارہ دن تک مدینہ منورہ کا انتظام درست کرتے رہے۔ بارھویں دن وہ مدینہ سے مکہ معظمہ زاداللہ شرفا کی طرف چلے گئے۔ اور وہاں پہنچکر اُنہوں نے عام طور سے یہ منادی کرادی کہ جو شخص میری اطاعت قبول کرے گا وہ ہر طرح سے امن وامان میں رہے گا۔ اور آزاد محض سمجھا جائیگا۔ اس حکم عام کے سنتے ہی تمام خاص وعام۔ آزاد وغلام۔ حسینؑ ابن علیؑ کی اطاعت پر کمر بستہ ہوگئے۔ اور اُن کی ہمراہی جمعیت میں حاضر ہوکر شامل ہوگئے۔

جب اس پر آشوبی کی خبر ہادی ابن منصور کو معلوم ہوئی تو اُس نے محمد ابن سلیمان عباسی کو ایک کثیر التعداد لشکر کے ہمراہ جو پہلے سے حج کے قصد سے مکہ معظمہ کا عازم تھا حسینؑ ابن علی علوی کے دفعیہ کی غرض سے روانہ کیا۔ محمد ابن سلیمان شاہی حکم پاکر ملیغار کرتا ہوا مکہ کے قریب پہنچا اور مقام ذی طوی میں مقیم ہوا۔ آٹھویں ذی الحجہ کو ترویہ کے روز طرفین سے مقابلہ ہوا صبح سے شام تک تلوار پر تلوار چلتی رہی۔ زوال کے قریب بہت سخت غبار اُٹھا۔ جسے دیکھکر حسینؑ ابن علیؑ کے ہمراہی سخت ہراساں اور مخوّف ہوے۔ اور اُنکی جمعیت میں یکایک انتشار پیدا ہوگیا۔ محمد ابن سلیمان نے اِس ناگہانی موقع سے منتفع ہوکر اپنے حملات میں اور سختی اور عجلت سے کام لیا۔ یہاں تک کہ وہ غبار بیٹھ گیا۔ اور اہل حجاز کی جمعیت میں کچھ تسکین کے آثار ظاہر ہوے۔ تو یکایک حسین ابن علی ابن الحسین علوی کی لاش زمین پر اُفتادہ پائی گئی۔ رئیس کو کومردہ پاکر۔ اب حسین کی جماعت میں اتنی جرأت اور اتنا استقلال کہاں کہ وہ حریف سے مقابلہ کی از خود ہمت کرسکیں۔ غرض آمناً فاناً۔ ان کی تمام جمعیت متفرق ہوگئی۔ اور جدھر سے آئی تھی اُدھر چل دی۔

محمد ابن سلیمان نے حسین کا سر کاٹکر تہنیت نامہ کے ساتھ ہادی کے پاس بغداد میں بھجدیا مورخین کا بیان ہے کہ ہادی نے حسین کے سر لانے والے کو۔ جو بہت بڑے انعام کا متمنی تھا۔ کچھ نہ دیا۔ بلکہ اپنے خادموں اور ملازموں کو۔ جو اس موقع پر اظہار مسرت کرنا چاہتے تھے۔ ڈانٹا اور کہا کہ خدا سے خوف کرو۔ یہ سلاطین ترک و دیلم کا سر نہیں ہے۔ بلکہ فرزندان رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ایک کا سر ہے۔ پھر اس پر اظہار مسرت کیا معنی۔

ہادی کے حکم سے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی گرفتاری

یہ تو حسین ابن علی ابن حسین علوی کا واقعہ تھا۔ اِس کا لفظ لفظ اور حرف حرف پڑھکر اچھی طرح فیصل کر لیا جا سکتا ہے۔ کہ یہ حسین علوی کا خاص ذاتی معاملہ تھا۔ اِس میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی سازش یا مشارکت کہیں سے ثابت نہیں ہوتی۔ اور نہ کم سے کم بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حسین ابن علی نے ان امور میں آپ سے مشورہ لیا تھا۔ یا آپ کا استمزاج طلب کیا تھا مگر نہیں ؏ ہر کجا پائے ستم رفت زبیں با بودیم۔ ہادی نے بھی اِس معاملہ کے بعد۔ اپنے باپ کی طرح سوچ لیا کہ سادات کے تمام مخالف سلطنت امور۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور استمزاج سے ہوتے ہیں۔ اور اس بنا پر۔ اُس نے اپنے باپ مہدی کی طرح جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو مدینہ سے بغداد میں بلا بھیجا۔ اور آپ بلا عذر اُس کے پاس چلے گئے صواعق محرقہ میں مرقوم ہے۔

ان الهادی حبسه ثم اطلق لانه رای علیا علیه السلام فی المنام یقول له فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم فانتبه فاطلقه لیلا

ہادی نے آپ کو بلا کر قید کیا۔ مگر ایک رات کو۔ خواب میں جناب امیر المومنین علیہ السلام کو آیہ ہل عسیتم الخ تلاوت فرماتے ہوئے دیکھا۔ اُس سے متنبہ ہو کر۔ ہادی نے اُسی رات کو رہا کر دیا۔

یہ معاملہ بجنسہ ویسا ہی ہے۔ جیسا مہدی نے ابھی ابھی آپ کے ساتھ کیا تھا۔ اور اُس سے پہلے اُس کے باپ منصور نے بھی کئی بار جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔ مگر ان تمام حرکات کے نتیجے جیسے منصور کو پیش آئے۔ ویسے ہی مہدی کو اور ویسے ہی ہادی کو۔ انسان کی ہیولیٰ پسند طبیعتیں روزانہ مشاہدات کے عادی اور خوگر۔ قدرت کے اظہار و آثار کو بالکل بھلا بیٹھتی ہیں۔ اور اپنی انانیت اور قوت و اختیار پر اعتبار کر کے ہر امر کے اجرا و تعمیل کے لیے اپنے آپ کو پورا آزاد اور خود مختار سمجھ بیٹھتی ہیں۔ اور آخر میں۔ ان تمام امور کے نتیجے سوائے ذلت اور بدنامی کے کچھ اور نہیں نکلتے۔

سادات کے معاملہ میں امام علیہ السلام کی برأت

اتنا لکھکر ہم اپنی کتاب کے ناظرین کو عموماً اور بنی عباسیہ کے مؤیدین کو خصوصاً مزید اطمینان

کے لئے اس امر کی شہادت اور تصدیق کی تفصیل میں پھر بیان کئے دیتے ہیں۔ جیسا کہ ابھی ابھی اوپر لکھ چکے ہیں کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام حسین ابن علی علوی کے معاملات میں بالکل علیحدہ اور قطعی بے سروکار تھے۔ ہم اس کا ثبوت شرح صافی کی اصل عبارت سے ذیل میں مندرج کرتے ہیں۔

لما خرج الحسین ابن علی المقتول بفخ واحتوی علی المدینة دعا موسی ابن جعفر علیهما السلام الی البیعته فقال له یا ابن عم لا تکلفنی ما کلف ابن عمك ابا عبد الله فیخرج منی ما لا ارید کما خرج من ابی عبد الله ما لم یکن یرید فقال له الحسین انما عرضت علیك امرا فان اردت دخلت فیه وان کرهت لم احملك علیه والله المستعان ثم ودعه فقال له ابو الحسن موسی ابن جعفر علیهما السلام حین ودعه یا ابن عم انك مقتول وانا لله وانا الیه راجعون احتسبکم عند الله من عصبة۔ ثم خرج الحسین وکان امره ما کان قتلو کلهم کما قال علیه السلام

یعنی حسین ابن علی رضی اللہ عنہ نے جو مقام فخ پر قتل کئے گئے۔ جب فوج کشی کی اور اُن کا تسلط مدینۂ منورہ پر بخوبی ہوگیا تو اُنہوں نے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ آپ میری بیعت کر لیجئے۔ اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ۔ اے میرے ابن عم تم مجھکو وہ تکلیف نہ دو۔ جو تمہارے ابن عم (نفس زکیہ) نے میرے پدر بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو پہنچائی تھی۔ شاید میری زبان سے بھی اسوقت وہی کلمات نکل جائیں جنہیں کہنا میں پسند نہیں کرتا جیسا کہ میرے والد بزرگوار حضرت صادق آل محمد علیہ السلام نے محمد نفس زکیہ کے بارے میں ارشاد فرمائے جنہیں وہ اُن کے حق میں کہنا نہیں چاہتے تھے۔ آپ کی تقریر سُنکر حسین نے کہا کہ میں نے جو آپ کی خدمت میں استدعا کی تھی اُس میں آپ کو پورا اختیار ہے اگر آپ کی طبع ہمایوں میں آوے۔ تو مجھسے اِس امر میں اتفاق فرمایا جاوے اور اگر خلاف مزاج ہے تو آپ کے لئے کوئی مجبوری نہیں ہے۔ میرے جملہ امور کا معین و مددگار میرا پروردگار ہے۔ یہ کہکر حسین ابن علی نے آپ کو رخصت کر دیا۔ جب آپ اُن سے رخصت ہو کر معاودت فرمانے لگے تو آپ نے اُنہیں وداع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یا ابن عم تم اس واقعہ میں مقتول ہو گے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں تم کو خدائے سبحانہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے قرابت داروں میں شمار کرتا ہوں۔ بعدازاں حسین ابن علی نے خروج کیا اور وہ مارے گئے اور تمام اُمور اُسی طرح پیش آئے جس طرح جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

اِس واقعہ سے صورت حال دریافت کر کے وہ کون ایسا عقل کا اندھا ہوگا جو حضرت امام موسیٰ کاظم

علیہ السلام کو ان کے معاملات میں شریک اور معین سمجھے گا حسینؑ ابن علیؑ کی استدعا پر آپ کا قطعی انکار صاف صاف بتلا رہا ہے کہ آپ کو ان امور سے کوئی تعلق اور کوئی سروکار نہیں تھا۔ نہ یہ امور آپ کی استرضا سے ہوئے تھے۔ باوجود اس کے جناب امام موسی کاظم علیہ السلام جیسا کہ ابھی ابھی آپ کے خاص کلام ہدایت التیام سے ظاہر ہوا حسینؑ ابن علیؑ کی قرابتداری اور عزیز قریب ہونے کی تصدیق فرماتے ہیں۔ مگر ان امور خاص میں اُن سے اپنی قطعی علیحدگی اور بے تعلقی کا پورا اظہار کرتے ہیں اور اپنے موجودہ منصب جلیلہ امامت کی رو سے جس طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت زید شہید رضؓ کو اور جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے محمد نفس زکیہ کو صلہ رحم۔ محامد اشفاق اور مکارم اخلاق کے تقاضہ سے۔ ان امور میں پوری موعظت فرمائی اور ان سے روکنا اور باز رکھنا چاہا اور یہ خیال کر کے کہ شاید وعظ و پند سے متاثر ہو کر یہ حضرات اپنے اپنے ارادوں سے باز رہیں تو ان کی غریب جانیں قتل و ہلاکت کی مصیبتوں سے بچ جائینگی کیا یہ امور ان ذوات مقدسہ کے محاسن اخلاق اور مکارم اشفاق کے ثبوت کامل ہونے کے علاوہ۔ آپ حضرات کی حسن تدبیری اور عاقبت اندیشی کی اعلے مثال ثابت ہوتے ہیں اسی طرح اس وقت جناب امام موسی کاظم علیہ السلام نے اپنے سلسلہ کلام میں حسینؑ ابن علیؑ کو۔ اُن کے آیندہ نتیجوں کی پوری اطلاع دیکر یہ امید کی کہ شاید میری موجودہ موعظت سے موثر ہو کر یہ اپنے موجودہ ارادوں سے باز رہیں۔ اور یہ اور ان کے ہمراہی کشت و خون سے بچ جائیں مگر جس طرح محمد نفس زکیہ نے اپنے زمانہ کے شفیق ناصح کی ہدایت و ارشاد پر کوئی توجہ نہیں کی۔ اُسی طرح حسینؑ ابن علیؑ کے دل پر اپنے ہمعصر مقتدا اور رہنما جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کے کلام ہدایت التیام کا کوئی اثر پیدا نہ ہوا۔ اور آخر کار پردہ قدرت سے وہی امور معرض ظہور میں آئے جو ان کے لئے روز ازل سے مقدر ہو چکے تھے۔

موئیدین بنی عباسیہ ان تمام قرینوں کو دیکھکر پھر کس طرح ان امور کی تحریک یا تعلیم کو جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات پر عائد کر سکتے ہیں۔ کیا ایسا صاف جواب دینے والا مخالف۔ سازش اور اتفاق کے برعکس۔ مخالف کو ترک مخالفت سے ڈرانے والا کبھی کسی مدبّر کی مدبرانہ نگاہوں میں۔ ان امور کے لیے مشتبہ ہو سکتا ہے۔ نہیں کبھی نہیں۔ قرائن صاف صاف بتلا رہے ہیں کہ ایسے شبہہ ایسے پاک و صاف ثابت ہونے والے شخص کی نسبت صرف ظاہری اور عذر بدتر از گناہ ہیں۔ جو عوام کالانعام کی خاص فریب دہی غرض سے اِدھر اُدھر مشہور کئے گئے تھے۔

ان شبہوں کا مقصود اصلی وہی قدیمی مخالفت تھی۔ جو ہادی کے اسلاف و اخلاف میں سلسلہ

بسلسلہ چلی آتی تھی۔ اُن کی تمنائے قلبی وہی حسد و نفسانیت تھی۔ جو حکومت و سلطنت ملتے ہی بنی عباس کو بنی فاطمہ کے ساتھ شروع ہوگئی۔ صرف اس خیال پر کہ یہ اپنے دنیاوی عزت واقتدار کو اُن کے منصب امامت کے روحانی عزو وقار سے برابر مساوی ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ انہی فکروں میں۔ مخالفین کی۔ عمریں تمام ہوگئیں۔ جانیں کھپ گئیں دولتیں صرف ہوگئیں۔ خزانے کے خزانے لُٹ گئے۔ ہزاروں بندگان خدا کی جانیں تلف ہوگئیں اور ملک و رعایا پر انواع اقسام کی مصیبتیں گزر گئیں۔ مگر کبھی ایک بار بھی اُن کی تمنائے دلی پوری نہ ہوئی اور مراد خاطر نہ برآئی۔ اور منتظم حقیقی نے ان کی پوری قوت کی پرزوریوں اور پرجوشیوں کے بڑھتے ہوئے عین زمانہ میں اپنی بارہ حجت ہائے مستقیمہ کو۔ اُن کے خاص خاص زمانہ میں پیدا کرکے۔ اور اُن سے وہ امور تمام وکمال پورے کرائے جو ہر زمانہ میں اُن کی ذات بابرکات سے متعلق فرمائے گئے تھے۔ ان کو باطنوں کو اپنی قوت و جبروت کا کامل مشاہدہ کرادیا۔

بہرحال حسینؑ ابن علیؑ کی مصیبتیں بھی۔ سادات بنی حسنؑ کے مصائب و شدائد سے ہرگز کم نہیں تھیں۔ مورخین اسلامی نے ان غریبوں کی اخیر حالتوں میں لکھا ہے کہ محمد ابن سلیمان ان کا خاتمہ کرکے ان کی لاشوں کو اسی طرح میدان کارزار میں بغیر دفن و کفن کے چھوڑ چھاڑ کر چلتا ہوا۔ اور ان غریب کشتوں کی لاشوں کو مراسمات فاقبرہ کی تعمیل واجبی کے لایق بھی نہ سمجھا۔ حاکم وقت کے خوف سے کوئی ان مردوں کے پاس بھی نہ آتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی لاشیں طعمۂ جانوران صحرائی ہوگئیں۔

ہارون الرشید کے خلاف ہادی کی کوششیں

یہ تو ہادی کے وہ مسالک تھے۔ جو اُس نے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ خصوصاً اور تمام سادات کے ساتھ عموماً۔ اپنے زمانہ حکومت میں ظاہر کئے۔ اُس کی مدت سلطنت کل ایک سال اور کئی مہینہ تک قایم رہی۔ اِس کے ذاتی احوال و افعال کی نسبت صاحب روضۃ الصفا تاریخ حافظ آبرو کے اسناد سے لکھتے ہیں۔

ہادی اپنے دادا منصور کی طرح بہت بڑا سفاک اور عام خونریزی میں نہایت بے باک تھا۔ کسی کی جان لینے اور خون بہانے میں اُسے مطلق تامل نہیں ہوتا تھا۔ اُس کے غیظ و غضب کے وقت نہ اپنے کی تمیز باقی رہتی تھی نہ بیگانے کی۔ ذرا سا شبہ ہونے پر کسی کی جان لینی اور اُس کو قتل کر ڈالنا۔ اُس کی خاص عادت تھی۔ پھر چاہے وہ اُس کا کتنا ہی قریب عزیز اور شریک

در رفیق کیوں نہو۔ وہ کچھ نہیں جانتا اور کچھ نہیں سمجھتا۔ تاریخ طبری میں مرقوم ہے۔
کہ خیزراں۔ اس کی ماں۔ مہدی ہی کیوقت سے تمام کاروبار ملکی میں دخیل تھی۔ اور ایسی کہ ادنی نوکر
سے لیکر وزیر سلطنت تک۔ کوئی شخص۔ کوئی کام بغیر اس کی اجازت اور مشورت کے نہیں کرسکتا تھا۔
دربار کے تمام امرا و اراکین دونوں وقت اس کی خدمت میں حاضر ہوکر کاروبار ملکی کے متعلق اپنے
تمام عرض و معروض پیش کیا کرتے تھے۔ ہادی کے دربار سے خیزران کا دربار آراستہ ہوا کرتا تھا۔ ہادی
کو ماں کی یہ مداخلت نہایت ہی بری معلوم ہوتی تھی اور وہ ماں سے ان تمام اختیارات کو منتزع
کرنے کی فکریں کیا کرتا تھا۔ اس نے ایک بار دربار کے امرا کو سخت ممانعت کردی کہ آج سے کوئی اُس
کے سلام کو نجائے اور نہ کاروبار ملکی کے متعلق کسی قسم کی اطلاع اُسے پہنچائے۔ ہادی کے اس فرمان
کی پوری تعمیل نہیں کی گئی۔ بلکہ یہ ہوا کہ چند امرا نے ہادی کے فرمان کو تسلیم کیا۔ اور چند اپنے قدیم
دستور پر قایم رہے۔ ہادی نے جب دیکھ لیا کہ اس امر میں ہماری شاہی تہدید و تاکید سے بھی
کوئی کام نہیں نکلتا تو آخرکار۔ اپنی شقاوت قلبی کے تقاضہ سے اُس نے ماں کے قتل کرنے اور
اُس کے مار ڈالنے کی ترکیب سوچی۔ اور اپنے اس ناہنجار ارادے کو اس طرح ایک دن عملی صورت
میں لایا کہ ایک طبقچہ میں شیر برنج جموائے اور اس میں سے آدہی کھائی اور آدہی پر پسا ہوا زہر چھڑک
کر۔ ماں کے پاس بھجوا دیا۔ اور یہ کہلوایا کہ مینے آج اسے اپنے خاص اہتمام اور فرمائش سے
پکوایا ہے نصف اس میں سے کھالی ہے۔ مجھے نہایت خوش مزہ اور بادائقہ معلوم ہوئی۔ میری سعادت
و رشادت کا یہ تقاضہ نہیں ہوا کہ میں اسے آپ کے کھلائے بغیر کھا جاؤں۔ اس واسطے آپ کے
پاس بھیجتا ہوں کہ آپ اسے میری خاطر سے ضرور نوش فرمائیں۔ خیزران کے دل میں ہادی کی طرف
سے جتنی جگہ اور جیسی خاطر تھی وہ دنیا کو معلوم تھی خیزراں ہمیشہ ہادی کی طرف سے بدظن رہا کرتی تھی
اور ویسا ہی ہادی اس کی طرف سے بدگمان رہا کرتا تھا۔ خیزراں ہادی کے یہ بیجا اور بے وقت
اشفاق و اخلاص دیکھکر دل میں سمجھ گئی کہ کچھ دال میں کالا ہے۔ اُس نے وہ شیر برنج لے لی
مگر کھائی نہیں۔ ایک کتا۔ سامنے کھڑا تھا۔ اُس کے آگے ڈال دی۔ وہ کتا اُس کو کھاتے ہی
زمین پر لوٹ پوٹ کر فوراً مر گیا۔ یہ حالت دیکھکر خیزراں نے ہادی کے پاس کہلا بھیجا کہ تجھے خدا
سے شرم نہیں آتی کہ تو اپنی ماں کو زہر دیتا ہے۔ ہادی تو ماں سے جلا بیٹھا تھا۔ اُس کے جواب
میں کہلا بھیجا کہ ہماری ماں ہی ایسی ہے۔ اور اُس نے اپنے آپ کو ایسا ہی فضیحت اور رسوا
کر رکھا ہے کہ اُس کی بدنامی اور رسوائی سے۔ خود مجھے سخت شرم آتی ہے۔ اور آجتک
کوئی بادشاہ روے زمین پر ایسا نہیں گزرا ہے جس نے اپنی ماں کی شرکت کے ساتھ
سلطنت کی ہو۔ اور کوئی فرمانروا۔ ابتک ایسا نہیں ہوا۔ جس نے عورتوں کو مردوں کے

ہمراہ امور ملکی میں دخیل کیا ہو۔ طبری جلد چہارم صفحہ ۵۱ئ۔
ہرثمہ ابن اعین جو بنی عباسیوں کا قدیم خیر خواہ تھا۔ اور اراکین سلطنت میں اسوقت بہت صاحب اعزاز اور اہل امتیاز۔ ناقل ہے کہ ایک مرتبہ شب کے وقت مجھے ہادی نے اپنے خاص چوبدار کی معرفت بلا بھیجا۔ چونکہ خونریزی میں اُس کے پائے ہمت جادۂ اعتدال سے بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اِس لئے مجھے اپنی جان کا بہت بڑا خوف ہوا۔ مگر پھر خلاف حکم ہونے کی وہشت سے نہایت عجلت کے ساتھ اُس کے چوبدار کے ہمراہ روانہ ہوا۔ جب اُس کے پاس پہنچا تو اُس نے میرے آتے ہی تمام درباریوں کو اُٹھا دیا۔ اور دروازے بند کرا لئے۔ اُس کے یہ غیر معمولی انتظام دیکھکر میں بید کی طرح سر سے پاؤں تک کانپنے لگا۔ مگر خموش رہکر اُس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا جب وہاں کوئی نہ رہا۔ اور ہادی کو کامل خلوت ہو جانے کا یقین ہو گیا۔ تو اُس نے مجھے اور قریب بلایا۔ اور کہا اے ہرثمہ تم دیکھتے ہو کہ اس ناپاک کتے یحیٰ ابن خالد برمکی کی عداوت کی چالیں میرے ساتھ کیسی ہو رہی ہیں۔ اور یہ کمبخت ہمیشہ مجھے آزار پر آزار دیتا رہتا ہے۔ اور تمام دنیا کو میرے بھائی ہارون کی اطاعت پر آمادہ اور مستعد کرتا ہے۔ اور ان تمام باتوں سے اُس کی اصلی مراد یہ ہے کہ میں مارا جاؤں اور ہارون تخت سلطنت پر بٹھلایا جاوے۔ اِس وقت میری غرض تمہارے بلانے اور خلوت کے اتنے انتظام کرنے کی صرف اتنی ہی ہے کہ تم سے جس طرح ہو سکے ہارون کا سر کاٹ لاؤ۔
ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں اُس کی یہ انوکھی فرمایش سنکر تصویر کی طرح خموش ہو گیا۔ اور دیر کے بعد ڈرتے ڈرتے کہا کہ ہاروں رشید آپ کا حقیقی بھائی ہے۔ اور آپ کی ولیعہدی کے لئے وہ قبل سے نامزد ہو چکا ہے۔ اب اگر اُس کی موجودہ حالت بے قصوری میں۔ میں اُسے مار ڈالوں تو عنداللہ و عندالناس دنیا میں اپنے اِس ناہنجار کردار کے لئے کیا جواب دوں گا۔ ہادی نے جواب دیا کہ تجکو میری اطاعت ہر حال میں واجب اور لازم ہے۔ اگر تم میرے حکم کے مطابق تعمیل نہ کرو گے تو یاد رکھنا کہ میں اُس کے عوض میں تمھیں فوراً قتل کرا ڈالوں گا۔ یہ سنکر میں نے کہا کہ بہتر جو آپ کی خواہش ہے۔ وہی ہو گا۔
جب ہادی مجھسے اقرار لے چکا تو کہنے لگا کہ جب تجھے ہاروں رشید کے معاملہ سے فراغت ہو جاوے تو تم فوراً قید خانہ میں چلے جانا۔ اور اُس میں جتنے۔ سادات اولاد ابیطالب علیہ السلام سے موجود ہوں۔ تم اُن سب کو بلا تامل قتل کر ڈالنا۔ اور اُن کے کثیر التعداد ہونے کی وجہ سے اگر تم کو اُن سب کے مارنے کے لئے کافی وقت نہ ملے۔ تو تم سے جتنے قتل ہو سکیں۔ قتل کرنا۔ بقیہ کو دریائے دجلہ میں غرق کر دینا۔

اور جب اِن امور سے فراغت ہو جائے تو اپنی موجودہ جمیعت کیساتھ اور کچھ سرہنگان سلطانی کے ہمراہ۔ شہر کوفہ پر چڑھائی کر دینا۔ اور اُس شہر میں بنی عباس اور اُن کے اعوان و انصار سے تمھیں جتنے آدمی ملیں سب کو شہر بدر کر ڈالنا۔ اور خاص شہر کوفہ میں آگ لگا کر تمام شہر کو خاک سیاہ کر ڈالنا۔

ہرثمہ ابن اعین کا بیان ہے کہ میں اُس کے یہ مجنونانہ اور سلسلہ وار حکم سُن سنکر مبہوت ہو گیا۔ مگر تاہم۔ ڈرتے ڈرتے دبی زبان سے یہ عرض کی۔ کہ یہ تمام امور بہت بڑے اہم اور عظیم الشان ہیں اور اُن کے آئندہ نتیجہ اچھے نکلتے ہوئے معلوم نہیں ہوتے۔ میری یہ تقریر سنکر ہادی نے تھوڑی دیر تک سر نیچا کر کے غور کیا۔ پھر سر اُٹھا کر کہا میں اس معاملہ میں کیا کروں۔ اِن کاموں کے بغیر میرے لئے کوئی چارہ نہیں ہے۔ اب چاہے میری سلطنت رہے اور چاہے چلی جاوے۔ مگر میں جو حکم دے چکا وہ دے چکا۔ اُسے واپس نہیں لے سکتا۔ اتنا کہکر اُس نے مجھسے کہا کہ تم یہیں ٹھہرے رہو میں اندر سے ابھی باہر آتا ہوں یہ کہکر وہ محل کے اندر چلا گیا۔

ہادی ابن مہدی کی یکایک موت

ہرثمہ ابن اعین کا بیان ہے کہ میں دروازہ محل پر کھڑا رہا اور وہ اندر چلا گیا۔ اُس کے ٹھہرانے سے مجھے سخت خوف ہوا اور میں نے اپنے دل میں یہ سوچا کہ ایسے متلون مزاج۔ ضدی اور ظالم بادشاہ سے کچھ تعجب نہیں ہے کہ مجھے قتل کرے اور اسی سامان کے لئے اندر گیا ہو۔ اسی خیال میں مجھے وہاں آدھی رات سے زیادہ گذر گئی اور ہادی باہر نہ آیا۔

میں ابھی اسی شش و پنج میں تھا کہ ایک خادم محل شاہی سے برآمد ہوا اور مجھسے کہنے لگا کہ تمھیں امیر بلاتے ہیں۔ یہ سنتے ہی میرے اور حواس جاتے رہے اور میں دیر تک سکتہ کے عالم میں چپ کھڑا رہا۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ اپنی موت کا کامل یقین۔ کر کے کلمہ شہادت پڑھتا ہوا۔ خادم کے ہمراہ ہو لیا۔ اور اُس مقام تک پہنچ گیا۔ جہاں سے شاہی محلات کی آوازیں سنائی دی جانے لگیں۔ میں یہاں پہنچکر رک گیا۔ اور سوچا کہ اگر یہاں سے آگے بڑھوں گا۔ تو ہادی کو میرے قتل کا ایک اور آسان اور جائز ذریعہ ہاتھ آجائے گا۔ اور وہ کہیگا کہ تم نے میرے ناموس کی عصمت کا بھی خیال نہیں کیا اور ایک معمولی خادم کے فقط زبانی کہدینے سے میرے محل کے اندرونی حصہ میں بیدھڑک گھستا چلا آیا پھر اُس وقت اُس کے اعتراض کا جواب میرے لئے بہت دشوار ہو جائے گا۔ یہ سوچکر میں ٹھہر گیا خادم نے ہر چند اصرار کیا۔ مگر میں نے قدم نہ اُٹھایا۔ آخر وہ خادم اندر چلا گیا۔ اس اثنا میں ایک عورت کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ ویحلث یا ھرثمہ۔ میں ہوں خیزران۔ ہادی کی ماں۔ اور تیری ملکہ میں

نے تجھے اِس لئے باہر سے بلا بھیجا ہے کہ اندر آکر دیکھ تو کہ کیا واقعہ ہے یہ سنکر میں اندر گیا۔ تو بار دیگر خیزراں نے پس پردہ سے کہا کہ ہادی تو مر گیا۔ اور خداوند عالم نے تمام مسلمانوں کو اُس کے ظلم وجفا کے سخت اور غیر متحمل مصیبتوں سے چھڑا دیا۔ اُس کے قریب جا کر اُس کا حال تو دیکھ میں دوڑا ہوا گیا۔ اور اُس کی چارپائی کے پاس پہنچکر اُس کی نبض پر ہاتھ رکھا۔ تو اُسے مردہ پایا میں نے اُس کے دفعتاً مرجانے کی کیفیت پوچھی تو خیزراں نے کہا کہ یہ باہر سے آیا۔ اور ہارون کے قتل کا ارادہ ظاہر کیا۔ تو میں نے اُسے منع کیا۔ یہ سنکر اُسے ایسا غیظ وغضب آیا کہ وہ بالکل سکتہ کے عالم میں گرفتار ہوگیا۔ میں اُس سے ہارون کے معاملہ میں ہر چند اصرار پر اصرار کرتی رہی۔ مگر اُس نے ایک نہ مانی۔ بلکہ اُس کا غیظ وغضب دونا ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ اُس نے مجھسے کہا کہ اگر تم ہارون کے معاملہ میں مجھے زیادہ پریشان کروگی تو میں تمہیں اسی محل میں اسی وقت قتل کر ڈالوں گا۔ میں اُس کا یہ کلام سنکر فوراً علیحدہ ہوگئی اور نماز کو کھڑی ہوگئی۔ اور خدائے سبحانہ تعالیٰ کی درگاہ میں اپنی جان کی سلامتی کے واسطے دعائیں مانگنے لگی۔ کہ اتنے میں ہادی کھانسا اور ایک ہی کھانسی کے ساتھ اُس کی روح پرواز کر گئی۔ میں دوڑ کر ایک آبخورہ میں پانی لائی۔ اُس کے مُنہ پر چھڑکا اور دو چار قطرے حلق میں بھی ٹپکائے۔ مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ اور وہ ویسا ہی کا ویسا اسوقت تک پڑا ہے۔ اب تم جا کر یحییٰ ابن خالد برمکی کو اس واقعہ کی فوراً اطلاع کرو۔ اور اُس سے میرا پیام کہو کہ قبل اِس کے کہ ہادی کی خبر وفات مشتہر ہو۔ ہاروں رشید کی مسند نشینی ہو جاوے۔

ہرثمہ ابن اعین کا بیان ہے کہ میں خداوند عالم کے نظام قدرت کے قوی تصرفات اور اُس کی جبروتی انتظامات کو دیکھکر حیران ہوگیا کہ کہاں تو ابھی ابھی ہادی چند ساعت پیشتر ہارون کے لیے کیا سامان پیش کرنے والا تھا اور آناً فاناً وہی سامان اُس کی عوض اُسی کے لئے آ موجود ہوئے اور پھر اُن کے آگے ہادی کی کچھ بھی نہ چلی۔ زور حکومت۔ قوت سلطنت اور دولت سے بھرے ہوئے خزانوں کے خزانے۔ دھرے کے دھرے رہ گئے۔ اور قدرت نے جو چاہا وہ کر لیا۔

واللہ یفعل ما یشاء وھو علی کل شئ قدیر۔

اِس طول وطویل واقعہ کو پڑھکر ہر شخص باآسانی سمجھ لے سکتا ہے کہ ہادی کی ظالم طبیعت عام خونریزی اور قتل وغارت میں کیسی سفاک اور غایت درجہ کی بیباک واقع ہوئی تھی۔ جب اُس نے اپنی خود غرضی اور نفسانیت کے سامنے ہارون الرشید تک کو قتل کرنے کا پورا ارادہ کر لیا تو دوسرا غیر کب اُس کے پنجۂ عقوبت سے چھوٹنے کی امید رکھ سکتا ہے۔

اِسی امر کے ساتھ۔ یہ بات بھی ثابت ہوجاتی ہے کہ ہادی کو ہارون کے قتل کے ارادوں کے ساتھ سادات کی تباہی وبربادی بھی ابھی بھولی نہیں تھی۔ وہ ابھی اُس کے دل سے لگی ہوئی تھی اور

وہ سادات کشی کو بھی ایسا ہی واجب التعمیل سمجھتا تھا۔ جیسا ہارون کے قتل کو۔ جیسا کہ ہرثمہ کے بیان سے ابھی ابھی اوپر لکھا گیا ہے۔

ہادی کو ہارون کے قتل سے تو سلطنت اپنے بیٹے کو دینی منظور تھی۔ اور یہ نفع ذاتی متصور تھا۔ غریب سادات کے استیصال سے اُسے کیا ملنے والا تھا۔ مگر نہیں۔ استحکام سلطنت کی غرض سے ہادی سادات کے استیصال کو بھی ویسا ہی ضروری سمجھتا تھا جیسا کہ ہارون کے قتل کو اسی وجہ سے اُس نے ہرثمہ کو ہارون کے قتل کرنے کے ساتھ ہی آل ابیطالب علیہ السلام کی تمام اولاد واعقاب کے قتل عام کرنے کا حکم ناطق دیدیا تھا۔

اُس کی خود غرضی اور نفسانیت کا جنون اُس کے سر پر ایسا سوار تھا کہ وہ عموماً ہارون کی سازش اور اطاعت کا شبہہ تمام ملکی رعایا پر کرنے لگا تھا۔ اس وجہ سے اُس نے ہارون اور سادات کے مارڈالنے کے بعد۔ شہر کوفہ کے تمام تباہ وبرباد کئے جانے کا حکم دے دیا تھا۔ ہادی اپنی متلون مزاجی اور عام بدظنی کے اعتبار سے ہندوستان کا محمد شاہ تغلق اور عالمگیر تھا۔

یہ تمام واقعات اُس کی غایت درجہ کی سفاکی اور ظالمانہ بیباکی کو کامل طور سے ثابت کرتے ہیں اُس کی بیباکی اور سفاکی کا ایک عبرتناک واقعہ۔ روضۃ الصفا کے ترجمہ سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

ہادی ایک دن دربار میں بیٹھا تھا کہ محل شاہی کا فراش کسی ضرورت سے آیا۔ ہادی کے سامنے تیر وکمان رکھی ہوئی تھی۔ اُس نے یکایک اپنے ندیموں کو مخاطب کرکے کہا کہ دیکھو میں اس فراش کو تیر مارتا ہوں ایسا کہ اُس کے سینہ سے پار ہوکر دیوار میں دھنس جائے گا۔ اِسی سے تم لوگوں کو میری جسمانی قوت اور میرے ہاتھ کی تیاری کا پورا اندازہ ہو جائے گا۔ یہ انوکھی فرمائش سُنکر بیچارے ندیموں کے ہوش وحواس جاتے رہے۔ اُن لوگوں نے اُس غریب فراش کی مفت جان جاتے ہوئے دیکھکر خلیفہ سے عرض کی کہ حضور کی قوت اور مشق کامل کا بغیر کسی مشاہدہ کے ہم جان نثاروں کو خود اعتبار ہے۔ اِس کی کیا ضرورت ہے کہ خادمان والا بار بار اِس کے امتحان دینے کی زحمت گوارا فرمائیں۔

ہادی پر تو اُسکی فطرتی ظلم وشقاوت کا جنون سوار ہو چکا تھا۔ اُس کا اُترنا اب قطعی محال تھا۔ اُسنے اپنے ندیموں کی سفارش پر کوئی اعتنا نہیں کی اور نشانہ پر اپنا تیر لگا ہی دیا۔ اتفاق وقت سے وہ قیامت کا تیر بیچارے فراش کے عین وسط قلب پر بیٹھا اور فوراً اُس کے قلب کو توڑتا ہوا پشت سے باہر ہو گیا۔ اور وہ غریب دم کے دم میں بیدم ہو گیا۔ جب وہ سرد ہو گیا تو ہادی کی گرم جوشی ٹھنڈی پڑی۔

پھرع چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔ کا مصداق بنکر۔ اپنی طرف سے اُس کے بے کار مارے جانے پر کمال افسوس وحسرت کرنے لگا۔ غرضکہ سلطنت کی طرف سے اُس کے اہل وعیال کی گزران کے لیے کچھ وظیفہ مقرر کر دیا۔ اور اس طرح دنیا کی نگاہوں میں اپنے ظلم وستم کی تلافی کی ظاہری اور مصنوعی صورت نکال لی۔

مگر صاحب روضۃ الصفا کے قول کے مطابق۔ اُس غریب اور اجل نصیب خراش کے اہل وعیال کی ظاہری اشک شوئی اور دلجوئی تو ہادی نے خیر یوں کر دی۔ مگر تاہم ابھی وہ حدود خداوندی سے جو اُس کے مظالم کی باداش میں اُس پر واجب الاجرا تھا۔ بری نہیں ہوا تھا اور اُس کی معافی اور براءت کی۔ جب تک کہ النفس بالنفس کی پوری تعمیل نہ ہوئے۔ کب امید او یقین ہو سکتا ہے چنانچہ مورخ ممدوح اپنے اسناد سے تحریر فرماتے ہیں۔

کہ اس واقعہ کے بعد۔ فوراً اُس کی پشت پا پر ایک دانہ نمودار ہوا۔ اور اُس میں ایکبارگی ایسی خارش اور سوزش دفعتاً پیدا ہو گئی۔ کہ پھر وہ کسی طرح موقوف نہیں ہوئی۔ اطبائے سلطنت ہزاروں اور لاکھوں طبی ترکیبیں عمل میں لائے مگر اُس کی خارش اور سوزش بڑھتی ہی چلی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تین روز تک اسی حالت میں بسر کر کے چوتھے دن وہ مر گیا۔ اور ؏

پنداشت ستمگر کہ ستم بر ما کرد
بر گردن او بماند و بما بگذشت

کی کامل تصدیق کر گیا۔ ہادی کے حال کو خاتمہ تک پہنچا کر اُس کے کیرکٹر (Charachter) کے متعلق صاحب روضۃ الصفا یہ الفاظ درج فرماتے ہیں۔ کہ ہادی بہ قلت رحم وقساوت قلب خشونت طبع وشرارت نفس اتصاف داشت۔ روضۃ الصفا جلد سوم مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۸۰ ہماری کتاب کے ناظرین کو اسی سے سمجھ لینا چاہیے۔ کہ ایسی طبیعت اور اتنے معائب سے جو شخص بھرپور ہو وہ کس طرح۔ اُن ذوات مقدسہ کے ساتھ مساوات اور مماثلت کا دعوے کر سکتا ہے۔ جن کے اخلاق عدیم المثال۔ جن کی عادات بے نظیر اور جن کی سیرت لاجواب ثابت ہوتی ہیں۔ اُن کے تمام روحانی فضائل ومدارج کے اسانید سے قطع نظر کر کے۔ صرف انہی امور کا مقابلہ اور موازنہ جانبین کی حقانیت کا پورا اور کافی تصفیہ کر دیتا ہے۔

ہارون الرشید کی سلطنت

نام بڑھتا گیا جب ایک کے بعد ایک ہوا

ہادی کی ولیعہدی کے وقت ہی یہ مسئلہ طے ہو چکا تھا کہ ہادی کے بعد اُس کا چھوٹا بھائی ہارون الرشید

اُس کا قایم مقام تسلیم کیا جائیگا۔ اور اُس کے بعد تخت وتاج کا وارث بنے گا۔

بنی عباسیوں کی اندرونی مخالفت اور اُن کی ولیعہدی کا مسئلہ

ہم نے جہاں تک بنی عباسیوں کی ولیعہدی کے خاص مسئلہ پر غور کیا ہے۔ یہ امر معلوم ہوا ہی کہ السفاح نے منصور کے ساتھ پہلی ولیعہدی کی شرط کی تھی۔ چنانچہ وہ اُس کے بعد تخت نشین ہوگیا۔ مگر موسے نے ملک شام میں۔ السفاح کی قایم مقامی کا دعوے کیا۔ منصور نے انکار کیا۔ اور جانبین سے کشت وخون ہوا۔ اور ابو مسلم نے موسےٰ کو شکست دیکر منصور کو اس عوید اسلطنت کی طرف سے مطمئن کر دیا۔

منصور نے اپنی ولیعہدی کے لیے اپنے زمانۂ حیات میں اپنے بھائی عیسے کو نامزد کیا تھا۔ مگر تھوڑے زمانہ کے بعد خود غرضی اور نفسانیت نے اُس کی نیت میں تغیر پیدا کر دیا۔ اور اپنے ہی سلسلہ میں حکومت وامارت کو قایم رکھنے کا خیال زندہ ہوگیا تو۔ عیسے سے بجبر وستم ولیعہدی سے استعفاء دلوایا گیا اور اُس سے بہ زبردستی مہدی کی بیعت کرائی گئی۔

مہدی نے اپنے زمانۂ حیات میں اپنے دونوں بیٹوں (ہادی اور ہارون) کو یکے با دیگرے دولت شاہی اور خطاب ظل اللّٰہی سے سرفراز کرنا چاہا۔ اس لیے ہادی کا ولیعہد رشید کو بنایا۔ اور ساری رعایا سے ہادی کی حکومت کی پہلے اور پھر اُس کے بعد رشید کی امارت تسلیم کرائی گئی۔ مگر ہادی نے اپنے ہی زمانہ میں اس کو نسیاً منسیاً کر دیا اور بخلاف اس کے ہرثمہ ابن اعین کے ذریعہ سے جیسا کہ ابھی اوپر بیان کیا گیا رشید کے مارے جانے کی تجویز کی مگر بجاے اس کے کہ رشید مارا جاوے۔ ہادی خود مر گیا۔

ہماری اس مختصر تمہید سے معلوم ہوگیا کہ خلافت اسلامی کے براے نام خلفا۔ جتنے اِس وقت تک گزرے وہ سب کے سب اپنی خودغرضی اور نفسانیت کے غلام تھے۔ اپنی خواہشوں کے پوری کرنے کی تجویزوں میں وہ اپنے کسی یگانہ کو یگانہ سمجھتے تھے اور نہ بیگانہ کو بیگانہ۔ نہ انکو اپنے بزرگوں کی وصیت کا لحاظ ہوتا تھا اور نہ کسی کی صلاحیت اور قابلیت کا پاس۔ نہ وہ اپنی خودغرضی کے آگے اپنے وعدے کا کوئی خیال کرتے تھے اور نہ اپنے کلام اور قول پر کوئی نظر۔ اُن کا اصلی مقصود یہی ہوتا تھا کہ جس طرح سے ہوسکے اور جس تدبیر سے بن پڑے۔ اپنی تمنا پوری کی جاوے اور اپنا مقصود نکالا جاوے۔ چنانچہ منصور سے لیکر ہادی تک سب کے سب اِسی اصول کے

پابند تھے۔ اور ان لوگوں نے اپنی اپنی خلافت کے زمانہ میں۔ اپنے وعدوں کے خلاف جو کچھ کیا۔ یا جو کچھ کرنا چاہا۔ وہ اُنہیں طمع اور حرص کے تقاضے تھے۔ جو اُن کے دلوں میں جاگزین تھی۔ اُن کے ذاتی معائب اور اخلاقی کمزوریوں کو دیکھکر ہر شخص غایت درجہ کے تعجب اور حیرت سے ان کا ضرور نام لیگا۔ اور اگر اور کچھ نہیں تو اتنا کہنے کا ضرور مستحق ہوگا کہ اس طبیعت اور اوصاف کے لوگ۔ اور اسلام کے پیشوا۔ ایسے افعال اور رفتار کے بزرگ اور خلافتِ نبوی اور نیابت مصطفوی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دعویدار۔ بہرحال ہادی کے مرجانے کی خبر پاکر۔ یحیےٰ ابن خالد برمکی نے۔ جو ہمیشہ سے۔ ہارون رشید کی بہی خواہی کا دم بھرتا تھا فوراً رشید کی تخت نشینی کا سامان کیا۔ اور تمام اہل اسلام سے اس کی خلافت و امارت کو تسلیم کرایا یحیےٰ ابن خالد برمکی کون تھا اور ہارون کے ساتھ اس کے باہمی تعلقات کیسے تھے۔ اور کیونکر تھے۔ اِن تمام غیر ضروری باتوں کے بیان کرنے کے لیے۔ ہم کو آل برامکہ کی پوری تاریخ لکھنی ہوگی چونکہ اس سلسلہ کی تاریخ بذات خاص بہت بڑی طول و طویل ہے اور ملک میں اُن کے احوال کے متعلق جداگانہ دفتر کے دفتر مرتب ہو کر۔ تمام ملک و قوم میں ذائع و شائع ہو رہے ہیں۔ اِسلیے اب مجھکو ان کے حالات کے متعلق کسی جدید تفصیل و تشریح کی مطلق ضرورت نہیں سمجھ لینے کیلئے اتنا کافی ہوگا کہ آل برامکہ کا وجود اگرچہ منصور ہی کے زمانے سے پایا جاتا ہے۔ مگر حقیقت میں ان کے عروج و اقبال کا زمانہ مہدی کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔ ہادی اپنے زمانہ میں بعض لوگوں کے کہنے سننے سے یحیےٰ کی طرف سے مشتبہ و رہ بدظن ہو گیا تھا۔ مگر چونکہ اس سلسلہ کو دنیاوی ثروت و اقتدار میں بڑا حصہ ملنے والا تھا۔ اس لیے ہادی کا زمانہ بہت جلد ختم ہو گیا اور ان کے پورے عروج کا وقت پہنچ گیا۔

ہارون الرشید تخت سلطنت پر بیٹھا اور یحیےٰ کو۔ اس نے اپنا دستور معظم بنایا۔ اور اسکے تینوں بیٹے۔ فضل۔ جعفر اور محمد۔ بہت بڑے مدبر اور بہت بڑے فرزانہ روزگار شمار ہوتے ہیں۔ اِن کے اخبار و آثار میں اسلامی مورخین نے دفتر کے دفتر تیار کئے ہیں۔ بہرحال ہارون الرشید تو تخت سلطنت پر بیٹھکر اپنے تعیش کا بندہ ہو گیا۔ اور خلافت کے تمام معاملات اور ملکی مہمات یحیےٰ اور اُس کے دونوں بیٹے۔ فضل و جعفر کی سپرد گی میں چھوڑ دیئے۔

اِن میں سے جعفر کے ساتھ ہارون الرشید کو مفرط درجہ کی محبت تھی۔ اور ایسی کہ ایک جان دو قالب کے پورے پورے معاملات تھے۔ ہارون جعفر کا رضاعی بھائی بھی تھا۔ جعفر کی انتہائے محبت کے ثبوت میں عباسہ کے معاملات کافی ہیں۔ مگر ہر کمالے را زوال۔ ہمارے ناظرین کو

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان کا عروج داد بار دونوں ہارون الرشید ہی کے زمانہ میں شروع بھی ہوا اور تمام بھی ہوگیا۔ جیسا کہ بہت جلد ہمارے سلسلہ بیان سے ظاہر ہوگیا۔

ہارون الرشید و سادات کے حالات

اب ہم ذیل میں ہارون الرشید کے اُن مسالک کو۔ جو اُس نے سادات کے مقابلہ میں قائم رکھے بیان کرتے ہیں۔ جو ہماری موجودہ تالیف کے اصلی مدعا قرار پا چکے ہیں۔
ہم نے جہاں تک اِن امور کی تلاش کی ہے۔ ہمیں یہ امر ثابت ہوا ہے کہ وہ سادات کے امور میں عموماً اور جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے تعلقات میں خصوصاً۔ اپنے باپ اور بھائی سے بھی زیادہ سخت اور شدید تھا۔ کیونکہ اُن دونوں نے تو آپ کو صرف مدینہ سے بلا کر کل ایک سال تک بغداد میں نظر بند رکھے جانے کی تکلیف دی تھی۔ اور پھر روحانی مشاہدات سے متنبہ اور نادم ہو کر رہا کر دیا تھا۔ مگر اس نے تو یہ قیامت کی کہ اپنی عداوت وخصومت کی وجہ سے آپ کو مدینہ سے بغداد میں گرفتار کرلایا۔ اور پھر روز وفات تک اپنی قید ہی میں رکھا۔ اور نہ چھوڑتا تھا نہ چھوڑا۔ اور اس قید سخت کے عالم میں۔ تندمزاج ظالم اور جابر ترین لوگوں کو آپکی حراست وحفاظت پر مقرر کیا۔ اور ایسی ایسی تکلیفیں اُس برگزیدۂ خدا اور جگر پارہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچائیں کہ بیان سے بالکل باہر ہیں۔ اگرچہ اس کے مظالم کے زمانہ میں بھی انواع واقسام کے روحانی مشاہدات اس کے دیکھنے میں آئے مگر یہ غافل اور بدبخت ان تمام معاملات کو دیکھ دیکھکر بھی متنبہ اور موثر ہونے والا نہیں تھا نہ ہوا۔ اور آخر کار اپنے دست تظلم سے اس شمع امامت اور انوار ولایت کو خاموش ہی کر دیا۔

یحییٰ ابن حسن کے واقعات

سنہ ۱۷۰ ہجری میں ہارون اپنے بھائی ہادی کی جگہ تخت نشین ہوا۔ اور سنہ ۱۷۶ ہجری میں یحییٰ ابن عبداللہ ابن حسن کے واقعات پیش ہوئے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔
آثار جعفریہ میں اس سے قبل لکھا گیا ہے۔ کہ محمد نفس زکیہ کے قتل کئے جانے کے بعد عبداللہ محض کی اولاد اطراف عالم میں منتشر ہوگئی تھی۔ انہی لوگوں میں یحییٰ ابن عبداللہ ملک دیلم کی طرف نکل گئے تھے اور منصور کے وقت سے لیکر ہادی کے زمانہ تک اُسی اطراف کے مختلف مقامات میں پوشیدہ رہے۔ مگر اپنی پوشیدگی کے خاص عالم میں بھی وہ اپنی کوششوں سے غافل نہیں تھے۔ اور اپنی موجودہ حالتوں میں بھی وہ اپنی امارت کا سلسلہ جنبانی برابر کرتے رہے اس عرصہ میں اُن کے معاملات درست ہوتے گئے اور ترتیب پاتے گئے جب انہوں نے

اپنے امور میں استحکام و استقلال کے آثار پائے تو یکبارگی۔ اُن اطراف میں علانیہ خروج کر دیا
ہارون الرشید کو جب اِن کے حالات کی خبر پہنچی تو اُس کو سخت تردّد ہوا۔ اُس نے فوراً
فضل ابن یحییٰ برمکی کو پچاس ہزار فوج کے ساتھ یحییٰ کی مہم پر تعینات کیا۔ اور اُس کو کچھ مراحم شاہانہ
اور مکارم خسروانہ کا متوقع اور امیدوار بنایا۔

فضل شاہی فرمان پاتے ہی۔ اپنی جمعیت کے ہمراہ دیلم کی طرف روانہ ہوا۔ اور اُس نے یحییٰ
کے معاملات میں مقابلہ کرنے یا اُن کے مارنے یا گرفتار کرنے کی تجویزوں سے قطع نظر کرکے
اُن کے ملا لینے اور موافق بنا لینے کی فکر کی۔ چنانچہ اُس نے سفر کی تمام مسافت انہی تدبیروں
کے انتظام میں طے کی۔ ہر منزل سے یحییٰ کے نام خط لکھے۔ اور اُن میں اُنکو انعام و اکرام
سلطانی کے بہت سے وعدے وعید تحریر کئے۔ یحییٰ نے بھی آخر کار جانبین سے صلح
ہو جانے میں اپنی مصلحت دیکھی۔ اور اُس کے موجودہ اعوان و انصار نے بھی اُسے ایسی ہی
صلاح دی اس عرصہ میں فضل بھی یحییٰ کے قریب پہنچ گیا تو یحییٰ نے اپنے ایک معتمد آدمی کی معرفت
فضل کے پاس کہلا بھیجا کہ میں آپ کی صلاح سے اتفاق کرکے ترک مخالفت اور اختیار مصالحت
پر آمادہ تو ضرور ہوں مگر اس شرط پر کہ آپ بذات خاص میرے جان و مال کی حفاظت اور صحیح
و سلامت رکھے جانے کی اپنی طرف سے ضمانت فرمائیں۔

فضل نے یحییٰ کے یہ شرائط قبول کر لئے۔ اور اپنی طرف سے ضمانت کرکے اُسے امان لکھدی
اور اس کے بعد فضل نے ہارون کو بھی یحییٰ کے تمام معاملات کی اطلاع کر دی۔ وہ اِن معاملات
کو سنکر فضل کے محاسن خدمات سے بہت مسرور و مشکور ہوا۔ اور تمام علما و فضلا و فقہا و مشائخ
و عمائد بنی ہاشم وغیرہم کی گواہیوں سے۔ یحییٰ کے نام ایک دوسرا امان نامہ۔ مرتب اور مکمل کرا کے
اُس نے لکھنے کے مطابق فضل کے پاس بھیجدیا۔ اور اس امان نامہ کے ساتھ بہت سے نادر
اور گراں بہا تحفے اور ہدیے بھی یحییٰ کے لئے روانہ فرمائے۔

خلاصہ یہ کہ یحییٰ ابن عبداللہ ہر طرف سے مطمئن ہو کر فضل کے پاس چلے آئے اور فضل اُن کو اپنے
ہمراہ بغداد میں لایا اور ہارون الرشید کی خدمت میں حاضر کیا۔ ہارون نے بھی اُسوقت یحییٰ
ابن عبداللہ کی قدر و منزلت کرنے میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ اُن کو اپنے
قریب مسند شاہی پر بٹھلایا۔ اور خلعت ہائے فاخرہ اور عطایائے وافرہ سے سرفراز و ممتاز فرمایا۔

یحییٰ ابن عبداللہ کی اخیر سرگذشت

اب ہم یحییٰ ابن عبداللہ کی یہ پہلی تعظیم و تکریم۔ اور قدر و منزلت دکھلا کر۔ اِن کے اخیر عبرتناک اور

قابل افسوس واقعات قلم بند کرتے ہیں۔ ہم اوپر کئی مقام پر لکھ آئے ہیں کہ ظاہری اور نمایشی اخلاص واتحاد۔ بنی عباسیوں کی خصوصیات میں داخل تھے۔ وہ بنی اُمیہ کی طرح اپنے کام نکالنے کے وقتوں تک تو ہر شخص کے شریک بھی تھے اور ہمدرد بھی۔ مگر کام نکل جانے اور وقت ٹل جانے کے بعد نہ وہ کسی کے باقی رہتے تھے اور نہ کوئی اُن کا۔ یہی حال یحییٰ ابن عبداللہ کا بھی ہوا۔

ہارون الرشید نے پہلے تو اِن کی بڑی قدر ومنزلت اور تعظیم وتکریم کی۔ مگر تھوڑے ہی دنوں کے بعد اپنی اِن ظاہری اور زبانی اخلاص واتحاد پر بھی قائم نہ رہا۔ اور یحییٰ کو جعفر ابن یحییٰ برمکی کی حراست میں قید کر دیا۔ جعفر نے یحییٰ پر ترس کھا کر چھوڑ دیا۔ ہارون کو اس کی خبر لگ گئی۔ تو اُس نے یحییٰ کو راستہ سے پکڑوا منگایا۔ اور پانچ مہینے تک قید میں رکھکر اور آخر میں یہ الزام لگا کر کہ تم اہل دیلم کے ساتھ پھر خفیہ سازشیں کرتے ہو۔ تمہارے خط اُن کے نام اور اُن کے خطوط تمہارے نام پکڑے گئے ہیں۔ اُن کو قتل کر دیا۔

جعفر ابن یحییٰ برمکی کا قتل اور برامکہ کا زوال

اگرچہ یہ واقعات حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات سے تین برس بعد کے ہیں۔ اور اس لیے ہمارے موجودہ سلسلۂ بیان میں اُن کا قلمبند ہونا۔ قبل از وقت اور ترتیب کے خلاف سمجھا جائے گا۔ مگر چونکہ جعفر کی عبرتناک اور حسرت خیز قتل کا باعث یحییٰ ابن عبداللہ الحسنی کی رہائی بھی تبلائی جاتی ہے اور یہ بھی دنیا کو معلوم ہے کہ جعفر کے ایسے خوش اقبال نونہال کے قتل ہوتے ہی۔ اُس کے سارے خاندان پر ایکبارگی زوال آ گیا۔ اِس لئے ان تمام حالات وواقعات کے بیان کرنے کی ہم کو خاص طور پر مجبوری پیش آ گئی۔

بہر حال ۱۸۶ھ ہجری میں جیسے ہم آیندہ لکھیں گے۔ امین ومامون کے درمیان تقسیم ممالک کا انتظام کر کے ہارون الرشید کو اطمینان کلی ہو گیا۔ تو اُس نے جعفر کے معاملات کی طرف کامل توجہ کرنی شروع کر دی۔

یحییٰ ابن عبداللہ کو جعفر ابن یحییٰ برمکی نے کیوں چھوڑ دیا تھا۔ پہلے ہم اِس کو بیان کریں گے۔ تب جعفر کی سرگذشت کو آغاز کریں گے۔ یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ ہارون الرشید نے یحییٰ ابن عبداللہ کو جعفر کی حراست میں سپرد کیا تھا۔ ایک دن جعفر نے یحییٰ ابن عبداللہ کو۔ رات کے وقت خلوت میں بلوایا چونکہ جعفر کی طلبی سے۔ اور خصوصاً ایسے بے وقت یحییٰ غریب کو یقین ہو گیا کہ ہارون رشید نے جعفر کو اس وقت میرے قتل کا ضرور حکم دیا ہے۔ اِسی لیے میں بلایا جاتا ہوں

بہر حال۔ یحییٰ ابن عبداللہ حاضر کئے گئے تو یحییٰ نے جعفر کو مخاطب کر کے کہا کہ خدا کا خوف کرو۔ اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے شرم اختیار کرو۔ خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ نہیں نے کسی کا خون کیا ہے اور نہ سلطنت کے کسی دشمن کی اعانت اور مدد کی ہے۔ جس کی سزا میں میری جان لی جاتی ہے اور یہ نوبت کی جاتی ہے۔

جعفر کے دل پر یحییٰ کی اس عاجزانہ تقریر نے ایسا اثر پیدا کیا کہ بیساختہ آنسو اُس کی دونوں آنکھوں سے جاری ہو گئے۔ اُس نے فوراً یحییٰ کو اپنے ایک معتمد علیہ شخص کے ہمراہ خراسان کی طرف بھیجدیا۔ ہارون کو اس کی خبر لگی تو اُس نے علی ابن عیسےٰ ابن ہامان کو خاص طور پر خراسان میں بھیجکر یحییٰ کو گرفتار کرایا۔ اور قید کر کے جس نتیجہ کو پہنچایا وہ اوپر ابھی ابھی معلوم ہوا۔

زرشتۂ نفس پارہ پارہ شد معلوم
کہ دل بہ ثروت ایں روزگار نتواں بست

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ برامکہ کا عروج بھی ہارون ہی۔ کے وقت میں ہوا اور زوال بھی۔ ان کے زوال پذیر اور ذلیل و حقیر ہونے کے اسباب میں اسلامی مورخین نے جہاں مختلف اسباب قایم کئے ہیں اور انواع و اقسام کی وجہیں تبلائی ہیں۔ اُن میں ایک یحییٰ ابن عبداللہ الحسنی کی واگذاشت بھی ہے۔

جعفر ابن یحییٰ برمکی کے ایسے عظیم الشان اور جلیل المرتبت وزیر سلطنت کے قتل کئے جانے کی وجھوں میں۔ طبری۔ ابن اثیر۔ روضتہ الصفا۔ عباسہ کے واقعہ کے بعد یحییٰ ابن عبداللہ کی مخلصی کو بغایت وثوق کے ساتھ تحریر کرتے ہیں۔ چنانچہ تاریخ طبری اور روضتہ الصفا کی عبارت کا خلاصہ یوں ہے۔ جعفر کی طرف سے ہارون کی رنجیدگی کے باعث۔ یحییٰ ابن عبداللہ کی رہائی ہوئی۔ اُس کا قصہ یوں ہے۔ کہ جب یحییٰ کی مخلصی کی خبر ہارون کو مل گئی تو اُس نے ایک دن جعفر سے بلا کر پوچھا کہ کہو تو یحییٰ ابن عبداللہ کا کیا حال ہے۔

جعفر نے کہا کہ وہ تو ایک تنگ اور تاریک قید خانہ میں اب تک مقید ہیں۔ ہارون تو حقیقت حال سے واقف ہی تھا۔ تجاہل عارفانہ کر کے جعفر سے کہنے لگا۔ اچھا میرے سر کی قسم تو کھاؤ۔ کہ وہ اسی طرح پر ہیں جس طرح تم بیان کرتے ہو۔

جعفر بھی کوئی معمولی آدمی نہیں تھا۔ اپنے زمانہ کا بہت بڑا مدبر۔ ہوشیار۔ اور فرزانہ روزگار سمجھ گیا کہ امیر کو سب حال معلوم ہے۔ اب اس امر کا چھپانا مصلحت نہیں ہے۔ اس لئے اُس نے نہایت متانت اور دیانت سے صاف صاف لفظوں میں اس طرح عرض کی کہ یا ایھا الامیر۔ یہ تو آپ پر ظاہر ہے کہ یحییٰ ابن عبداللہ سن شیوخیت کے حدود سے بھی متجاوز ہو کر کہولیت اور ہلاکت کے اخیر

درجوں تک پہنچ گیا تھا۔ میں نے اس حالت پر اسے پہنچا ہوا دیکھا تو مراحم خسروانی اور مکارم سلطانی پر پورا یقین کرکے بغیر آپ کی اجازت کے اسے قید سے رہا کر دیا۔ اور اس کے چھوڑ دینے سے کامل طور پر سمجھ لیا۔ کہ اب اس سے پیری کی موجودہ ضعف نقاہت کے عالم میں کیا ہونے والا ہے اور اب بھی۔ مجھے اپنے تصفیہ اور فیصلہ پر پورا یقین ہے کہ اس زمانہ اور اس حالت میں کوئی امر طبع ہمایوں کے خلاف اس سے صادر نہیں ہوگا۔ علاوہ بریں یحییٰ ابن عبداللہ حسنی کے چند حقوق بھی امیر کے ذمہ خاص طور پر واجب الادا تھے۔ کیونکہ وہ اچھا تھا۔ یا برا۔ مگر آپ کا عزیز قرابت مند۔ اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند تو ضرور تھا۔

یہ تقریر سنکر ہارون الرشید۔ اپنے دل میں جل بھن کر کباب تو ہوگیا۔ مگر جعفر کے ساتھ کسی فوری تندیر کو اپنی حسن تدبیر کے خلاف سمجھا اور خاموش رہگیا۔ اور جعفر کے اطمینان اور رفع شبہات کے لئے صرف اتنا کہا کہ تم نے اچھا کیا۔ یحییٰ کے معاملہ میں میری بھی یہی رائے تھی۔ اس اتنی گفتگو کے بعد۔ اور دوسرے معاملات پیش ہوگئے۔ اور یحییٰ کا ذکر جاتا رہا۔ جب دربار برخاست ہوگیا۔ اور جعفر بھی اُٹھکر اپنے گھر کو واپس جانے لگا تو۔ ہاروں رشید نے۔ ایک بار غضب آلودہ نگاہوں سے جعفر کی طرف دیکھکر دبی زبان سے کہا کہ خدائے سبحانہ تعالیٰ مجھے مار ڈالے۔ اگر میں تجھے نہ مار ڈالوں۔

ہارون الرشید نے پھر تھوڑے ہی دن کے بعد۔ اپنے قول کو پورا کر دیا۔ اور جعفر کو اپنے غلام مسرور کی معرفت قتل کرا دیا۔ اور دنیا کو دکھلا دیا کہ سلاطین کے ظاہری اخلاص واشفاق کا ذرا اعتبار کرنا نہیں چاہیئے۔

خاندان برامکہ کی بری حالت

جعفر کے قتل ہوتے ہی۔ برامکہ پر بداقبالی اور نکبت کی گھٹاٹوپ تیرگی چھاگئی۔ یحییٰ قید کیا گیا۔ تمام مال ومتاع ضبط سرکار ہوگیا۔ اور اس کے تمام اعوان وانصار ملکی کاروبار سے موقوف کردیئے گئے۔ پھر رفتہ رفتہ اُن کی حالتیں دنیا اور اہل دنیا کے لئے۔ عبرت کے سچے نمونہ اور حسرت کی پوری مثالیں بنکر رہ گئیں۔ اور اُن کے پاس کچھ نہ رہا۔ اسلامی مورخین نے ان کے عروج و اقتدار کے جیسے جیسے حالات لکھے ہیں۔ ویسے ہی اُن کے زوال وادبار کے بھی۔ ان میں سے ہم۔ جعفر کی ماں۔ یحییٰ وزیر سلطنت کی بی بی کا صرف ایک واقعہ۔ طبری۔ ابن اثیر اور روضۃ الصفا کے ترجمہ سے۔ ذیل میں قلم بند کرتے ہیں۔ اور اپنے مدعا کے لئے اسی کو کافی سمجھتے ہیں۔

مروج الذہب مسعودی میں مرقوم ہے کہ ہارون الرشید کے ایّام سلطنت میں کامل سترہ برس تک خاندان برامکہ اپنے عروج و اقبال میں برابر ترقی کرتا گیا۔ مگر جعفر کا خون ہوا اور اُس کے خاندان کا سرنگوں۔ ان کے معاملات ایسے بگڑنے شروع ہوئے تو پھر کسی کے سنبھالے نہ سنبھلے۔ نہ یحیٰے سے بنائے بنی اور نہ فضل سے کچھ کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باپ بیٹے دونوں پابہ زنجیر کر کے قید خانے کے حوالے کر دئے گئے۔ کہاں تو بادشاہ کی مسند واب کر بیٹھا کرتے تھے۔ کہاں یہ نوبت پہنچی کہ چور ڈاکو اور دوسرے جرائم پیشوں کی رفاقت اور صحبت اختیار کرنی ہوئی۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔ محمد ابن عبدالرحمٰن ہاشمی کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ عیدالضحےٰ کے دن اپنی ماں کے سلام کو گیا۔ و یکھا کہ اُن کے پاس ایک ضعیف عورت۔ نہایت بُری حالت میں۔ نیلے کچیلے پھٹے پرانے کپڑے پہنے بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے اُسے دیکھکر قیاس کیا کہ یہ عورت شاید داستان گو ہے۔ کیونکہ اُن دنوں۔ عراق میں یہ دستور تھا کہ بہت سی قصہ گو عورتیں۔ امرا۔ رؤسا اور شرفا کے محلات میں جا کر۔ دولتمند اور خوشحال عورتوں اور خاتونوں کے دل۔ ادھر اُدھر کے قصہ کہانیاں سُنا سُنا کر۔ خوش کیا کرتی تھیں۔ اور اُسکے عوض میں امیروں کی عورتیں۔ رئیسوں کی بہو بیٹیاں اُن کے ساتھ انواع اقسام کے سلوک کیا کرتی تھیں۔ اور اسی پر اُن غریبوں کی گزران اوقات موقوف تھی۔

اِس اثناء میں میری ماں نے مجھسے مخاطب ہو کر پوچھا کہ بیٹا! تم اِن ضعیفہ کو پہچانتے ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ جعفر اور فضل بلکہ ہارون الرشید کی ماں۔ یحیےٰ ابن خالد برمکی کی بیوی۔ اتنا سُننا تھا کہ میرے حواس جاتے رہے۔ اور سخت عبرت کا عالم مجھپر طاری ہوا میں فوراً اپنی جگہ سے اُٹھا اور مخصوص طور پر اُن کی تعظیم بجا لایا۔ اور دست بوسی کی۔ اور عرض کی کہ اے اماں! آپ نے دنیا کے عجائب و غرائب تو بہت سے دیکھے ہوں گے۔ کچھ اُن میں سے ارشاد فرمائے جائیں۔ اُس غریب ضعیفہ کی آنکھوں میں میرے کلام سنکر آنسو بھر آئے۔ اُس نے اپنے دلِ پُر درد سے ایک آہ سرد کھینچکر بیان کیا کہ ہزاروں واقعات اور لاکھوں تصرفات زمانہ کی بے شمار مثالوں میں۔ تمہاری عبرت کے لیے۔ ایک ہی مثال کافی ہے کہ کوئی عیدالضحےٰ۔ جو آج ہے۔ ایسی نہیں گزرتی تھی۔ جس دن چار سو یا پانسو بیش قیمت اور پُر زر مقنع میرے اوڑھنے کے لئے۔ میرے پاس موجود نہیں رہتے تھے۔ اور وہی عید الضحیٰ کا دن آج ہے کہ سوائے دو پوست گوسفند کے کوئی دوسری چیز میرے پاس نہ اوڑھنے کے لیے موجود ہے نہ بچھانے کے لیے۔ میں انہی میں سے ایک کو بچھاتی ہوں اور دوسرے کو اوڑھتی ہوں۔ محمد ابن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ وہ غریب پھر ہمیشہ میرے گھر آیا جایا کیں اور

میں بھی اپنی استطاعت کے مطابق اُن کے ساتھ برابر سلوک کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ مرگئیں۔
صاحب روضۃ الصفا نے۔ آل برمک کے احوال کو خاتمہ تک پہنچاکر اُن کی بداقبالی اور ادبار کے حالات پر اپنے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے۔ ایک رباعی تحریر فرمائی ہے۔ جسے ہم عبرت ناظرین کے خیال سے ذیل میں مندرج کرتے ہیں۔ وہو ہذا

اے طفلِ دہر گز تو زپستان حرص و آز — روزے دو شیر دولت و اقبال برمکی
در مہد عمر غرہ مشو از کمال خویش — یاد آور از زمان بزرگان برمکی

بہرحال۔ ان واقعات سے ہماری کتاب کے ناظرین کو معلوم ہوگیا کہ ہارون کی تلون طبعی اور فطرتی بدعہدی نے۔ برامکہ کو قدر و منزلت کے آسمان پر چڑھاکر۔ پھر حضیض ذلت و ادبار کی طرف ایسا گرایا کہ روے زمین پر اُن کی عزت و ثروت کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا۔ ان لوگوں کی ذلت و ادبار کے اسباب میں ایک سبب یحییٰ ابن عبداللہ حسنی کی مخلصی بھی تبلائی جاتی ہے جیساکہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ اس کی نسبت ہمیں اتنا لکھنا اور باقی رہ گیا کہ یحییٰ نے تو سلطنت سے ایسی سخت خلاف ورزی بھی نہیں کی تھی۔ بلکہ ان سے پہلے۔ محمد نفس زکیہ اور ابراہیم نے تو سلطنت کو اپنے معاملات میں زیادہ تکلیفیں پہنچائی تھیں اور سترددبنایا تھا۔ اسلئے محمد۔ یحییٰ سے زیادہ خلیفہ کے دشمن اور درپئے آزار ثابت ہوتے ہیں۔ بخلاف ان کے یحییٰ کی نسبت تو صرف اتنا جرم البتہ ثابت ہوتا ہے کہ اُنھوں نے دیلم کی آزادی پسند رعایا کا ساتھ دیا اور اُس علاقہ میں حصول امارت کے متعلق اپنی تقدیر آزمائی کرنی چاہی۔ مگر نہ جانبین سے مقابلہ کی نوبت آئی۔ نہ مقاتلہ کی ضرورت۔ نہ طرفین سے دست بہ قبضہ ہونے کا وقت پہنچا کہ فضل ابن یحییٰ کی حسن تدابیر نے یحییٰ کے معاملات کو مصالحت کے ساتھ خاتمہ تک پہنچا دیا۔ اور یحییٰ اپنے تمام ارادوں سے دست بردار ہوکر فضل اور ہارون کے امان نامہ پر۔ جن پر علماء فضلاء اور فقہاء دارالخلافت کی مہریں ثبت تھیں۔ یقین کلی کرکے خلیفہ عصر کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ تو ان حالتوں سے معلوم ہوگیا کہ یحییٰ کے معاملات کے باعث ہارون الرشید کو کچھ ایسی گزند اور مضرت بھی نہیں پہنچی تھی۔ پھر یحییٰ کے ایسے خفیف مجرم کی مخلصی کو سلطنت کے فساد و خرابی کا ایک عظیم الشان ذریعہ سمجھکر جعفر کے ایسے شاہی نازپروردہ اور سربرآوردہ وزیر السلطنت کو جو۔ اس واقعہ سے چند روز پیشتر۔ بادشاہ کی روح رواں اور دو قالب و یک جان کی صورت بنا ہوا تھا۔ ایک معمولی غلام کے ہاتھ سے قتل کرادینا۔ نہایت تعجب اور حسرت سے دیکھا جاتا ہے۔ مگر نہیں۔ جب ہم ان معاملات کے دوسرے پہلو پر نظر ڈالتے ہیں۔ اور جعفر کی محبت کے مقابلہ میں سادات کی عداوت و خصومت کا اندازہ۔ ہارون الرشید کے دل میں کرتے ہیں تو صاف

علوم

طور سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ سادات کی مخالفت اور مخاصمت۔ عام اس سے کہ وہ یحییٰ ہوں یا کوئی اور۔ اِس شدت سے اُس کے دل میں جاگزین تھی جس کی ضرورت اور احتیاج کے آگے نہ جعفر کی رعایتوں کو وہ مدنظر رکھ سکتا تھا۔ اور نہ فضل کے فضل و شرف پر کوئی توجہ کر سکتا تھا جعفر چاہے دنیا بھر کو چھوڑ دیتا۔ اور بغداد کا شاہی قید خانہ ہی توڑ دیتا۔ تو ہارون کی اتنی بڑی ناراضی کا باعث نہیں ہوتا۔ مگر اُس نے تو ایک سید کو چھوڑ دیا۔ وہ بھی کون۔ بنی فاطمہ سلام اللہ علیہا۔ یہ کیا قیامت کی۔ پھر کیا تھا۔ ہارون کی آنکھوں میں دنیا سیاہ ہو گئی۔ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا تن بدن میں آگ لگ گئی۔ ہر بن مو سے غیظ و غضب کے شعلے نکلنے لگے۔ خصومت سادات کا جنون سر پر سوار ہو گیا۔ صبر کی طاقت جاتی رہی۔ ضبط دشوار ہو گیا۔ ع وگر دم در کشم دانم کہ مغز استخواں سوزد۔ کا عالم طاری ہو گیا۔ اب ایسی حالت میں جعفر کہاں اور ہارون کہاں نتیجہ جو ہوا وہ دنیا نے دیکھ لیا۔ یہ قرائن صاف صاف بتلا رہے ہیں کہ جعفر کے قتل کئے جانے کے معاملات میں۔ سادات کی خصومت و عداوت خصوصیت کے ساتھ شامل تھی۔

یحییٰ ابن خالد برمکی اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خلاف میں ہارون الرشید کو ترغیب و تحریص

یحییٰ ابن عبداللہ کی روئداد کو خاتمہ تک پہنچا کر۔ اب ہم اپنے سلسلۂ بیان میں ہارون الرشید کے اُن مظالم کو بیان کرتے ہیں۔ جو اُس نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو پہنچائے۔ ہارون الرشید پر منحصر نہیں۔ سادات کے بزرگ سلسلہ میں مصداق لکل نبی عدوا مخالفین کی آنکھیں سب سے پہلی۔ نہایت تیزی اور شدت سے۔ جن حضرات کی طرف پڑتی تھیں وہ حضرات ائمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین ہی ہوتے تھے۔ واقعات تاریخی۔ ہمارے اِس بیان پر شاہد ہیں۔ منصور نے۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ جو کچھ کیا وہ معلوم ہی اُس کے بعد مہدی اور ہادی نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ جو برتاؤ کئے وہ بھی ظاہر ہیں۔ اب ہارون الرشید نے اپنے زمانہ حکومت میں جو کچھ آپ کے ساتھ کیا وہ بھی اپنے اسلاف کی پوری پوری تقلید تھی۔ اور پھر ایسی کہ ان امور کے شدید اور سخت بنانے میں۔ وہ اپنے اسلاف سے آنگل دو آنگل کیا۔ کئی ہاتھ آگے بڑھ گیا۔ جیسا کہ عنقریب سلسلۂ بیان سے ظاہر ہو گا۔

ہارون الرشید نے ۱۷۵ھ ہجری میں اپنے بیٹوں کے درمیان تقسیم و تنصیف ممالک کی تجویز

ٹھہرائی۔ اِس کی کیفیت یوں ہے۔ کہ زبیدہ کے بطن سے امین تھا۔ اور ایک عجمی کے بطن سے مامون اور موتمن۔ امین ماں باپ دونوں طرف سے عربی الاصل اور ہاشمی النسل تھا۔ اسو جہ سے عربی امرا اور رؤساء ہارون کو اُس کے ولیعہد کرنے پر مجبور کر رہے تھے۔ اور ان لوگوں میں جعفر ابن محمد اشعث جو امین کا اتالیق تھا۔ بہت کوشاں تھا۔ مگر ہارون کے دل پر امین کے مقابلہ میں مامون کے اثر بھی کچھ کم اور ہلکے نہیں تھے۔ بلکہ مامون کو وہ خاص طور پر چاہتا تھا بھی۔ یحییٰ ابن خالد برمکی۔ وزیر سلطنت عجمی الاصل ہونے کے لحاظ سے مامون کا طرفدار تھا۔ اور وہ ہارون کو مامون کے ولیعہد بنا دینے کے لیے ہمیشہ صلاح دیا کرتا تھا۔

ایک دن یحییٰ نے ہارون الرشید کو امین کی طرف امید سے زائد مائل پایا۔ تو یحییٰ ہارون کا مزاج پاکر دل میں سوچا کہ اگر امین کی خلافت ہو گئی۔ تو جعفر ابن محمد کا زمانہ عروج پر آجائے گا۔ اور امین کے ذریعہ سے یہ ہم سے اپنی تمام مخالفتوں کا معاوضہ نکال لیگا۔ اِس لیے یحییٰ نے ہارون کے کان جعفر ابن محمد کی طرف سے بھرنے شروع کر دئے۔ اور ہارون کو جعفر کی طرف سے ایسی ایسی خلاف سلطنت امور کا شبہہ ڈالا۔ کہ ہارون کو بھی اُس پر یقین کامل ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ اسی ضمن میں جعفر کی نگہداشتوں کے متعلق اُس نے ہارون الرشید کو یہ بھی بتلایا کہ جعفر ابن محمد جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے شیعوں اور خاص بہی خواہوں میں داخل ہے اُن کو اپنا دینی اور دنیوی امام اور پیشوا جانتا ہے۔ اور آپکے مقابلہ میں۔ اُن کو خلیفہ عصر اور حجت اللہ زمانہ سمجھتا ہے۔ اور جو کچھ پیدا کرتا ہے۔ اُس میں سے خمس نکال کر اُن کی خدمت میں بھیجتا رہتا ہی۔ یہ بات محض غلط تھی اور صریح تہمت۔ جعفر کے باپ محمد۔ وہ ذات شریف تھے۔ جو عباسیوں کے حقوق کے بہت بڑے موید اور جاں نثار تھے۔ یہ وہی بزرگ تھے۔ جن کو منصور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آپ کے ورغلانے کی ضرورت سے دو ہزار دینار لیکر۔ اہل کوفہ کی طرف سے مصنوعی خط دیکر بھیجا تھا اور یہ کہدیا تھا کہ آپ کو یہ خط اور مال دکھلا کر یہ عرض کرنا کہ اہل کوفہ آپ کی اعانت پر اپنے جان و مال سے آمادہ اور مستعد ہیں۔ آپ حصول خلافت کی فکر اور انتظام کیوں نہیں فرماتے۔

مگر جناب صادق آل محمد علیہ السلام منصور کی ان مکارانہ چالوں کو سمجھ گئے اور محمد کو پاس بلاکر کہا کہ تم منصور سے جاکر کہدو کہ ہم غریبوں کے کیوں پیچھے پڑا ہے۔ ہم اپنے حالوں میں آپ گرفتار ہیں دوسروں کی کیا خبر۔ جیسا کہ پوری تفصیل کے ساتھ آثار جعفریہ میں۔ سابق بیان ہو چکا ہے۔ ان واقعات کو پڑھکر۔ کون عقل کا اندھا اسے باور کرے گا۔ کہ محمد کے ایسے خیرخواہ اور جان نثار کا بیٹا۔ ہارون الرشید کے خلاف ہو کر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا

موافق نکلے گا۔ یہ سب تہمتیں تھیں۔ جو جعفر پر یحییٰ نے باندھی تھیں اور ہارون الرشید کے آگے۔ جعفر کے خلاف میں پیش کی تھیں۔

ہارون الرشید اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی مخالفت

۱۷۹ھ ہجری میں۔ ہارون الرشید۔ حج بیت اللہ کے قصد سے مکہ میں آیا۔ اتفاق وقت سے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی فرائض حج ادا کرنے کے لیے۔ وہیں تشریف رکھتے تھے۔ ہارون نے عین اُس حالت میں جب اہل اسلام کا ہجوم عام۔ پروانہ وار اُس شمع امامت کے گرداگرد۔ جمع تھا۔ آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اور آپ کی یہ عظمت و وجاہت دیکھکر اُس کے حسد و نفسانیت میں ایک غیر متحمل تحریک پیدا ہوئی اور وہ آپ کے پاس آیا۔ اور فیما بین جو کچھ گفتگو واقع ہوئی۔ وہ ہم صواعق محرقہ کی اصلی عبارت سے ذیل میں تحریر کرتے ہیں

قال له الرشيد حين راه جالسا عند الكعبة انت الذى يبايعك الناس سرا فقال انا امام القلوب وانت امام الجسوم ولما اجتمعا امام الوجه الشريف على صاحبه افضل الصلوة والسلام قال الرشيد السلام عليك يا بن عم فقال الكاظم السلام عليك يا ابت وكانت سببا لا مساكه

ہاروں رشید نے آپ کو خانہ کعبہ میں بیٹھا ہوا پا کر آپ سے سوال کیا کہ آپ ہی ہیں۔ جو لوگوں سے چھپ چھپ کر بیعت لیا کرتے ہیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں قلوب کا امام ہوں اور تو جسموں کا امام ہے۔ جس دن دلوں کا امام اور جسموں کا امام دونوں ملکر جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوں گے تو وہ عرض کرے گا السلام علیک یا ابن عم اور کاظم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) عرض کرے گا۔ اے میرے پدر عالیمقدار آپ پر میرا سلام ہو۔ بس یہی آپ کی گرفتاری کا سبب ہوا۔

آپ کا یہ جواب سنکر ہارون کے بدن میں اور آگ لگ گئی۔ یحییٰ نے جعفر کے متعلق جو جو باتیں۔ آپ کی نسبت۔ اُس سے کہی تھیں۔ وہ اُس کی مخالفانہ نگاہوں میں۔ راست اور بے کم و کاست صحیح معلوم ہوئیں۔

جہاں تک قرائن بتلاتے ہیں۔ یہ امر صحیح ثابت ہوتا ہے کہ یحییٰ کی فتنہ انگیز اور اشتعال خیز تقریر پر پورا یقین کر کے آپ کے تفحص احوال کی غرض سے ادھر آیا تھا۔ ان امور کے سوا اور ہارون کی کوئی غرض نہیں تھی۔ کیونکہ ۱۷۹ھ ہجری۔ تمام تاریخوں میں ایک نہایت خاموش اور مطمئن سال بتلایا گیا ہے جس میں نہ کوئی فتنہ ہوا نہ فساد۔ نہ کسی مقام سے بدامنی۔ غدر۔ ہنگامہ اور

فساد کی خبر آئی - نہ کسی جگہ سے کسی کی فوج کشی - خودسری اور خودمختاری کی شکایت - پھر ہارون الرشید کو حجاز کی طرف کونسی ضرورت کھینچ لائی تھی - ہر شخص اس کو مشکل سے سمجھ سکیگا - مگر قرائن اور واقعات جہاں تک اِس سفر کی ضرورت بتلاتے ہیں وہ یہی ہیں کہ ہارون کو یحیےٰ نے جب سادات کے معاملات پر غور دلایا اور اُس کو قدیم مخالفین اہلبیت سلام اللہ علیہم اجمعین کے سابق اصول پر کاربند ہونے کی صلاح دی اور اُس کو یہ بتلایا کہ سادات کی یہ جوششیاں - جو بنی عباس کی ابتدائے حکومت سے اِس وقت تک - وقتاً فوقتاً - ملک کے مختلف حصوں میں ظاہر ہوا کرتی ہیں - اِس کا اصلی باعث یہی ہے کہ وہ اپنے آپ کو آج تک ہر حیثیت میں خلیفۂ عصر سے مساوی اور برابر جانتے ہیں - اور امیر کے مقابلہ میں وہ اپنے آپ کو بھی سلطنت اسلامی کا جائز دعویدار اور اصلی حقدار سمجھتے ہیں - اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس مقدس سلسلہ کے راس الرئیس - اور بزرگ خاندان فی الحال جناب امام موسی کاظم علیہ السلام ہیں تو یہ خیال ضرور صحیح اور یہ گمان ضروری یقینی ہے کہ یہ تمامی اُمور جو خلافت کے خلاف سادات سے برابر ظاہر ہوا کرتے ہیں - اُنہی کی تحریک اور اشارے سے ہوتے ہونگے - ان وجہوں سے خلیفۂ عصر کا فرض ہے کہ وہ اپنی پوری قوت سے اُن کی عظمت اور جلالت کے آثار - جو عموماً تمام ملک میں اُن کی طرف سے قایم ہیں - مٹا دے - اور اُن کو مجبوری اور تنگی کی اُن حالتوں تک پہنچا دے - جو دنیا کی نگاہوں میں عزت اور وقعت کی جگہ - حسرت اور عبرت کا نمونہ ثابت ہوں یا کم سے کم اُن کی حراست وحفاظت اُن کو اور اُن کی آزادانہ رفتار کو اتنا محدود کر دینا ضروری ہے کہ وہ اور اُن کے جملہ آثار دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو جائیں - اور ان کی طرف دنیا کا میلان اور رجوع عام نہ ہونے پاوے - اور وہ اسی طرح ناکامی اور گمنامی کی حالتوں میں مجبور رہکر اپنی شہرت اور عزوثروت کے متعلق کچھ کر ہی نہ سکیں -

غرضکہ - یہ مشورے تھے اور یہ صلاحیں جو کج فہم - ناعاقبت اندیش وزرا اور امرا دولت نے استیصال سادات کے لیے عموماً - اور جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کی عظمت وجلالت مٹانے کے لیے خصوصاً - ہارون کو دی تھیں - اور وہ سادات کا جانی اور خاندانی دشمن - دیوانہ را ہوئے بس است کا مصداق بنکر - ان غریبوں کی غارت اور استیصال پر پورے طور سے مستعد اور آمادہ ہو گیا - مگر قبل اِس کے کہ ہم اُس کے اس ارادے کی کیفیت بیان کریں - ہمارے لیے ضرور ہے کہ ہم ان کج فہم اور ناعاقبت اندیش اور خودغرض مشیر سلطنت کی اس مخالفانہ اور مفسدانہ تحریک کے متعلق کچھ لکھیں -

یحییٰ برمکی کی سوء تدبیری

یحییٰ نے یہ مشورہ جو ہارون کو دیا۔ اور اُس نے اِس کے مطابق۔ جو جو مظالم سادات یا خاص امام علیہ السلام کی ذات پر کئے۔ وہ کوئی نئی مشورت یا کوئی نئے ظلم نہیں تھے۔ بلکہ یہ تجویزیں وہی تھیں اور یہ مظالم ابھی وہی تھے۔ جو ہارون کے دادا منصور نے۔ ایکبار نہیں کئی بار اپنی بست سالہ سلطنت کے طول وطویل عرصہ میں۔ نہایت حزم واحتیاط اور پوری فراغت کے ساتھ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ عمل میں لائے تھے۔ جیسا کہ ہم اپنی کتاب آثار جعفریہ میں ان تمام واقعات کو پوری تفصیل کے ساتھ درج کر چکے ہیں۔

منصور نے یہ سب ترکیبیں کیں۔ اور یہ تمام چالیں چلیں۔ آپ کی خدمت سے عام مرجوعہ کو بھی روکا۔ آپ کے فتوے بھی ملک سے اُٹھا دئے۔ آپ کے مقابلہ میں ابو حنیفہ کوفی کو عالم الدہر کا خطاب دیکر تمام بلاد اسلامیہ کا قاضی اور مفتی مقرر کیا اور اس تجویزیں اپنی کوششوں کو اس درجہ تک پہنچایا کہ حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے مسائل پوچھنے والے پر ایک اشرفی جرمانہ اور ابو حنیفہ کوفی سے مسئلہ دریافت کرنے والے کو ایک اشرفی انعام مقرر ہو گیا۔ پھر ان انتظامات سے بھی کوئی کشود کار ہوتے نہیں دیکھی۔ تو آخر میں آپ کو اپنی نگرانی اور حراست میں رکھنے کی تجویز ٹھرائی۔ اور مدینہ سے جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کو اپنے ہمراہ لیجاکر۔ پورے ایک سال تک بصرے میں اور پھر سال بھر کے بعد۔ بصرے سے کوفہ میں۔ اور پھر سال بھر کے بعد کوفہ سے بغداد میں نظر بند رکھا۔ مگر ان تمام مقامات میں بفحوائے جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ جہاں جہاں۔ آپ تشریف لے گئے۔ وہاں وہاں۔ اہل اسلام اور تمام خواص عوام کے مرجوعات۔ اُن کی عقیدت اور ارادت بڑھتی ہی چلی گئی۔ اور منصور کی قسمتوں میں۔ سوائے پشیمانی ندامت۔ اور والہی خجالت کے کچھ اور نصیب نہ ہونے والا تھا۔ نہ ہوا۔ جب وہ اپنی تمام کوششوں سے تھک گیا۔ تو آخر میں۔ آپ کی ہلاکت اور قتل کی فکریں کرنے لگا۔ اس لئے آپ کے قتل پر مہیا اور مستعد ہو کر۔ ایک بار نہیں کئی بار۔ ایک خاص وقت میں نہیں۔ بلکہ مختلف وقتوں میں آپ کو بلایا۔ اور ہر بار بلانے سے پہلے یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ اب کی بار آپ کے وجود ذی جود کا ضرور خاتمہ کر دیا جاوے۔ مگر واقعات بتلا رہے ہیں کہ وہ ایکبار بھی اپنے ان ظالم ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور آپ اپنے نتیجوں میں اُس کو سوائے ناکامی اور بدنامی کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔

ہارون الرشید بھی تو انہی کے خلف الرشید تھے ان کے کردار کو بھی اُنہی کی رفتار کا نمونہ سمجھنا

چاہیے۔ بس اور کیا۔ دونوں میں فرق ہے تو اس قدر کہ منصور اپنے ان ظالم ارادوں کے وقوع کے وقت۔ مشاہدات روحانی کو دیکھ دیکھ کر متنبہ ہوا۔ آپ کی ہلاکت اور جان لینے سے باز رہا اور آپ کو رہا کر دیا۔ مگر ہارون الرشید شقیق القلب اور بدبخت نکلا کہ اُس نے باوجود دیکھ۔ ان کرامات کا مشاہدہ کیا۔ مگر ان سے عبرت اور خوف کا کوئی سبق حاصل نہ کر سکا۔ اور اگرچہ بظاہر آپ کو قتل نہ کر سکا تاوام الحیات جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اپنی قید میں رکھا۔ اور آپ نے اُسی قید میں انتقال فرمایا۔ اور آپ کا انتقال بھی اُسی کے ذریعہ سے واقع ہوا کہ اُس نے اپنے ایک ملازم کے ذریعہ سے آپ کو زہر دلوا دیا۔ جیسا کہ عنقریب ہمارے سلسلہ بیان سے ظاہر ہوگا۔ منصور اور ہارون کے ان مظالم کو پیش نظر رکھکر۔ ہر شخص آسانی سے یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ منصور سے ہارون کے مظالم ضرور بڑھے ہوئے تھے۔

ہارون اور یحییٰ کی ایک نئی عیارانہ چال

بہر حال اوپر کی بحث تمام کر کے۔ ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔ ہارون الرشید نے یحییٰ کی مشورت سے پورا اتفاق کر لیا۔ تو ایک دن اُس نے اپنی خلوت کی صحبت میں یحییٰ کو بلا کر پوچھا کہ میں اولاد ابیطالب علیہ السلام میں کس شخص کو بلا کر۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا پورا پورا حال دریافت کر سکتا ہوں۔ یحییٰ نے باتفاق دیگر بھی خواہان دولت بتلایا کہ محمد ابن اسمٰعیل ابن حضرت جعفر صادق علیہ السلام اس امر کے لیے سب سے زیادہ لایق اور سزاوار ہیں چنانچہ اُسی وقت محمد ابن اسمٰعیل کے نام خط لکھا گیا جس وقت یہ خط انہیں ملا قریب تھا کہ وہ فرط مسرت سے شادی مرگ ہو جائیں۔ نہایت فخر و مباہات سے اس خط کو کھولا۔ اور خریطہ سلطانی کو معاذ اللہ وحی آسمانی سمجھکر آنکھوں سے لگایا۔ پڑھا۔ اور اس کے مضامین کو اپنے احباب اور ہمجولیوں کے دائرہ میں نہایت فخر و مباہات کے ساتھ مشتہر کیا۔ اور اُسی وقت سے بغداد کی روانگی کا عزم بالجزم کر لیا۔ مگر اتفاق وقت سے۔ اُن دنوں ایسے تنگدست اور مفلوک الحال ہو رہے تھے کہ زاد راہ کے لیے کوڑی بھی پاس نہیں تھی اور سامان سفر کسی طرح مہیا نہیں ہو سکتے تھے۔ اور اس کے متعلق اُن کی کوئی فکر اور کوئی کوشش پیش نہیں چل سکتی تھی۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور محمد ابن اسمٰعیل

رفتہ رفتہ انکے ارادہ اور ان کی عسرت و تنگدستی کی حالت بھی جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو معلوم ہوئی۔ تو آپ نے ایک دن انہیں۔ اپنی خدمت میں بلایا اور استفسار فرمایا کہ کہاں کا

قصد رکھتے ہو انہوں نے عرض کی۔ بغداد کا۔ آپ نے فرمایا کہ وہاں کیوں جاتے ہو۔ انہوں نے ہارون کی طلبی کو چھپا کر عرض کی کہ اپنی ناداری تنگدستی اور عسرت کی وجہ سے چلا جاتا ہوں۔ شاید وہاں جاکر گزران اوقات کی کوئی صورت نکل آئے اور میرا قرض ادا ہو جائے یہ سنکر آپ نے نہایت شفقت سے ارشاد فرمایا کہ تم وہاں نہ جاؤ۔ اور اپنے قصد سے باز آؤ۔ میں انشاءاللہ تعالے تمہارا قرض بھی ادا کردوں گا۔ اور آیندہ۔ تمہارے اخراجات کی بھی برابر کفالت کرتا رہوں گا۔ مگر وہ تو ع خدا برہنہ کرے ننگ خانداں نہ کرے۔ کے مصداق ہو رہے تھے۔ ہارون کے شقہ شاہی کو وحی الہی سمجھے ہوئے تھے۔ آپ کے کلام ہدایت التیام پر کوئی توجہ نہ کر سکے۔ اور آپ کے ارشاد کی تعمیل پر راضی نہ ہوئے۔

تھوڑی دیر کے بعد جب رخصت ہونے لگے تو عرض کی کہ مجھے کچھ اور ہدایت فرمائی جاوے۔ جناب امام موسی کاظم علیہ السلام نے اس کے جواب میں کچھ نہ فرمایا۔ محمد نے پھر پوچھا۔ کچھ جواب نہ ملا۔ انہوں نے جب تیسری بار پوچھا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں صرف اتنی ہی ہدایت کرتا ہوں اور تاکید کرتا ہوں کہ تم میری اس تقریر کو میری وصیت سمجھکر میرے خون میں شریک نہ ہونا اور میرے بچوں کو یتیم نہ کرنا۔

بات سچی تھی اور بڑی بھی پوری۔ محمد دل میں سمجھ تو ضرور گئے۔ مگر تجاہل عارفانہ کرکے کہنے لگے۔ کہ کچھ اور ارشاد ہو۔ آپ نے پھر وہی کہا۔ محمد نے اب کی بار بھی ٹال کر۔ ویسا ہی پوچھا۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسری بار پوچھا۔ آپ نے وہی ارشاد فرمایا۔ آخر کار وہ آپ سے وداع ہو کر چلنے لگے۔ تو آپ نے تین سو اشرفی اور چار ہزار درم انہیں عنایت فرمائے۔ اور رخصت کیا۔ یہ غیرت دار۔ یہ رقم لیکر ذرا بھی نہ شرمائے۔ اور وہاں سے چلے گئے۔

جب محمد چلے گئے۔ تو جناب امام موسی کاظم علیہ السلام نے اپنے اصحاب مخصوصین سے جو حاضر حضوری تھے۔ ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم یہ میرے خون گرانے میں نہایت سرگرمی سے کوشش کرے گا اور میرے بچوں کو داغ یتیمی دلوائے گا۔ یہ سنکر حاضرین نے خدمت مبارک میں عرض کی کہ پھر ایسے نااہل اور شقی ازلی کے ساتھ مخصوص الطاف و ایثار کی کیا ضرورت تھی آپ نے اُن کی تقریر کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ ہمارے اخلاق کریمانہ اور صلہ رحم کے مخصوص تقاضے ہیں۔ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو شخص اپنی قرابت والوں پر احسان کرے اور وہ اُس کے مقابل میں برائی کرے۔ اور یہ شخص پھر بھی اُس سے اپنے احسان کے سلسلہ کو منقطع نہ کرے۔ تو خدائے سبحانہ تعالے اُس شخص محسن کُش اور احسان فراموش سے اپنے احسان کو قطع کر لیتا ہے اور ہمیشہ اُس کو معذب

لکھا ہے۔

محمد کون تھے اور ان کو جناب امام موسی کاظمؑ سے کیا خصومت تھی

بہر حال۔ یہ واقعہ لکھکر ہم کو یہ لکھدینا اور تبلادینا بھی ضرور ہے کہ محمد ابن اسمٰعیل کون بزرگ تھے اور ان کو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ کیا خصومت تھی۔
یہ بزرگ حضرت اسمعیل ابن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے لڑکے تھے۔ اور جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے رشتہ میں بھتیجے ہوتے تھے۔ اس میں توکسی کو کوئی کلام ہی نہیں ہوسکتا کہ سلسلۂ قرابت میں یہ آپ سے قریب بلکہ اقرب تھے۔ مگر طمع دنیاوی۔ نفسانیت اور حسد کی وجہ سے قربت اور یگانگت۔ بہت جلد۔ دوری اور مغائرت سے تبدیل ہوکر انکا شمار اقارب کالعقارب ذواذاہا۔ میں ہونے لگا تھا

فرقہ اسماعیلیہ کی بنا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد اکثر لوگ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مسئلۂ امامت میں قائل کرتے تھے۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے شرف وفضیلت اور اس قدر و منزلت کو یاد کرکے جو انہیں۔ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاصل تھی۔ ان کو حضرت صادق علیہ السلام کا وصی۔ وارث اور اصلی قائم مقام سمجھتے تھے۔ اگرچہ حضرت اسمٰعیل کی وفات جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانۂ حیات ہی میں واقع ہوگئی تھی۔ مگر یہ لوگ اپنی خام اعتقادی پر اصرار کرتے رہے۔ اور اسی وقت سے فرقہ اسماعیلیہ کی بنا پڑی۔
چونکہ ہم کو فرقہ اسمٰعیلیہ کے مفصل حالات خاص طور پر قلمبند کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے ہم اس فرقہ کے حال کسی تفصیل کے ساتھ نہیں لکھینگے۔ مگر اپنے ناظرین کی اطلاع کے لئے اتنا ضرور لکھدینگے کہ اول تو جس وقت سے ان خیالات کی ابتدا ہوئی۔ اسی وقت سے یہ لوگ بہت کم تھے۔ اور پھر ان کی قلیل جماعت میں بھی بہت سے ایسے نکلے۔ جو اپنی غلط فہمیوں کی وجہوں پر غور کرکے مستقیم العقیدہ اور راسخ الایمان ہوتے گئے۔ کتب رجال شیعہ میں ان حضرات کے نام اور حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ غرضکہ معدودے چند ایسے باقی رہ گئے جو اپنی کوتاہ عقلی اور سوء فہمی سے کسی طرح باہر نہ نکل سکے۔ وہ بھی اپنے عقیدہ کو

چھپائے رہے ۔ اور چونکہ اُن کے اعتقاد محض بے دلیل ۔ نامستحکم اور غیر استوار تھے ۔ اس لیے ان لوگوں نے ہمیشہ اپنے عقائد پوشیدہ رکھنا ۔ اور اُن کو کتاب کی صورت میں جمع کرنا اور اطراف عالم میں شائع کرنا تمام دنیا کے مذہبوں کے خلاف ۔ اصولاً منع کر دیا ۔ اسی وجہ سے اسمٰعیلیوں کی کوئی کتاب کہیں نہیں دیکھی جاتی ۔

الغرض اس فرقہ کے لوگ اُس وقت تک ضرور پوشیدگی اور عام گمنامی کی حالت میں پوشیدہ رہے ۔ جب تک اسمٰعیلی فرمانرواؤں کا تسلّط اور تصرف ممالک افریقیہ پر پورے طور سے نہ ہو لیا ۔ انہی سلاطین کے زمانہ میں ۔ جو تاریخوں میں عموماً فاطمیین کے نام سے موسوم ہیں اس فرقہ کو عروج ہوا ۔ اور اُسی وقت سے وہ اطراف عالم میں اِدھر اُدھر پھیلے ۔ مگر تاہم مصر ۔ ساحل عرب ۔ بحیرۂ فارس ۔ اور ہندوستان کے جنوبی ساحل سے آگے نہ بڑھ سکے اور اِن مقاموں میں اب تک ان کی نسلیں اپنے قدیم اعتقاد پر قائم ہیں ۔

ہمارے ہندوستان میں بھی اس وقت تک یہ فرقہ موجود ہے ۔ اور احاطہ بمبئی سے لیکر راجپوتانہ اور ممالک متوسط تک ۔ اکثر مقامات پر انکی آبادی پائی جاتی ہے ۔ یہ لوگ عموماً تجارت پیشہ ہیں اور بڑے بڑے کاروبار رکھتے ہیں ۔ فن تجارت اور بیوپار میں ہندوستان کی اور کاروباری قوموں سے پیچھے نہیں کہے جا سکتے ۔ لین دین اور کاروبار میں بڑی مہارت اور سلیقہ رکھتے ہیں ۔ طبیعت کے صاف ۔ مزاج کے سادے اور زبان کے سچے ہوتے ہیں ۔ ظاہری رفتار واطوار مذہب میں فرقہ اثنا عشری سے ملتے ہیں اور اپنے مذہب کے اصول ہے ۔ اس وقت تک اسماعیلی اپنے عقائد کا اظہار کسی کے سامنے نہیں کرتے اور نہ کسی غیر مذہب وملت سے مناظرہ یا مباحثہ کا قصد کرتے ہیں ۔ جب اِن سے ان کے عقائد یا مذہب کی نسبت پوچھا جاتا ہے تو وہ فوراً بلا تامل کہدیتے ہیں کہ ہم تو شیعہ اثنا عشری ہیں ۔

ہم کو اِس امر کے لکھنے میں خاص طور پر مسرّت حاصل ہے کہ الحمد للہ ۔ ہمارے موجودہ زمانے کے علمائے اعلام کی توجہ اور التفات سے اِس فرقہ مشتبہ کے بہت سے لوگ اپنے قدیم عقائد سے تائب ہو کر شیعہ اثنا عشریہ کے طریقے اختیار کرتے جاتے ہیں اور حضرات علمائے علام ادام اللہ بقائہم کی یہ مشن نہایت خوبی سے کام کر رہی ہے ۔

بہرحال ۔ جب اِس خیال کے لوگ حجاز میں پیدا ہوئے ۔ تو محمد ابن اسمٰعیل نے اس موقع کو اپنے لئے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں سمجھا ۔ بلکہ وہ مین اتحاد اور زیادہ ۔ اور اِن لوگوں کو اپنا خاص مطیع اور فرمانبردار بنا کر اپنا کام نکالنا چاہا ۔ اسی لیے ۔ اِن لوگوں کے پاس اپنی آمدورفت بھی شروع کر دی اور اُن سے اپنا اظہار مدّعا بھی کیا مگر چونکہ وہ خود اپنے خیالوں میں بھی مستقل

نہیں تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ زمانہ کا زمانہ۔ محبان اہلبیت طاہرین و تابعان حضرات ائمۃ المعصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کے بالکل خلاف ہے۔ اسوقت۔ ہمارا خلاف ہونا۔ جن کی تعداد ابھی کسی شمار میں نہیں آسکتی ہماری پوری بربادی اور تباہی کا باعث ہوگی۔ اس وجہ سے ان لوگوں نے محمد کی درخواست پر اتفاق نہیں کیا۔

مگر تاہم۔ محمد نے اپنی ڈیڑھ دال تمام گلانا چاہی۔ اسی ضمن میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے امامت اور جناب صادق آل محمد علیہ السلام کی وراثت کے متعلق بھی نزاع پیش کردی۔ مگر کسی نے ان کے دعوے کی تصدیق نہیں کی۔ اور خاص فرقہ اسماعیلیہ کے لوگ بھی ان کی مدد پر نہ کھڑے ہوئے۔ یہی وجہیں تھیں۔ جن کے باعث محمد ابن اسمٰعیل حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مخالف نکلے۔ اور اپنے اس دعوے کے زور پر کہ ہم اولاد اکبر ہیں۔ آپ سے مقابلت اور مساوات کے خیالی پلاؤ ہمیشہ پکاتے رہے حالانکہ لوازم امامت سے کوئی آثار ظاہری و باطنی وہ ان میں پائے نہیں جاتے تھے۔ نہ اتنی صلاحیت تھی۔ نہ قابلیت۔ نہ بیرونی استعداد تھی۔ نہ اندرونی سواد۔ تنہا فضیلت نسبی اور شرافت حسبی سے تو کام نہیں چلتا۔ ع بندگی باید پیمبر زادگی در کار نیست۔

محمدؐ ابن اسمٰعیل اور ہارون رشید کا دربار

بہرحال۔ محمد ابن اسمٰعیل۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی رقم عطیہ لیکر بغداد پہنچے۔ اور وزیر سلطنت یحییٰ برمکی کے مہمان ہوئے۔ اُس نے بھی ضابطہ سے ملاقات کی۔ اور نہایت تزک و احتشام سے ان کا خیر مقدم ادا کیا۔ اور اپنے پاس رکھکر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خلاف میں کہنے کے لئے اچھی طرح سکھا پڑھا دیا۔ ان تیاریوں کے بعد ہارون الرشید سے خاص خلوت میں ملاقات ہوئی۔ ہارون رشید نے بھی چونکہ اُس کو ان سے اپنی گوں گانٹھی تھی اور اپنا مطلب نکالنا تھا۔ ان کی۔ ان کی امید سے زیادہ تعظیم و تکریم کی۔ مزاج پرسی اور خاطر و مدارت کے معمولی مراسم بجالانے کے بعد ہارون نے ان سے مدینہ کے حالات دریافت کئے۔ جو اُس کا اصلی مقصود اور ان کے بغداد بلائے جانے کی خاص غرض تھی۔

ان سوالوں کے جوابوں کے لیئے تو وہ پہلے ہی سے تیار تھے۔ اُس کے علاوہ۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کشیدہ اور کبیدہ تو تھے ہی۔ اُس پر خلیفہ عصر کے ان اشفاق و اخلاق نے اپنا اور گرویدہ بنالیا۔ ان امور کو مدنظر رکھکر محمد نے۔ ہارون کے اس سوال کا جواب اپنی سحر بیانی اور چرب زبانی سے۔ ان الفاظ میں دیا کہ۔ اسے امیر مدینہ کا کیا حال عرض کیا جاوے

میں نے تو آجتک کوئی زمانہ ایسا نہیں دیکھا اور میں نے کیا دنیا بھر میں شاید کسی نے نہ دیکھا ہوگا کہ ایک مملکت میں دو بادشاہ ہوں اور بیک وقت وہ دونوں اپنی اپنی حکمرانی کا ایک مقام پر دعوے کریں۔

ہارون نے کہا۔ یہ کیسے۔ محمد نے کہا یہ ایسے ہی جیسے کہ تم بغداد میں اپنی حکومت کرتے ہو۔ اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مدینہ میں اپنی امارت کا اعلان اور ادعا کرتے ہیں اطراف عالم سے تمہاری طرح۔ اُنہیں بھی برابر خراج پہنچا کرتا ہے۔ اُنکے پاس بھی تمہارے برابر خزانہ جمع ہوگیا ہے اور اُسی سرمایہ سے اُنہوں نے بہت سے اسباب جنگ بھی فراہم کر رکھے ہیں۔ ع

ہم نے کردی ہے خبر پہلے سے ہشیار رہو۔

اتنا سُنتا تھا کہ ہارون الرشید کی آتش غیظ وغضب نہایت شدت کے ساتھ مشتعل ہوگئی اور وہ اپنے آپ میں نہ رہا۔ اُس کو محمد کے بیان سے آپ کے اِس کلام انت امام الجسوم وانا امام القلوب پر بہت بڑا خیال گزرا۔ خیر اُس وقت تو اُس نے محمد کو دس ہزار دینار دیکر رخصت کیا اور جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے معاملات میں پھر نئے سرے سوچنے لگا۔ یحییٰ کو موقع مل گیا۔ خوب خوب کان بھرے۔ ہارون رشید تو پہلے ہی سے اِس کا غلام او بندۂ بیدام بنا ہوا تھا۔ فوراً اِس کی صلاح ومشورے پر راضی ہوگیا۔ اور اُسی وقت سے اُس نے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے نام مٹادئے جانے کا پورا پورا ارادہ کرلیا۔

محمد ابن اسمٰعیل کی اخیر سرگذشت

بہرحال۔ قبل اِس کے کہ ہم امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حالات شروع کریں۔ ہمارے لیے ضرور ہے کہ ہم محمد کے واقعات کو خاتمہ تک پہنچا دیں۔

یہاں تک تو معلوم ہوچکا ہے کہ ہارون الرشید نے محمد کو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی تہمت اور شکایت کے صلہ میں دس ہزار دینار عنایت فرمائے۔ اور یہ وہاں سے نہایت خوش خوش ایثار شاہی کو لیکر یحییٰ کے مکان میں واپس آئے۔ اب ان کا نتیجہ کیا ہوا اور اِس زر کثیر سے ان کو کتنی منفعت ہوئی۔ اُس کی خلاصہ کیفیت یہ ہے۔ کہ اُس دن۔ دن بھر تو یہ اُس رقم کے متعلق اپنے ضروری اخراجات کی میزان جوڑتے رہے۔ اور اُس وقت سے شام تک اِس جمع کا لیکھا ملاتے رہے۔ یہاں محاسبان قدرت نے اُسی رات کو ان کی باقی عمر کا چکتا کردیا۔ اِن کے حلق میں دفعتاً ایسا درد پیدا ہوا کہ ان کی روح فنا ہوگئی۔ اور اُن تین ہزار کی تھیلیوں کے مُنہ۔ اِن کی پُرحسرت آنکھوں کی طرح۔ بند کے بند رہ گئے۔ یہ منصوبوں پر منصوبے۔ اپنے دل میں باندھتے رہے

مگر ایک پیسہ بھی اُس میں سے خرچ نہ کر سکے۔
اور شگوفہ سنیئے۔ یحییٰ برمکی نے سبب ان کے مرنے کی خبر۔ ہارون الرشید کو پہنچائی۔ تو اُس نے اپنے کام نکل جانے اور ان کے مرجانے کے بعد۔ اپنے اِس ایثار کو محض بے سود اور بیکار سمجھا۔ اور وہ تینوں توڑے واپس منگالیے۔ محمد ابن اسمٰعیل کو سوائے دائمی ندامت اور مواخذۂ قیامت کے اور کیا ملا۔ مگر۔ قول امام علیہ السلام کے ساتھ ہی جیساکہ ابھی ابھی اوپر لکھا گیا ہے۔ حدیث رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پوری توثیق ہوگئی۔ کہ جو شخص اپنے بھلائی کرنے والے عزیز سے اپنی بھلائی کے امور دیکھکر بھی۔ بُرائی کرے۔ وہ ضرور عذاب میں گرفتار ہوتا ہے۔
محمد ابن اسمٰعیل کا واقعہ بالکل اِس حدیث کے مطابق اُترا۔ اور جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے مدینہ منورہ میں اُن سے اشارتاً ارشاد فرمایا تھا وہ صراحتاً بغداد میں اُن کی آنکھوں کے سامنے گزرا۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ان کی مخالفت اور مخاصمت کو براہ العین مشاہدہ فرماکر بھی۔ اپنے صلۂ رحم کے تقاضہ سے۔ ان کی پوری کفالت کی۔ اور چلتے چلتے وقت تک بھی اِن کی رعایت اور اعانت سے دریغ نہ فرمائی۔ مگر ان کو شرم نہ آنے والی تھی۔ نہ آئی اگرچہ حدیث مبارک جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اِس امر کی رعایت اور ان کی ہدایت ہی کے لیے خاص طور پر ارشاد فرمائی گئی۔ مگر اُنہوں نے کچھ خیال نہ فرمایا۔ اور آپ کی اتنی تاکید پر کوئی اعتنا نہیں کی۔ اور ہارون الرشید کے پاس پہنچکر آپ کے متعلق۔ ایسی ایسی جھوٹی باتیں لگائیں اور ایسے ایسے بے اصل کلمات کہے۔ جن کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔
آخر ان کا جو نتیجہ ہوا وہ دنیا نے دیکھ لیا۔ یہ ہیں امام برحق کی حقانیت کے سچے دلائل اور براہین اور یہ ہیں مکارم اخلاق اور محاسن اشفاق کے خوشنما روابط اور زیبا آئین۔ اِس سے جائز اور ناجائز وارثان رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پوری تمیز اور شناخت ہوجاتی ہے۔
بہر حال۔ محمد ابن اسمٰعیل کے حالات کو خاتمہ تک پہنچاکر ہم ہارون الرشید کی اب وہ کارروائیاں لکھتے ہیں۔ جو اُس نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ کیں۔
تھوڑے ہی دنوں کے بعد۔ امین و مامون کی ولیعہدی کا معاملہ پیش ہوا۔ اُسوقت بغداد کا دربار بالکل دِلّی کا دربار ہو رہا تھا۔ جعفر ابن محمد ابن اشعث اور یحییٰ ابن خالد برمکی کے ہاتھوں میں ہارون تھا۔ یہ دونوں جدھر چاہتے تھے۔ پھیر دیتے تھے۔ ولیعہدی کے خاص مسئلہ میں جعفر امین کا طرفدار تھا۔ اور یحییٰ مامون کا۔ جعفر امین کا اتالیق تھا۔ اِس لیے اُس کو اپنے شاگرد کی بہی خواہی منظور تھی۔ جعفر کے اسباب یحییٰ۔ مامون کا موئید تھا۔ اِس لیے کہ مامون ان کی طرف سے

ایرانی النسل تھا۔ اور یحییٰ بھی ایران ہی کا رہنے والا تھا۔ غرضکہ جب جعفر کو موقع مل جاتا تھا تو وہ ہارون کو اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔ اور جب یحییٰ کو قابو ملتا تھا۔ تب وہ اپنی طرف غرض اس ولیعہدی کے مسئلہ کے سبب ہارون کی جان عجب کشمکش میں پھنسی ہوئی تھی۔ آخرکار زبیدہ کے عاقلانہ اور عادلانہ فیصلے نے اس کو اس امر کے تصفیہ کر دینے کی یہ تجویز بتلائی کہ ممالک محروسہ کو دو حصّوں پر تقسیم کر کے ایک ایک حصّہ امین و مامون کو دے دیا جاوے زبیدہ کی اس تجویز کو ہارون اور اُس کے تمام اراکین سلطنت نے پسند کیا۔ اور اسی کے مطابق تقسیم ممالک کے کاغذ درست کئے گئے۔ اور وہ عہد نامہ تحریر کیا گیا۔ جو عام طور سے تمام اسلامی تاریخوں میں بالتفصیل درج ہے۔ چونکہ اس عہد نامہ کی تفصیل کو ہماری تالیف سے کوئی ایسا تعلق نہیں۔ اس لیے ہم اُس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں دیکھتے۔ مگر اس عہد نامہ کے متعلق اتنا ضرور لکھ سکتے ہیں کہ باوجود اتنی حزم و احتیاط کے۔ اس تقسیم میں۔ امین کا پلہ مامون کے پلہ سے ہر حالت میں بھاری رہا۔ جس کی تفصیل انشاء اللہ ہم کسی مناسب مقام پر کریں گے۔

ہارون الرشید اور جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی مخالفت

ہم اپنی کتاب کے ناظرین کو یاد دلاتے ہیں کہ ہارون کو یحییٰ نے اس ولیعہدی کے مسئلہ میں خاصکر دو شخصوں کی طرف سے بدگمان کیا تھا ایک جعفر ابن محمد ابن اشعث کی طرف سے۔ دوسرے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف سے۔ مگر زبیدہ کی عاقلانہ تجویزوں نے ہارون کے ان معاملات کو یکسو کر دیا۔ اور امین کے معاملات یکسو ہو جانے سے جعفر کو جو نقصانات پہنچنے والے تھے۔ پورے طور سے رفع ہو گئے۔ اور اسی طرح مامون کے امور مرتب ہو جانے کے بعد۔ یحییٰ بھی مطمئن ہو گیا۔ غرض دونوں کی نجات ہو گئی۔ نہ ہوئی تو ایک جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی۔ تاریخی واقعات بتلاتے ہیں کہ ہارون الرشید حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے معاملات میں۔ ابھی تک ویسا ہی سخت اور شدید بنا رہا۔ اور آپکی طرف سے جیسے جیسے مخالفانہ خیالات اُس کے ذہن نشین تھے۔ وہ اُس کے دل پر نقش کالحجر بنکر جمے ہوئے تھے وہ کسی طرح مٹائے نہ مٹے۔

اور حقیقت امر تو یہ ہے کہ بغداد کے دربار میں۔ کون ایسا رفیق اور ہمدرد موجود تھا جو ہارون کے دل سے ان شبہات اور وسوسوں کو نکال دیتا۔ جو حق ناحق حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف سے اُس کے دل میں پیدا ہو گئے تھے۔ کسی کو کیا پڑی تھی کہ آپ کی طرف سے ہارون کی صفائی قلوب کے سامان کرتا۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم

علیہ السلام کا ایسا ہمدرد۔ دربار بغداد میں کوئی نہ تھا۔ اور واقعی کیوں ہونے لگا۔ مگر تاہم اگر ہارون خود ہی عدالت پسند اور منصف مزاج ہوتا تو واقعات اور قرائن پر غور کرکے۔ آپ کی بے لوث۔ برائت۔ اور بے قصوری کی طرف سے اپنا اطمینان آپ کر لیتا۔ اور سمجھ لیتا کہ جب جعفر ابن محمد کی وجہ سے امام موسی کاظم علیہ السلام پر مخالفت کے الزام لگائے گئے تھے اور اب جعفر کی صفائی ہوگئی۔ تو پھر امام علیہ السلام کی طرف سے بھی سارے شبہات دور ہوگئے اور اسی کے ساتھ محمد ابن اسمٰعیل کی زبانی کہانی بھی جھوٹی ثابت ہوئی۔

مگر۔ افسوس۔ بخلاف ان امیدوں کے۔ جعفر۔ یحیے فضل وغیرہ سب کی صفائی ہوگئی۔ سب بری کئے گئے نہ بری کئے گئے اور نہ مستثنے سمجھے گئے تو ایک جناب امام موسی کاظم علیہ السلام اور اس خصوصیت کی اس کے سوا۔ اور کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ جعفر اور یحیے وغیرہ میں سیادت کا عیب نہیں تھا۔ جو ان کی صفائی کا مانع ہوتا۔ امام موسی کاظم علیہ السلام تو فرزند رسول انام صلے اللہ علیہ وآلہ والسلام تھے۔ ساری مصیبت تو یہ تھی۔ ان کی صفائی اور معافی کیجاتی تو ہارون کو اپنے سلف کی قدیم تقلید کا قلادہ اپنی گردن سے اُتار کر۔ اپنے نام سے رشید کے لفظ کو خارج کرنا پڑتا۔ اور زمانہ بھر میں اپنی رشادت وسعادت کو بدنام اور رسوا کرنا ہوتا۔

ان وجہوں سے نہ اُس نے خود آپ کے معاملات کی طرف توجہ کی اور نہ کسی اور نے اُس کو ان کی طرف توجہ دلائی۔ اور وہ تمام امور۔ ویسے ہی کے ویسے رہے۔ اور محمد ابن اسمٰعیل کی مفسدانہ تقریر نے جیسا شدید اثر۔ ہارون الرشید کے دل پر ڈالا تھا وہ ویسے کا ویسا ہی قایم رہا۔ اور اُس میں مطلق کمی نہ آئی۔

یحیے نے یہ کہکر ہارون کو جعفر ابن محمد ابن اشعث کی طرف سے اُبھارا کہ یہ جو کچھ کما تا ہے وہ سب حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت میں بھیجتا ہے۔ اور تمہاری جگہ اُن کو امام زمان اور خلیفۂ عصر جانتا ہے۔ اگر یہ امر ایسا ہی تھا جیسا یحیے نے ہارون سے بیان کیا تھا تو جعفر کا فرض تھا اور اُس کے خلوص وعقیدت کا خاص مقتضے تھا کہ وہ اپنی صفائی کے بعد فوراً اپنے اُس بزرگوار کی برائت اور جان بری کے انتظام بھی کر دیتا۔ جن کو وہ اپنا امام پیشوا اور مقتدا تسلیم کرتا تھا۔ مگر جعفر نے اسوقت کیا کیا۔ کبھی ان امور میں اپنے لب نہ ہلائے اور کسی موقع پر ہارون الرشید سے امام موسی کاظم علیہ السلام کی سفارش میں ایک کلمہ اپنی زبان سے نہ نکالا۔ اُس کی کوئی کوشش یا سعی۔ قدمے۔ سخنے۔ درمے۔ غرض کسی طرح ثابت نہیں ہوتی۔ ان باتوں سے ثابت ہوگیا کہ یحیے کی تقریر بالکل غلط اور صریح تہمت تھی۔ جو اُس نے اپنے حسد اور نفسانیت کی وجہ سے جعفر پر لگائی تھی۔ اور جعفر ابن محمد کبھی کسی وقت میں

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا معین اور موافق نہیں تھا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی گرفتاری

۱۷۹ھ ہجری کے ماہ رمضان میں۔ ہارون الرشید اپنے شاہانہ حشم و خدم کے ساتھ پہلے مکہ معظمہ میں داخل ہوا۔ اور عمرہ بجا لا کر مکہ معظمہ سے اپنی جمعیت کے ساتھ مدینہ منورہ میں پہنچا۔ جب اُس کی اتنی عجلت کے اسباب کو ہم تلاش کرتے ہیں۔ تو ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اُس کو جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خصومت اور عداوت نے مکہ میں زیادہ ٹھہرنے نہ دیا۔ اور اُس نے اپنے بیٹوں کی سلطنت اور ولیعہدی کے انتظام کرنے سے پہلے۔ آپ کے معاملات میں اپنا اطمینان کامل کر لینا مناسب سمجھا۔ اُس نے یہ سوچا کہ اگر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قابو میں لانے کی فکر۔ موجودہ ملکی انتظام سے پہلے نہیں کی جائیگی تو ممکن ہے کہ آپ۔ امین و مامون کے امور میں کچھ فتنہ اور فساد پیدا کریں اور حجاز کی رعایا کو شرائط میثاق کے نہ قبول کرنے کی ترغیب دیں۔ جس کی وجہ سے میرے موجودہ نظام حکومت میں ایک سخت رکاوٹ پیدا ہو جاوے۔

بہرحال۔ ہارون کے یہی مجنونانہ خیالات تھے جو اسے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خصومت اور عداوت میں سرتاپا دیوانہ بنائے ہوئے تھے۔ یہ تو اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ کہ ہارون الرشید مکہ سے مدینہ منورہ میں پہنچ گیا۔

یعقوب ابن داؤد اور یحیےٰ برمکی کی ملاقات

یہ وہی یعقوب ہیں۔ جو کبھی یحیےٰ کی طرح خلافت کے وزیر اعظم تھے۔ مہدی نے ایک سید کے چھوڑ دینے کی وجہ سے۔ ان کو معتوب کیا۔ اور دوام الحبس کی سزا دی۔ ہارون نے اپنی تخت نشینی کے وقت ان کو قید سے رہا کر دیا۔ اور ان کی درخواست پر مکہ معظمہ کے قیام کی اجازت بھی دیدی۔

یعقوب اس وقت کسی ضرورت سے مدینہ آئے ہوئے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رات کو یحیےٰ سے ملنے گیا۔ یحیےٰ اپنے خاص احباب کے ساتھ جلسہ جمائے بیٹھا تھا۔ میں بھی جا کر بیٹھ گیا۔ معمولی مزاج پرسی وغیرہ کے بعد یحیےٰ نے مجھ سے کہا کہ کل میں ہارون الرشید کے ہمراہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مطہر کی زیارت کو گیا۔ تو ہارون نے روضہ منورہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں آپ کی خدمت میں۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

کی گرفتاری کے معاملہ میں۔ معافی کا خواستگار رہوں اور میں اُن کے اسیر کرنے میں۔ اِس وجہ سے ضرور مجبور ہوں کہ مجھے خوف ہے وہ فتنہ برپا کریں کہ آپ کی اُمّت میں خونریزی واقع ہو۔ اے یعقوب۔ مجھے اُس کے انداز کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کل وہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو ضرور قید کرے گا۔ یعقوب کا بیان ہے کہ میں یحییٰ سے یہ باتیں سُنکر سناٹے میں آ گیا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ آپ سے کون ایسی خطا سرزد ہوئی ہے۔ جس کی پاداش میں آپ کو ایسی سخت سزا ملنے والی ہے۔

اِس واقعہ سے معلوم ہو گیا کہ ہارون کے تمام ارادوں کی خبر یحییٰ برمکی کو پورے طور سے تھی اور وہ اب تک ہارون کے اِن پوشیدہ مظالم کی تدبیروں اور تجویزوں میں اُس کا شریک اور رفیق بنا ہوا تھا۔ افسوس۔

اگر یحییٰ مسلمان تھا۔ تو اُس کو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے امور میں خاموش رہنا نہیں چاہیئے تھا۔ کیونکہ جعفر ابن محمد کی مخالفت کا مسئلہ جس کی بنا پر آپ کی سیاست ضرور تجویز ہو گئی تھی۔ بالکلیہ جاتا رہا تھا۔ تو اُس کا فرض ہونا چاہیئے تھا کہ وہ ہارون سے عرض و معروض کرکے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خاص معاملات کی بھی صفائی کرا دیتا۔ مگر یہ امر ان سے ہوتا تو کیسے کیونکہ بادشاہ اور وزیر دونوں۔ ہمخیال ہم کلام اور ہم زبان تھے۔ اور ع وزیرے چنیں بادشاہے چناں۔ کے پورے مصداق ہو رہے تھے۔

بہرحال۔ دوسرے دن یحییٰ کے کہنے کے مطابق۔ اپنے مخصوصین کی ایک جماعت کو ہارون نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی گرفتاری کے لیے معین کیا۔ جب یہ لوگ درِ دولت پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ روضۂ رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم میں تشریف رکھتے ہیں۔

روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی گرفتاری

ہارون الرشید کے فرستادہ لوگ۔ آپ کو تلاش کرتے ہوئے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں آئے۔ تو دیکھا کہ قبرِ انور کے نزدیک عبادت الٰہی میں مشغول ہیں۔ اِس ظالم جماعت نے آپ کو عین نماز کی حالت میں گرفتار کیا۔ اور ہارون الرشید کے پاس کشاں کشاں لے چلے۔

محمد ابن سلیمان کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قبر منوّر سے مخاطب ہو کر عرض کی کہ

اے جدِ بزرگوار۔ آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ آپ کی اُمتِ بدکردار سے آپ کے اہلبیت اطہار پر کیسے کیسے ظلم و ستم ہو رہے ہیں۔
محمد کا بیان ہے کہ آپ کا یہ استغاثہ سنکر تمام حاضرین کی آنکھوں سے بیساختہ آنسو جاری ہو گئے اور سب کے سب زار و قطار رونے لگے۔ مگر حاکم وقت کے خوف سے کوئی مزاحمت کی جرأت نہ کر سکا۔
بہرحال۔ اِسی طرح بجور و جفا۔ محض بے جرم و خطا۔ اُس برگزیدۂ خدا علیہ التحیۃ والثنا کو گرفتار کرکے ہارون کے پاس لے گئے۔ تو اُس ہرزہ زبان شقی ازلی نے آپ کو بہت سے کلمات ناسزا سنائے مگر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام نے اُس ظالم کی گستاخی اور زباں درازی کے مقابلہ میں اپنے حقیقی اور اصلی لقب کاظم۔ ہونے کی پوری شان دکھلادی۔ اور اُس کی بدزبانیوں کا ایک جواب بھی اپنی طرف سے نہیں دیا۔ اور ویسے ہی کے ویسے کھڑے رہ گئے۔ یہ واقعہ ۲۰ شوال ۱۷۹ھ ہجری کو واقع ہوا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام قید کرکے بصرہ بھیجدیے گئے

ہارون نے تھوڑی دیر کے بعد۔ اُسی وقت۔ دو محملوں کے تیار کیے جانے کا حکم دیا جب دونوں محملیں تیار کرکے لائی گئیں۔ تو اُس نے ایک میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو سوار کیا اور دوسری محمل بالکل خالی رکھی جس محمل میں آپ سوار کیے گئے تھے اُس کو اپنی فوج کی ایک معتدبہ جمعیت کے ساتھ اپنے چچازاد بھائی۔ عیسےٰ ابن جعفر کے پاس بصرہ میں بھیجدیا۔ جو اُن دنوں بصرہ کا حاکم تھا۔ دوسری محمل جو خالی تھی اُس کے ہمراہ بھی بہت سے فوجی سپاہی کر دیے اور اُس کو بغداد کی طرف روانہ کیا۔
ہارون الرشید کو اِس حیلہ اور ترکیب کے ساتھ آپ کو روانہ کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟ اُس کا مدعا یہ تھا کہ عوام کو آپ کے بھیجے جانے کا اصلی مقام نہ معلوم ہوا اور وہاں تک آپ کی رسائی اور دسترس نہ ہو سکے۔ عوام کے علاوہ۔ خاص شیعوں کی طرف سے بھی تو بہت بڑے بڑے اندیشے لگے ہوئے تھے۔ یحییٰ برمکی اور محمد ابن اسمٰعیل کی جھوٹی خبر رسانیوں نے عوام شیعہ کی طرف سے اُس کو اور مخوف اور ہراساں بنا رکھا تھا۔ اِس لیے اُس نے یہ انتظام کرکے تجویز کیا کہ وہ آپ کی اصلی قیام گاہ کو نہ جا سکیں۔ اور آپ کی۔ مخلصی۔ رہائی یا میرے ساتھ آپ کے انتقام لینے کی کوئی فکر اور تدبیر عمل میں نہ لا سکیں۔ ہارون الرشید۔ باوجود ذاتی قوت و اختیار اور ثروت و اقتدار کے۔ اِن امور میں ایسا خائف تھا۔ یہ اِن واقعات کی حقانیت

کے سچے اور روحانی ائمہ تھے۔ جنہوں نے اُس کے ایسے ظالم۔ جابر اور سنگدل کو ایسا ترساں ولرزاں بنا دیا تھا۔ اِس کے ساتھ یہ بھی اچھی طرح سمجھ لیا گیا کہ ہارون رشید کے دل میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی طرف سے کیسی عداوت اور خصومت تھی۔ اور وہ آپ کی ضرر رسانی ایذا دہی کی کوششوں میں کس قدر استحکام اور اہتمام سے برابر کام لیتا تھا۔

بہر حال۔ امام علیہ السّلام تو بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں دولت سرا میں کہرام پڑ گیا مخدرات عظمیٰ کے علاوہ۔ ننھے ننھے لڑکے۔ لڑکیاں۔ اپنے پدر بزرگوار کی اسیری کی خبر پا کر اور اُن کی آیندہ زیارت سے قطعی مایوس ہو کر جب بیتابی اور پُر اضطرابی سے روتی تھیں۔ اور اپنے جیب وگریباں چاک کرتی تھیں۔ وہ حالت نہ دیکھنے والوں سے دیکھی جاتی تھی۔ نہ سُننے والوں سے سُنی جاتی تھی۔ اُدھر سے جو نکلتا تھا۔ وہ ان حضرات کی گریہ وزاری اور آہ وبیقراری پر زار زار روتا ہوا اور آیۂ کرامت ہدایہ وسیعلمو ن الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون پڑھتا ہوا چلا جاتا تھا۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے امور سے فارغ اور مطمئن ہو کر اُس نے سنہ ۱۸۲ ہجری میں امین و مامون کی سلطنت و حکمرانی کا انتظام کیا۔ جو اُس کا اصلی مدعا تھا۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور عیسےٰ ابن جعفر منصور عباسی

یہاں تک اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ہارون نے آپ کو گرفتار کرکے اپنے چچازاد بھائی عیسےٰ کے پاس بصرہ میں بھیجدیا۔ عیسےٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا اُس کی خلاصہ کیفیت یہ ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ۲۰ شوال سنہ ۱۷۹ ہجری کو مدینہ سے روانہ ہو کر کامل ایک مہینہ سترہ روز کے بعد ۷ ذیقعدہ سنہ ۱۷۹ ہجری کو بصرہ میں داخل ہوئے۔ عیسےٰ ابن جعفر۔ یہاں تین دن پہلے سے عید الاضحیٰ کے جشن اور اپنے عیش و نشاط کے جلسے جمائے بیٹھا تھا۔ اور اپنی امارت وحکومت کے لطف اُٹھا رہا تھا۔ اپنی پُر جوشی کی موجودہ مدہوشی میں اُس کو سر و پا کی خبر نہیں تھی کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔ وہ عیش وعشرت کی کیفیتوں میں بالکل چور اور مخمور ہو رہا تھا اسی عالم میں اُسے ہارون کا خط ملا۔ اُس نے پڑھا۔ اور نہایت بے پروائی اور غیر التفاتی سے اپنے اُسی دیوانخانہ کے ایک تیرہ وتار حجرہ میں۔ جسے وہ تین دن سے اپنا رنگ محل بنائے ہوئے تھا۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بھی قید کر دیا۔ افسوس۔ حمیت اسلام کیا ہو گئی۔ اور حیاء ایمان کہاں گئی۔ ایسے مقدس اور مظہر حجت الٰہی اور ودیعت حضرت رسالت پناہی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں۔ انواع واقسام کے لہو ولعب اور عیش وطرب کے

فواحش۔ ممنوع الشریعہ۔ برابر عمل میں لاتا رہا۔ اور آپ قطعی مجبور اور معذور ہو کر دیکھتے رہے اور سنتے رہے۔ یہ آپ کی مصیبت کی پہلی منزل ہے۔ جو آپ کو ہارون کی بدولت دیکھنی ہوئی۔ ورنہ اس سے پہلے کبھی آپ کو ایسی ناجائز اور بدنصیب صحبتوں کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ حیرت کا مقام ہے۔ اور تعجب کی جگہ۔ کہ اگر عیسےٰ کو آپ کی اسیری کی موجودہ حالتوں پر بھی کوئی رحم نہیں آیا تھا۔ تو کیا۔ آپ کی حالت زار۔ اور غایت درجہ کی مجبوری بیکسی اور معذوری دیکھکر عبرت بھی نہیں آئی تھی۔ اور اُس کا پتھر دل اتنا بھی نہ پسیجا تھا کہ اُس کو اور اگر کچھ نہیں تو اتنا سوچنے کی ہمت دلاتا۔ کہ فرزند رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہ قیدخانہ جگر بند بتول سلام اللہ علیہا۔ اور یہ میخانہ۔ اِنَّ ھٰذَا الشَّیءُ عُجَابٌ۔

بہر حال۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام۔ رَضًا بِقَضَائِہٖ وَتَسْلِیْمًا لِاَمْرِہٖ فرما کر اُس تیرہ و تاریک کوٹھری میں اپنی اسیری کے دن کاٹنے لگے۔ تاریخوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسےٰ کی یہ کالی کوٹھری جس میں اُس شمع امامت کو بند کر رکھا تھا۔ رات دن میں صرف دو وقت کھولی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ سویرے کہ آپ باہر آکر صرف وضو کرلیں۔ پھر دوپہر تک بند۔ دوسرے دوپہر کو۔ کہ آپ کو آپ کا معمولی کھانا۔ دو روٹیاں ایک کٹورہ پانی۔ دیدیا جاوے۔ پھر چوبیس گھنٹوں میں کبھی نہیں کھولی جاتی تھی۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ۔

کامل ایک برس تک آپ یہاں قید رہے۔ اس عرصہ میں ہارون نے عیسےٰ کو کئی بار تاکید تمام لکھا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو زہر دیکر شہید کر ڈالو۔ مگر وہ اس پر قادر نہ ہو سکا۔ بلکہ بخلاف اس کے۔ جیوں جیوں آپ کی اسیری کی مدت میں طول ہوتا گیا۔ عیسےٰ کا دل۔ آپکی سلامت النفسی۔ صلاحیت طبعی۔ نیک مزاجی۔ حسن اخلاق اور صبر و رضا کو مشاہدہ کرکے آپ کی بے قصوری اور بے گناہی کی تصدیق کرتا گیا۔ اور ہارون کی متواتر تاکیدوں کی طرف مطلق متوجہ نہ ہوا۔ اگر ہارون رشید کے دیدۂ حقیقت کشادہ ہوتے تو وہ عیسےٰ کی تاخیر اور استمالت کو دیکھکر۔ اُس کی طرح خود بھی۔ آپ کے خون ناحق کا خیال اپنے دل سے نکال دیتا۔ مگر وہ تو۔ جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ ابتدا ہی سے آپ کے معاملات میں ایسا سخت اور شدید ہو رہا تھا کہ کوئی واقعات اور کسی قسم کے مشاہدات اُس کے پتھریلے دل پر اپنا کوئی اثر نہیں کرتے تھے۔

عیسیٰ ابن جعفر اور موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام سے خلوص

ہم ابھی ابھی اوپر لکھ آئے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے معاملات میں کہاں تک عیسےٰ

ان سختیوں سے کام لیتا تھا۔ اور کہاں۔ اُس کا دل آپ کی عقیدت اور قدر و منزلت کی طرف ایسا راغب ہوگیا کہ اُس نے ہارون کے متواتر اور تاکیدی حکمناموں کا بھی کوئی خیال نہیں کیا۔ اور آپ کے قتل و ہلاکت کی تعمیل کو تاخیر میں ڈال رکھا۔ اِس کا کوئی سبب بھی ہے یا نہیں؟

عیسےٰ کے خلوص و ارادت کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ اُس کے دفتر کا ایک خاص منشی ناقل ہے۔ کہ عیسےٰ نے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے قید کرنے کے بعد آپ کی اسیری کے وجوہات پر غور کرنا شروع کر دیا۔ اور اپنے عقل و شعور کے مطابق اِس کے اسباب اور ذرائع ڈھونڈھنے لگا۔ مگر جب کسی طرح نہ کوئی ظاہری وجہ معلوم ہو سکی اور نہ کوئی باطنی۔ تو اُس کا دل آپ کی طرف سے نرم ضرور ہوا۔ اب اُس نے یہ سوچا کہ شاید آپ کے اخلاق درست نہیں ہیں۔ اور آپ کی ذات میں کچھ ایسی اخلاقی کمزوریاں پائی جاتی ہیں جن سے خلیفۂ عصر نے متنفر ہو کر آپ کو قید کی سخت سزا دی ہے۔ یہ سوچکر اُس نے اپنے ایک غلام کو اُس حجرے کے دروازے پر۔ اِس غرض سے بٹھلا دیا کہ وہ صبح سے لیکر شام تک اور شام سے لیکر صبح تک برابر آپ کے روزانہ مشاغل۔ آپ کے رفتار و کردار کو غور کی نظر سے دیکھتا رہے۔ اور دن بھر میں کئی بار۔ مزید احتیاط کی نظر سے۔ حجرہ کے کواڑوں میں کان لگا کر آپ کی باتوں کو سُنا کرے کہ آپ کس کے حق میں اور کس طرح کے کلمات ارشاد فرماتے ہیں۔

چنانچہ عیسیٰ کا وہ مقرر کردہ غلام اپنے کام پر مامور ہو کر بیٹھ گیا۔ افسوس ہے زمانہ کی ناقدری پر اور حسرت ہے دنیا کی ناپرسی پر۔ اخلاقِ نبوی کے اصلی اور حقیقی وارث۔ اور پھر اُن پر اخلاقی کمزوریوں کا گمان۔ اور بد اخلاقی کا شبہہ۔ اگر تحقیق کے اعتبار سے عیسےٰ کے اِن انتظام پر غور کیا جاوے تو ایک حد تک یہ تدبیر مناسب بھی تھی اور مفید بھی۔ کیونکہ بغیر اِس کے۔ عیسےٰ کے شبہات اور بدگمانیوں کی اصلاح نہیں ہو سکتی تھی۔ اور وہ اپنے شبہوں سے نکلکر خالص نہیں ہو سکتا تھا۔ اِس کے علاوہ۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے محاسن عادات۔ سلامت النفسی اور صبر و رضا کے عدیم المثال جوہر بھی نہیں معلوم ہو سکتے تھے۔

بہر حال۔ عیسےٰ کے مقرر کردہ غلام نے جو کچھ آپ کے متعلق اپنی چشم دید حالات بیان کیے وہ یہ ہیں۔ اُس نے عیسےٰ سے کہا کہ اے امیر میں نے حسب الحکم صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک۔ نہایت غور اور کامل احتیاط کے ساتھ۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روزانہ مشاغل کو دیکھا۔ آپ کو کسی وقت سوائے عبادت ربانی اور تلاوت قرآنی کے کسی اور شغل میں مشغول و مصروف نہیں پایا۔ خصوصاً قرآن مجید کی تلاوت تو اِس خوش الحانی سے

کی جاتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ اے امیر۔ میں ایک زنگی غلام ہوں اور نہایت شفیق القلب بے مروت اور سنگدل خیال کیا جاتا ہوں۔ مگر تاہم۔ آپ کو باور کراتا ہوں کہ میں جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے سنتا تھا تو میرے دل پر ایسا گہرا اثر ہوتا تھا اور ایسی سخت چوٹ لگتی تھی۔ کہ میں بے اختیار ہو کر رونے لگتا تھا۔ ان امور کے علاوہ میں نے امیر کے حکم کے مطابق۔ دن کو۔ رات کو۔ ایک بار نہیں کئی بار اپنے کانوں کو حجرے کے دروازے سے لگایا۔ مگر میں نے۔ تیری امیدوں کے خلاف۔ کبھی کوئی کلمہ۔ کوئی لفظ اور کوئی حرف اُن کی زبان مبارک سے کسی کے خلاف میں نہیں سُنا۔ اول تو آپ کو کثرت عبادت اور شغل تلاوت سے اتنی فرصت کہاں رہتی تھی۔ مگر کبھی کبھی محض تھوڑی دیر کے لیے۔ تلاوت و عبادت موقوف کر دی جاتی تھی۔ اور اتنا عرصہ محض سکوت اور خاموشی میں صرف کیا جاتا تھا۔ اور کبھی کبھی اگر اس سکوت کے عالم میں کچھ تکلم کی طرف طبع مبارک کا رجحان اور میلان ہوتا تھا۔ تو آپ ان الفاظ میں خدائے سبحانہ تعالےٰ کا شکریہ ادا فرماتے تھے یا قاضی الحاجات (حاجتوں کے رفع کرنے والے) و یا سامع المناجات (التجاؤں کے سننے والے) میں تجھ سے اکثر اس امر کی استدعا کیا کرتا تھا کہ تو مجھے اپنی خالص عبادت اور طاعت کے لیے ایک ایسی تنہائی اور خلوت کی جگہ عنایت فرما۔ جہاں میں۔ تمام دنیا کے مکروہات و تعلقات سے علیحدہ ہو کر تیری بندگی کیا کروں۔ بارالٰہا۔ میری دعا قبول ہو گئی۔ اور جو میری مراد تھی وہ حالتِ موجودہ میں۔ عنایت فرمائی گئی۔ اور اب میں نہایت اطمینان اور فراغت سے۔ تیری عبادت پر تیار ہوں۔ اور تیرے اس عطیہ کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہوں۔ جو میں نے مانگا۔ وہ تو نے عطا کیا۔ الحمد للہ۔ فہو المراد۔

جس وقت عیسےٰ کے دربار میں۔ اُس کے حبشی غلام نے اپنا ایسا مفصل اور مکمل رپورٹ سُنایا تو راوی حدیث (عیسےٰ کا منشی) کا بیان ہے کہ تمام حاضرین پر ان حالات کا ایسا اثر پڑا۔ کہ وہ سب کے سب بے اختیار ہو کر رونے لگے۔ اور عیسےٰ تو اُسی وقت سے آپ کی عقیدت و ارادت پر راسخ ہو گیا۔ خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اور اپنی سابق گستاخیوں کی معافی مانگنے لگا۔ معافی میں کیا عذر تھا۔ آپ نے بکمال خندہ پیشانی اُس کی اگلی فروگذاشتوں کو معاف فرمایا۔ اور وہ اُسی وقت سے اپنے قدیم گمراہانہ رفتار و کردار سے دست بردار ہو کر آپ کے فضل و شرافت کا معترف اور معتقد ہو گیا۔

عیسے کا خط ہارون الرشید کے نام

اس واقعہ کے بعد عیسے نے ۔ ہارون رشید کو اس مضمون کا خط لکھا کہ جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کو میرے پاس قید میں ۔ کامل ایک برس کا زمانہ گزر گیا ۔ اور مجھے کسی طرح اُن کے قتل و ہلاکت پر جرائت نہ ہو سکی ۔ میں نے ہر طرح سے ۔ آپ کے حالات کا تفحص و تجسس کیا ۔ لیکن ۔ سوائے عبادتِ جناب باری ۔ تضرع و زاری اور تسبیح و تحلیل کے ۔ کوئی اور مشاغل آپ کے نہیں پائے ۔ اس عرصہ میں ۔ میں نے کئی بار ۔ اپنے کان لگا کر آپ کی باتوں کو سُنا مگر کبھی مجھکو ۔ یا آپ کو یا اور کسی بندۂ خدا کو بد کہتے کبھی نہیں سنا ۔ اول تو ان اوقات میں وہ اکثر خموش رہتے تھے ۔ اور اگر کبھی کچھ کلام بھی فرماتے تو اپنی موجودہ اسیری پر خدا کا شکر کیا کرتے تھے ۔ وہ صبح سے شام تک اور پھر شام سے صبح تک ہمیشہ سوائے عبادت و تلاوت کے کوئی دوسرا کام ہی نہیں کرتے ۔ دنیا کے کسی تعلق سے اُنہیں کوئی واسطہ نہیں ہے ۔ مجھکو ایسے مقدس ۔ اور تمام عیبوں سے پاک و پاکیزہ بزرگ کی اسیری ۔ ایک ساعت کے لیے بھی گوارا نہیں ہے ۔ اس لیئے میں آپ کو بتاکید تمام لکھتا ہوں کہ آپ اپنے کسی معتبر آدمی کو اس خط کے دیکھتے ہی بھیجدیں کہ میں اُس کے ہمراہ ۔ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو آپ کی خدمت میں واپس دوں ۔ اور میں اپنے مواخذہ سے بری الذمہ ہو جاؤں ۔ اگر آپ کی طرف سے میری استدعا کی تعمیل میں دیر ہوگی تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ کے آدمی کا زیادہ انتظار بھی نہ کرونگا اور اُن کو اپنی قید سے فوراً رہا کر دوں گا ۔

صاحب روضۃ الصفا نے بھی اِس واقعہ کو ۔ اگرچہ نہایت اختصار کے ساتھ لکھا ہے مگر ہم اِن حضرات سے اتنا ہی غنیمت سمجھتے ہیں ۔

بہر حال ۔ امام منصوب من اللہ کی یہی شان ہے اور اُس کے یہی فرائض ہیں کہ چاہے وہ کسی عالم میں ہو ۔ اپنے فرائض کی انجام دہی سے غافل نہ رہے ۔ اور اُس کی کوششوں کے ساتھ ہی ۔ قدرت کے ارادوں کا بھی یہی مقصود اور یہی منشاء ہوتا ہے کہ وہ اِس کی مجبوری اور بیکسی کی حالتوں میں بھی ۔ اُس کے مدارج و مراتب ۔ محاسن و محامد کو ظاہر فرما کر دنیا اور اہل دنیا سے اُن کے شرف و فضیلت کا اعتراف کرائے ۔ اور ہدایت خلائق کا ذریعہ قایم کرے ۔

جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کے اِس واقعہ نے ۔ جس نے عیسے کے ایسے مخالف کو اپنا موافق بنا لیا ۔ ہمارے اوپر کے بیان کی کامل طور پر تصدیق کر دی ۔ اور ہمارے مدعا

کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور فضل ابن ربیع کی سپردگی

ہارون الرشید کی ایسی توفیق کہاں کہ وہ عیسٰے کے چشم دید واقعات پڑھکر اُن سے اپنے لیے کسی عبرت اور تنبیہہ کا سبق حاصل کر سکے۔ اور اُس کی طرح خود بھی جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے محاسن عادات معلوم کر کے۔ آپ کی آیندہ آزار دہی سے باز آئے اور رہائی کا حکم دے۔ اگرچہ عیسٰے نے انہی وجہوں سے اُس کو ایسے پُر زور لفظوں میں لکھا تھا۔ مگر وہ ایسا کیا تھا۔ جو آپ کے معاملات میں کسی کی سنتا۔ عام اِس سے کہ وہ عیسٰے ہوں یا موسٰے۔ وہ تو اپنے ان سامانوں میں فرعون ہو رہا تھا۔ عیسٰے کا خط پڑھکر وہ متنبہ کیا ہو گا۔ اُس کے بڑھتے ہوئے شعلوں میں اور اشتعال ہو گئی۔ اُس نے فوراً اپنا آدمی بھیجکر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بغداد میں بلا بھیجا۔ اور فضل ابن ربیع کی حراست میں سپرد کیا۔

آپ کو فضل ابن ربیع کی حراست میں دینا بھی چال سے خالی نہیں تھا۔ ان تدبیروں سے اُس نے امام علیہ السلام کے ساتھ فضل کی ہلاکت کا بھی پورا قصد کر لیا تھا۔ اور اُس کی خاص حراست میں آپ کے رکھے جانے سے اُس کا یہ مقصود تھا کہ فضل ابن ربیع عموماً شیعہ مشہور تھا۔ چونکہ اُس وقت شیعہ ہونے کا اقرار قتل عمد کے اقرار سے بھی زیادہ سنگین شمار ہوتا تھا۔ اِس لیے ہارون یا اُس کے امراء قدیم سلاطین کے استفسار کے وقت فضل نے کبھی اپنے شیعہ ہونے کا اقرار نہیں کیا۔ مگر ہارون پر موقوف نہیں۔ ساری دنیا اس کو شیعہ جانتی تھی۔ اور حقیقت میں تھا بھی ایسے ہی۔ ہارون کو فضل کے تحقیق مذہب کے متعلق بھی ہمیشہ ایک خلش سی لگی رہتی تھی۔ اس کی خاص تحقیق کے لیے حراست امام علیہ السلام کا عہدہ اسے دیا گیا تھا۔ اور یہ سوچ لیا گیا تھا کہ اوّل تو وہ اسے قبول نہیں کریگا۔ اور اگر میری سطوت کے خوف سے قبول بھی کرے گا۔ تو بجائے تشدد کے آپ کے ساتھ رعایت ضرور کرے گا۔ اور یہی امر اُس کے شیعہ ہونے کو کامل طور سے ثابت کرے گا۔ اور اِسی کی وجہ سے اُس کے قتل و ہلاکت پر قابو مل سکے گا۔

فضل ابن ربیع کی حراست میں آپ کے حالات

عبداللہ قزوینی کا بیان ہے کہ میں اِس زمانہ میں فضل ابن ربیع کی محلسرا کی طرف سے ہو کر نکلا۔ وہ اپنے بالاخانہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے مجھے دیکھا تو آواز دی۔ میں اُس کے پاس بالاخانہ پر

گیا تو اُس نے مجھے ایک روشندان کی طرف دیکھنے کا حکم دیا۔ جو مکان کے پائین حصے میں روشنی اور ہوا کی آمد و رفت کے لیے لگا یا گیا تھا۔ اُس نے پھر تاکید کی کہ سرداب کی طرف غور سے دیکھو۔ تمہیں کونسی چیز دکھلائی دیتی ہے۔ میں تو پہلے سے دیکھ رہا تھا۔ اب اُس کی بار دیگر تاکید پر اور غور سے دیکھنے لگا۔ تو مجھے سپید کپڑے کی ایک چھینٹ سی دکھلائی دی۔ اور کچھ بھی نہیں۔ یہ دیکھکر میں نے ربیع سے کہا کہ ایک سفید کپڑے کی چھینٹ پڑی ہوئی البتہ معلوم ہوتی ہے۔

یہ سُنکر عجیب حسرت سے فضل ابن ربیع نے کہا۔ ارے بے خبر۔ یہ تمہارے آقا ہیں۔ جنہیں تم سفید کپڑے کی چھینٹ بتلا رہے ہو۔ میں نے کہا۔ کون میرے آقا؟ فضل بولا مجھسے زیادہ تجاہل عارفانہ تو نہ کرو۔ ارے نادان۔ یہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام صرف بجود ہیں۔ پھر اُس نے مجھ سے ہارون کے قید کرنے اور اُس کی حراست میں سپرد کیے جانے کا تمام و کمال واقعہ کہہ سنایا۔ عبداللہ کا بیان ہے کہ میں آپ کی پُرحسرت داستان سُنکر از حد متاسف ہوا۔ میری عقیدت اور خلوص نے ایک غیر متحمل پُرجوشی پیدا کردی۔ مگر حاکم وقت کے خوف اور مصلحت زمانہ کی وجہ سے میں نے اُس وقت خموشی اختیار کی مگر مارے غیرت اور ندامت کے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اپنا مُنہ دکھانے کی جرأت نہ کرسکا۔ مگر فضل ابن ربیع کو اپنی طرف مخاطب کر کے کہا۔ کہ سبحان اللہ۔ تم اور امام علیہ السلام کی حراست اُس نے آبدیدہ ہوکر جواب دیا کہ ہارون آپ کی حراست مجھے سُپرد کر کے۔ میری آزمائش کر رہا ہے۔ اور اُس کا پورا ارادہ ہے کہ ذرا سا شبہہ پاکر۔ آپ سے پہلے میرا خاتمہ کردے بھائی۔ میں عجیب کشمکش میں مبتلا ہوں۔ اِدھر خوف جان ہے۔ اُدھر پاس ایمان۔ عبداللہ۔ مجھے آج تک نہیں معلوم ہے۔ کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کون ایسا قصور سرزد ہوا ہے۔ جس کی پاداشں میں۔ ہارون نے ایسی سخت سزا آپ کے لیے تجویز کی ہے میں تو شب و روز میں ہر دم و ہر لحظہ آپ کے احوال و رفتار کو بڑے غور سے دیکھتا رہتا ہوں۔ اور قسم خدا کی آپ کو ہمیشہ اِسی حالت میں پاتا ہوں۔ جس حال میں تم نے ابھی ابھی دیکھا ہے۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا روزانہ معمول یہ ہے کہ جب نماز سے فارغ ہوتے ہیں تو طلوع آفتاب تک تعقیبات اور اوراد و وظائف میں مصروف رہتے ہیں۔ اُس کے بعد سجدے میں جاتے ہیں۔ اور زوال آفتاب تک سجدے میں پڑے رہتے ہیں۔ بعد زوال سجدے سے اُٹھتے ہیں۔ پھر ظہر کی نماز میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ میں آپ کی طوالت سجدہ سے سمجھتا تھا کہ آپ سجدہ ہی کی حالت میں سو جاتے ہیں۔ اور اِس طرح گھنٹہ دو گھنٹے آرام کرلیتے ہیں۔ مگر میرا یہ قیاس غلط ثابت ہوا کیونکہ سجدہ سے اُٹھتے ہی بلا تجدید وضوء آپ نماز پڑھنے لگتے ہیں۔

جس سے معلوم ہوا کہ آپ کبھی سجدے میں سوتے نہیں ہیں۔ بلکہ برابر ذکر تسبیح میں مصروف رہا کرتے ہیں۔ جب ظہرین کے فرائض اور نوافل سے فراغت ہو جاتی ہے۔ تو پھر سجدے میں جاتے ہیں اور غروب آفتاب تک اسی حالت میں رہتے ہیں۔ جب شام ہو جاتی ہے تو فوراً کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور بغیر اس کے کہ حوائج ضروریہ کو رفع کریں۔ یا تجدید وضو فرمائیں نماز مغربین کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مغرب کی نماز پڑھکر تعقیبات میں اتنی دیر تک مشغول رہتے ہیں کہ عشا کی نماز کا وقت آجاتا ہے۔ نماز عشا پڑھکر تعقیبات میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ جب ان تمام روزانہ فرائض سے فراغت ہو جاتی ہے۔ تو نہایت قلیل مقدار میں کچھ افطار فرما لیتے ہیں۔ اور وضو کر کے پھر سجدے میں جاتے ہیں اور دیر کے بعد سجدہ سے اُٹھتے ہیں تو تھوڑی دیر کے لیے لیٹ رہتے ہیں۔ پھر اُٹھکر وضو کی تجدید فرماتے ہیں اور نماز شب میں بتضرع والحاح وزاری مشغول ہوتے ہیں۔ تا اینکہ نماز صبح کا وقت آجاتا ہے۔ اور پھر دوسرے روز کے معمولات شروع ہو جاتے ہیں۔ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ اور رات کو اپنے وقت معینہ پر۔ دو چار لقموں سے زائد افطار نہیں فرماتے۔ اے عبداللہ اُس خالق حقیقی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں تمہیں باور کراتا ہوں کہ جب سے آپ کی حراست میرے سپرد کی گئی ہے میں نے آپ کے روزانہ یہی حالات اور عادات دیکھے ہیں۔ اور ان کے سوا کچھ بھی نہیں۔

عبداللہ قزوینی کا بیان ہے کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی یہ پُردرد روئداد سُنکر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور میں نے بہزار منت و سماجت اپنی اُسی بیقراری اور گریہ وزاری کی موجودہ حالتوں میں فضل ابن ربیع سے سفارشاً کہا کہ بھائی! خدا سے خوف کرو اور حتے الامکان حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کو کوئی تکلیف نہ دو کہ اس کا نتیجہ تمہارے زوال نعمت کا باعث ہوگا۔ اور تم پر کیا۔ جس نے ان حضرات کا ترک ادب کیا وہ سخت سے سخت مصائب اور شدائد میں ضرور مبتلا ہوا۔ اس کے جواب میں فضل ابن ربیع نے مجھ سے کہا کہ بھائی! تم مجھ سے کیا کہہ رہے ہو ہارون نے مجھ سے تو کئی بار تاکیداً کہلا بھیجا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قتل کر ڈالو۔ یا زہر دے دو۔ مگر میں نے صاف صاف لفظوں میں اُس کے پاس کہلا بھیجا کہ اگر تم مجھے مار بھی ڈالو گے۔ تو میں ایسا فعل نہیں کرونگا

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور یحیےٰ برمکی کی حراست

ہم نے جہاں تک جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اسیری کے حالات دریافت کیے ہیں

ہم کو ثابت ہوا ہے کہ ہارون الرشید نے آپ کی ایذا رسانیوں کو سخت اور شدید بنانے میں مختلف ترکیبوں سے کام لیا۔ اور متفرق طریقے اختیار کیے۔ کبھی ایک خاص مقام اور ایک مخصوص آدمی کے پاس آپ کو نہیں رکھا۔ بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک شخص سے دوسرے شخص کی حوالگی میں برابر سپرد کرتا رہا۔ اور ان تمام مقاموں میں ہر ایک شخص کو آپ کی تکلیف دہی اور ہلاکت کے لیے تاکید پر تاکید کرتا رہا۔ جیسا کہ عیسےٰ اور فضل ابن ربیع کے واقعات سے ظاہر ہوا۔

اب سُنیئے۔ جب فضل ابن ربیع سے کام نکلتا نہیں دیکھا۔ تو اُس نے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو یحییٰ برمکی کے حوالہ کیا۔ یحییٰ نے آپ کو اپنے گھر تو نہیں رکھا۔ مگر اپنے ہمسایہ کے ایک محض ٹوٹے ہوئے مکان میں رکھ دیا اور اپنے ایک سنگدل اور جابر غلام کو آپ کی نگہبانی پر مقرر کر دیا۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے جس طرح عیسےٰ کے پاس جانے میں کوئی عذر نہیں کیا تھا۔ اور نہ فضل ابن ربیع کے پاس۔ اُسی طرح یحییٰ کی حراست میں بھی کوئی کلام نہیں کیا۔ اور اُسی صبر و خاموشی کے ساتھ فضل کے گھر سے اُٹھکر یحییٰ کے پاس چلے آئے۔

فضل کے گھر سے اُٹھکر۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام۔ پورے ایک برس تک یحییٰ کی قید میں رہے۔ اور ۱۸۱ھ ہجری کا پورا زمانہ وہیں صرف فرمایا۔

ہارون اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے قتل کا ارادہ

فضل ابن ربیع کا بیان ہے کہ جب آپ یحییٰ کی حراست میں تھے۔ مجھ کو شب کے وقت ہارون الرشید نے بلا بھیجا۔ میں نے خیال کیا تو وہ وقت نہ اُس کے دربار کا تھا۔ اور نہ کسی خاص صحبت و خلوت کا۔ کیا کرتا۔ حکم حاکم مرگ مفاجات سمجھکر اُس کے پاس گیا۔ دیکھا تو اُس پر غیظ و غضب کا عجیب عالم طاری ہے۔ ہاتھ میں تلوار ہے۔ غصہ سے آنکھیں کیا۔ تمام چہرہ لال ہے۔ آستینوں کو اپنی کہنیوں تک پڑھائے۔ قصر کے پیش دروازے میں ٹہل رہا ہے۔ اور اپنی تلوار کو برابر جنبش دے رہا ہے۔

میں نے اُس کی یہ حالت دیکھکر اپنے دل میں کہا کہ الٰہی خیر کیجیو۔ آج بادشاہ سلامت کا رنگ بیرنگ اور طور بیطور ہو رہا ہے۔

ہارون کی نظر جونہی مجھ پر پڑی۔ بڑی بیرحمی سے کہنے لگا۔ کہ اے ربیع کے بیٹے۔ اگر تم اسی وقت میرے پسر عم کو حاضر نہ کروگے تو خدا کی قسم یاد رکھو۔ کہیں تمہیں اسی تلوار سے دو ٹکڑے کر ڈالوں گا

میں نے تجاہل عارفانہ کرکے۔ دفع الوقتی کی نظر سے کہا کہ آپ کے ابن عم تو سینکڑوں ہیں بلکہ ہزاروں۔ آپ کسے بلانا چاہتے ہیں اور میں کسے حاضر کروں۔ ہارون نے کہا وہی حجازی میں نے بات بنا کر کہا کہ کون حجازی ؟ اُس نے کہا موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام۔ میں نے کہا بہتر میں ابھی لایا۔

فضل ابن ربیع کا بیان ہے کہ میں نے قبول کرنے کو تو قبول کر لیا۔ مگر مجھ پر جو رنج و ملال کا حال طاری ہوا۔ اُس کو تو کچھ میں ہی جانتا ہوں۔ مگر کیا کرتا۔ آپ کے لینے کو چلا۔ اُس حجرہ کے قریب آیا تو دیکھا کہ یحییٰ کا مقرر کردہ غلام حبشی دروازے پر بیٹھا ہے۔ میں نے اُس سے اندر جانے کی اجازت چاہی۔ اُس نے کہا چلے جاؤ۔ میرے آقا کے لیے۔ نہ کسی دربان کی ضرورت ہے اور نہ کسی پاسبان کی حاجت ہے۔ نہ ان کے پاس کوئی ملکی معاملات آتے ہیں اور نہ کوئی مالی تنازعے پیش ہوتے ہیں۔ آپ ہیں اور خدا کی عبادت۔ آپ ہیں اور قرآن کی تلاوت ان دو کاموں کے سوا کوئی تیسرا کام آپ کو نہیں رہتا۔

فضل ابن ربیع کا بیان ہے کہ یہ سُنکر جو میں نے اُس کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ تو اُس کی دونوں آنکھوں سے آنسو کے قطرے جاری پائے۔ خیر میں تو اُسے اُسی حالت میں چھوڑ کر حجرہ کے اندر گیا۔ دیکھا کہ آپ قبلہ رو بیٹھے ہیں۔ اور ایک شخص مقراض کے ذریعہ سے۔ روشنی میں۔ جبین مبارک کے اُس بڑے گھٹے کو کاٹ رہا ہے۔ جو کثرت سجود اور فطرا۔ عبادت کی وجہ سے پیشانی نورانی پر نمودار ہو گیا ہے۔ میں نے اندر جاتے ہی کہا۔ السلام علیک یا ابن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ نے جواب دیکر ارشاد فرمایا کہ تمہارے اِس بے وقت آنے کا کیا سبب ہوا۔ میں نے عرض کی کہ آپ کو ہارون نے بلایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ہارون کو مجھسے کونسا ایسا کام ہے جو ایسے ناوقت مجھے طلب کرتا ہے۔ کیا اُس کی دولت وحشمت اور از دیاد نعمت نے اُس کو ابھی تک میری طرف سے غافل اور بے پرواہ نہیں ہونے دیا۔

فضل ابن ربیع ناقل ہیں کہ اِس کے بعد آپ وہاں سے فوراً اُٹھے۔ اور مجھ سے فرمانے لگے کہ اگر جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہوتا کہ بادشاہ ظالم کی اطاعت یقیناً جائز ہے۔ تو میں اس وقت تیرے ہمراہ کبھی نجاتا۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے یہ سنکر میں نے عرض کی کہ میں آپ کو پہلے ہی سے اطلاع دے دیتا ہوں کہ اِس وقت بادشاہ کا مزاج آپ کی طرف سے بالکل برہم ہے۔ اِس کے جواب میں آپ نے نہایت صبر و استقلال سے ارشاد فرمایا کہ بادشاہ حقیقی برحق اور مالک الملک مطلق میرے ہمراہ ہے تو مجھے اُس کے غیظ و غضب کی کیا پرواہ۔ مجھے امید قوی اور یقین کامل ہے کہ وہ مجھے اُس کے عذاب سے

محفوظ رکھے گا۔ پھر حضرتؑ نے ایک دعا زیر لب پڑھی اور تین بار اپنے دست مبارک کو فرق اطہر کے چاروں طرف پھرایا۔ اس کے بعد۔ آپ میرے ساتھ ہو لئے۔
جب ہارون کے دربار میں۔ اُس کے تخت کے قریب پہنچے۔ تو دیکھا کہ اُس کے غیظ و غضب کے قدیم آثار مطلق موجود نہیں بلکہ بالعوض اُن کے وہ حیران اور مضطرب الحال دکھائی دیتا ہے۔ اور انتہا درجہ کا انفعال اور اضمحلال اُس کے چہرہ سے نمایاں ہے۔
فضل کا بیان ہے کہ میں آگے بڑھا۔ اور کہا کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام حاضر ہیں۔ آپ کو دیکھتے ہی اُس نے اپنا سر تھام لیا۔ اور عجب گھبراہٹ کے عالم میں مجھ سے پوچھنے لگا کہ میرے خشمناک ہونے اور آپ کے قتل پر مستعد ہونے کی اطلاع تو آپ کی خدمت میں نہیں کی ہے۔ یا بنے بھی۔ دروغ مصلحت آمیز بہ زراستی فتنہ انگیز" کے مسئلہ کو مد نظر رکھکر نہیں۔ ان امور میں سے میں نے کچھ بھی آپ کی خدمت میں نہیں کہا ہے۔ یہ سنکر ہارون کو کچھ اطمینان ہوا تو اُس نے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قریب بلایا۔ جب آپ قریب آئے۔ تو اپنے مقام سے اُٹھا۔ اور اپنے دونوں ہاتھ آپ کے گلوے مبارک میں ڈالدئے۔ اور کہا۔ مرحباً وسہلاً یا ابن عمّی و وارث نبیؐ وخلیفتہ۔ یہ کہکر حضرت کو تخت شاہی پر اپنے پہلو میں بٹھلالیا۔ اور کہا۔ کہ آپ میری ملاقات کو کیوں نہیں آتے۔ جس کے جواب میں آپ نے نہایت متانت سے ارشاد فرمایا کہ تمہاری سلطنت اور دنیاوی محبت۔ یہ دونوں چیزیں میرے لئے۔ تمہاری محبت کی مانع ہیں۔ یہ سنکر ہارون رشید سخت نادم اور پشیمان ہوا۔ اور اسی وقت شیشہ عطر منگاکر۔ آپ کی ریش مطہر کو معطر کیا اور پھر رخصت کر دیا۔
فضل کا بیان ہے کہ میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو پھر آپ کے مقام پر پہنچا کر ہارون کے پاس واپس آیا۔ تو اُس سے پوچھا کہ کہاں تو آپ اس قدر سخت غیظ و غضب میں تھے اور کہاں ایسے نرم اور ملائم ہو گئے۔ کہ تعذیب و تعذیر کی جگہ حضرتؑ کی اتنی تعظیم و توقیر فرمائی۔ ہارون نے کہا کہ اگرچہ میرے میرے معاملات انتہا درجہ کی محبت و الفت تک نہ پہنچے ہوتے تو میں کبھی تجھے اپنے اس راز سے مطلع نہ کرتا۔ حقیقت میں۔ میں اُس وقت آپ کے قتل کا عزم بالجزم اپنے دل میں کر چکا تھا۔ اور اسی لئے انھیں بلا بھی چکا تھا۔ کہ تمہارے بھیجنے کے بعد میرے تمام ایوان شاہی میں۔ ایک قدرتی طور پر چل چل پڑ گئی اور ایسا معلوم ہوا کہ میرے قصر شاہی کا حصّہ حصّہ اور گوشہ گوشہ آدمیوں سے بھرا ہوا ہے۔ اگرچہ میں نے انھیں اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ مگر اُن کی مہیب آوازوں اور آثار نے مجھپر ایسا خوف اور ایسی دہشت قائم کر دی کہ میرے ہاتھ سے بیساختہ تلوار چھوٹ پڑی۔ اور میں ترساں و ہراساں ہو کر۔ اور نمونہ تصویر بنکر۔ جہاں کھڑا تھا وہیں

کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ یہاں تک کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تشریف لائے۔ اور میں نے اپنے اُسی عالم میں جو کچھ آپ کے ساتھ کیا۔ وہ تو نے ابھی ابھی اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی لیا بہر حال۔ اِس واقعہ کے لکھدینے کے بعد ہمارے ناظرین کی پوری تشفی و تسلی ہو گئی ہوگی۔ جو اِس وقت تک اِس امر کی تلاش میں تھے۔ کہ ہادی اور مہدی۔ سابق خلفاء کی طرح ہارون کے عہد کے واقعات میں قدرتی اور روحانی مشاہدات کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اِس وجہ سے شاید شبہ ہوتا ہو کہ اُس کے خاص زمانہ میں ان مشاہدات کی جلوہ نمائی نہیں ہوئی۔ اسلیے وہ متنبہ نہ ہوا۔ اور آپ کی رہائی کا حکم نہیں دیا۔ مگر۔ اب تو ان حضرات نے دیکھ لیا کہ قدرتی آثار نے اُس کے غیظ و غضب اور قوت و اختیار کو آناً فاناً کیسا محو اور مستاصل کر دیا۔ اب یہ اُس کا کام تھا کہ وہ اُن سے متنبہ ہوتا۔ اور اِن مشاہدات سے عبرت کا کوئی سبق لیتا۔ مگر۔ اُس کی فطرت اور طبیعت تو ان توفیقات سے بالکل خالی تھی۔ اثر ہوتا تو کیسے۔ اُس کے قلب کی سیاہی اُس کی تقدیر کی سیاہی تھی اور ؎

بآب زمزم و کوثر سفید نتواں کرد
گلیم بخت کسے را کہ بافتند سیاہ

کے حدود تک پہنچی ہوئی تھی تو کیسے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور فضل بن یحییٰ کی رعایت

مشاہدے دیکھے ہارون نے۔ اثر پڑا فضل ابن یحیےٰ برمکی۔ نائب السلطنت پر خلاصہ کیفیت یہ ہے کہ جب جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام یحییٰ برمکی کی حراست میں سپرد ہوئے۔ تو اُسکے تینوں بیٹوں میں سے سب سے زیادہ فضل کو آپ کے محاسن عادات کے مشاہدات کا اتفاق ہوا اور وہ زیادہ تر آپ کے محاسن سے متاثر ہوا۔ اور وہ برابر ایک خاص خلوص کے ساتھ آپ کے حالات کا جویاں رہنے لگا۔ غماروں اور مخالفوں کی نظر بچا کر آپ کی خدمت بابرکت میں کبھی کبھی حاضر بھی ہوتا تھا۔ اور اپنے مطالب و مقاصد ضروری بھی عرض کرتا تھا۔ اگرچہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنی غایت درجہ کی احتیاط اور مآل بینی کے لحاظ سے فضل کو آگاہ کر دیا تھا کہ تمہارا یہ ارتباط۔ ایک دن تمہارے زوال کا باعث ہوگا۔ مگر وہ نہ مانتا۔ اور آپ کی خدمت میں اپنی حاضری جاری رکھی۔ فضل نے آپ کے کھانے کا انتظام بھی اپنے ذمہ لیا۔ اور ایک خوان روز آپ کی خدمت میں اپنے باورچی خانہ سے بھیجتا رہا۔

ہم اپنے ناظرین کو اس سے قبل۔ عیسٰے کے معاملہ میں دکھلا آئے ہیں کہ امام کا کام ہدایت ہے اور وہ کسی حالت میں ہو اپنے فرائض منصبی کی ادا کاریوں سے غافل نہیں رہ سکتا۔ ہارون کی تمام دلی تمناؤں کے خلاف۔ یہ امر پورے طور سے ثابت ہو گیا کہ جن جن لوگوں کو اُس نے ظالم ترین اور سخت سمجھا تھا۔ اُنہی لوگوں کی حراست میں آپ کو سپرد کیا تھا۔ وہ اِس بات کا یقین رکھتا تھا کہ یہ لوگ کبھی کسی حالت میں آپ سے بہ ملائمت اور نرمی پیش نہیں آئینگے۔ مگر یہاں معاملہ تمام برعکس ظاہر ہوتا گیا۔ اُس کے تمام سخت ترین اور ظالم ترین ظلمہ وقت۔ اِس داؤ و عصر کے مقابلہ میں موم سے بھی زیادہ نرم اور ملائم ثابت ہونے لگے۔ عیسٰے کا بھی یہی حال ہوا۔ فضل ابن ربیع کا بھی یہی حال گزرا۔ خیر۔ یہ تو شیعہ ہی تھا۔ اِس کو جانے دیجئے یحیےٰ کے غلام حبشی پر بھی یہی واقعات گزرے۔ یحیےٰ برمکی پر۔ جو آپ کے معاملات میں۔ شروع ہی سے خلاف تھا۔ اِسوقت یہی اثر پڑا۔ اور بخلاف اُس کے فضل اُس کا بیٹا۔ آپ کا ہمدرد اور موافق نکلا۔ غرضکہ یہ تمام لوگ جو ظالم ترین زمانہ تجویز کر کے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے نگہبان اور نگران حراست مقرر کیے گئے تھے۔ آپ کے معاملات میں بخلاف امید۔ بالکل خاموش اور آپ کے مطیع و حلقہ بگوش ثابت ہوتے گئے۔ مگر افسوس دنیا کی مست و مخمور آنکھیں۔ قدرتی تصرفات اور روحانی مشاہدات پر بہت کم نظر ڈالتی ہیں اور وہ سرے سے اِن واقعات عجیبہ و غریبہ کو اتفاقات اور معمولات محض سے تعبیر کرتی ہیں اگر وہ اِس کی حقیقت پر غور کریں۔ سوچیں اور سمجھیں۔ تو اُن کو خدائے سبحانہ تعالےٰ کے نظام قدرت اور انسان کی تدبیر کے فرق مابہ الامتیاز پورے طور سے معلوم ہو جائیں۔ یہ اُن کی کوتاہ چشمی اور غفلت کا اصلی باعث ہے کہ وہ ان امور قدرتی کے حقیقی ادراک حاصل کرنے اور ان کی نسبت اپنے اعتراف کلی کے اظہار کرنے کی سعادت نہیں پاتے۔ اور ان نعمات الٰہی سے برابر محروم اور بے بہرہ رہتے ہیں۔

ہارون رشید اور فضل ابن یحیےٰ برمکی کی سیاست

ہم پھر اپنے قدیم سلسلۂ بیان پر آجاتے ہیں۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فضل سے کہہ دیا تھا کہ ہمارے ساتھ تمہارا یہ رسوخ ایک نہ ایک دن تمہارے زوال کا باعث ہوگا اور ایسا ہی ہوا۔ ہارون الرشید کو اِن تمام باتوں کی خبر لگ گئی۔ اُسوقت وہ بغداد میں نہیں تھا۔ بلکہ سفر کی حالت میں شہر رقہ میں مقیم تھا۔ اِن واقعات کے سُنتے ہی مبہوت ہو گیا اور اُسی وقت اپنے غلام مسرور نامی کو بلایا اور کہا کہ تم اِسی وقت بغداد چلے جاؤ

اور بلا اجازت و بغیر محابا یحییٰ کے محل میں درّانہ گھستے چلے جاؤ۔ اور جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو دیکھو۔ اگر اُنہیں فراغت اور آرام کی حالتوں میں پاؤ۔ تو اُنہیں فوراً وہاں سے علیحدہ کر کے عباس ابن محمد یا شاہک سندی کے (ان میں جسے تو پسند کرے) پاس اُن کو سپرد کر دینا۔ میں ان دونوں کے نام جُدا جُدا خط لکھے دیتا ہوں۔ اور ان لوگوں کو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی قید سخت کے بارے میں بہت تاکید قلمبند کرتا ہوں۔ یہ کہکر اور وہ دونوں خطوط دیکر۔ ہارون رشید نے مسرور کو رقّہ سے بغداد کی طرف رخصت کیا۔

مسرور روانہ ہو کر فی الفور بغداد پہنچا۔ اور بادشاہ کے حکم کے مطابق یحییٰ کے محل میں درّانہ گھستا ہوا چلا گیا۔ اور کوئی شخص اُس سے مزاحم نہیں ہوا۔ اور کوئی نہ سمجھا کہ شاہی غلام کے اس بے محابا اور آزادانہ چلے آنے کا کیا باعث ہے۔ مسرور نے پہنچکر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو فارغ البال اور خوش حال پایا۔ تو وہ۔ بغیر کسی سے کچھ کہے سُنے اُلٹے پاؤں واپس ہوا۔ اور محمد ابن عباس کے پاس پہنچا۔ اُن کو اُن کا خط دیا۔ عباس نے ہارون کا خط پڑھا۔ اور فوراً اپنے ایک خادم کو آواز دی۔ وہ آیا تو عباس نے کہا کہ فضل ابن یحییٰ کو بہت جلد بلا لاؤ۔ وہ خادم فضل کو بلا لایا۔ جب فضل عباس کے قریب آیا تو عباس نے ایکبارگی اپنے تمام ملازموں کو حکم دیا کہ فضل کو پکڑ کے شکنجے میں کھینچ دیں۔ اور اُس کی پشت پر سَو درّے لگائیں۔ حکم کی دیر تھی خادموں نے فوراً تعمیل کی۔ فضل کی پیٹھ۔ دم کے دم میں خون سے شرابور اور ضرب تعزیانوں سے چکنا چور ہو گئی۔ اور وہ اُس وقت ایکبارگی اپنے انتشار اور اضطرار کے عالم میں ایسا مخبوط اور سراسیمہ و بدحواس ہو گیا۔ کہ اپنی ذلت اور سیاست کی نسبت عباس سے کچھ پوچھ نہ سکا۔

ہارون کا دربار اور فضل پر عتاب شاہی کا اعلان

ان تمام امور کی تعمیل کر کے عباس ابن محمد نے ہارون کو پوری کیفیت لکھ بھیجی ہارون رشید اُسوقت دربار عام میں بیٹھا ہوا تھا جس وقت عباس کی رپورٹ اُس کے پاس پہنچی۔ اُس نے یہ خط پڑھتے ہی بار عام اس امر کا اعلان کیا کہ چونکہ فضل ابن یحییٰ برمکی نے ایک اہم اور ضروری مسئلہ میں میری سخت مخالفت کی ہے اس لیے میں اُس پر لعنت کرتا ہوں۔ میری تبعیت میں حاضرین دربار بھی اُس پر نفرین کریں یہ سُنکر حاضرین دربار نے بھی بادشاہ کی تقلید کی اور فضل ابن یحییٰ برمکی پر چاروں طرف سے نفرین کی بوچھاڑ کی۔

یحییٰ برمکی وزیر السلطنت۔ یہ دیکھکر۔ یکبارگی بالکل بدحواس ہو گیا۔ اور اُس کو اس ذلت و خواری کیا ان تمام واقعات کی پہلے سے کوئی خبر ہی نہیں تھی۔ تھا تو تدبیر کا پتلا۔ فوراً اپنے حواس درست

کر کے بادشاہ کی خدمت میں پہنچا۔ اور عرض کی کہ اگر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے معاملات میں فضل کی طرف سے پہلوتہی اور غفلت کی شکایت خادمانِ والا کو پہنچی ہے اور وہی طبع ہمایوں کے خلاف گزری ہے تو فضل سے یہ خدمت لے لی جاوے۔ اُس کی جگہ غلام حاضر ہے اور اُن کے معاملات کی ذمہ داری۔ اگر پہلے نہیں۔ تو اب اپنے ذمہ خاص لیتا ہے جیسا حضور فرمائیں ویسا عمل میں لائیں۔ مگر حضور اِس وقت اپنی بیزاری اور لعنت کا طوق اپنی اتنی سرفرازی اور عزت افزائی کے بعد جو میرے اور میرے اعقاب و اولاد کی گردن میں ڈال رہے ہیں نکال لیں اور میری استدعا کو منظور فرما کر اپنے استرضا اور اطمینان کا۔ ہم خادمان قدیم کی طرف سے اُسی طرح اعلان فرما دیں جس طرح کہ ابھی ابھی اُس کے خلاف اعلان فرمایا گیا ہے۔ تاکہ میں اور میرا موجودہ سلسلہ اِس بدنامی اور رسوائی کے بدنما داغ سے چھوٹ جائے۔

ہارون الرشید کی تلون مزاجی تو دریا کی سیل تھی۔ اِدھر آئی اُدھر نکلی۔ اُس وقت جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خصومت کا جنون سر پہ سوار تھا۔ سب کچھ ہو گیا۔ اُدھر یحییٰ نے دو چار چاپلوسانہ اور محض خوشامدانہ باتوں کا افسوں کان میں پھونک دیا۔ چلو پھر کچھ بھی نہیں تھا۔ وہی بادشاہ تھے اور وہی وزیر۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یحییٰ کے گڑگڑانے پر ہارون موم ہو گیا۔ اور ایسا کہ اُسی وقت اپنا حکم عام واپس لیا۔ اور اپنی طرف سے پھر بار دگر اعلان کیا۔ کہ ایہا الناس میں تم لوگوں سے بار دیگر اعلان کر کے کہتا ہوں کہ میں فضل اور اُس کے سلسلہ سے پھر ویسے ہی راضی اور خوشنود ہو گیا جیسا کہ پہلے تھا۔ اگرچہ فضل نے مجھ سے مخالفت کی اور ضرور کی۔ اور میں نے بیشک اُس پر نفرین بھی کی۔ مگر اب یحییٰ ابن خالد برمکی وزیر السلطنت نے اُس کی طرف سے میری تشفی کر دی اور اُس کی آئندہ خدمات کی طرف سے مجھے کامل اطمینان دلا دیا۔ اِس لیے میں نے فضل کے قصوروں کو معاف کر دیا۔ اب تم لوگ بھی اُس سے اُسی طرح راضی اور خوشنود ہو جاؤ جیسا کہ میں راضی اور خوشنود ہو گیا۔

حاضرین کو کیا۔ اُن کی گردنیں تو تخت حکومت کے پایہ سے بندھی ہوئی تھیں اُن کی مجال کتنی تھی کہ وہ کسی حکم شاہی سے خلاف ورزی کرتے۔ وہ سب کے سب آمنّا و صدّقنا کہہ کر عرض کرنے لگے کہ ہم ہر وقت و ہر آن اُس کے دوست ہیں۔ جو بادشاہ کا دوست ہے اور اُس کے دشمن ہیں جو بادشاہ کا دشمن ہے۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور سندی ابن شاہک کی حراست

بہر حال۔ یحییٰ برمکی۔ اِس ناگہانی مصیبت کو کسی نہ کسی طرح اپنے اور اپنے اعقاب کے سر سے

ٹال کر بہ تعجیل تمام رقہ سے بغداد پہنچا۔ اور فضل سے ساری روئداد بیان کر کے اس پر تاکید کی کہ جہاں تک ہو سکے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے معاملات سے دست بردار ہو کر اپنی اور اُن کی دونوں کی جانوں کو مصیبت سے بچائیے۔ یہ کہہ سنکر وہ وہاں سے فوراً واپس ہوا۔ اور ہارون الرشید سے پھر رقہ میں مل گیا۔ اور اس نے اُسی دن سے یہ فکر لڑائی شروع کی کہ جس میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہماری حراست سے نکال لئے جائیں۔ مگر چونکہ وہ دربار عام میں خلیفہ عصر کے سامنے اس بات کا اقرار کر چکا تھا۔ اس لئے اس کی سبقت پر جرأت نہیں کرتا تھا۔

اتفاق وقت سے۔ ہارون الرشید کو بھی یحیےٰ یا فضل کی حراست۔ خود بھی پسند نہیں تھی۔ اس وجہ سے۔ ایک دن ہارون نے اپنی خلوت میں یحیےٰ سے اس مسئلہ کو چھیڑا۔ یحیےٰ تو خود دل سے اس امر کا متمنی بنا ہوا تھا۔ فوراً اُس کی تجویز سے متفق ہو گیا۔ اور اپنی جگہ سندی ابن شاہک کا نام تبلایا۔ چنانچہ ہارون نے سندی کے نام اُسی وقت اپنا فرمان جاری کیا۔ اس مضمون کا کہ وہ حکم سلطانی پاتے ہی فوراً حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو یحیےٰ کے قید خانہ سے نکالکر شاہی قید خانہ میں مقید کرے۔ اور ہر دم و ہر لحظہ خود آپ کی نگہبانی اور حراست کرتا رہے۔

اس مقام پر ہم کو اپنے ناظرین کی واقفیت کے لیے یہ تبلا دینا نہایت ضروری ہے کہ سندی ابن شاہک وہ شخص تھا جس کی شقاوت اور سخت مزاجی ظلم و ستم۔ اور جبر و ایذا۔ تمام عرب میں۔ مسلم ابن عقبہ اور حجاج ابن یوسف سے کم مشہور نہیں تھے۔ عام سنگدلی اور شقاوت و بیرحمی کے امور میں وہ بہت بڑا بیباک اور سفاک تھا۔ اور انہی معائب کی وجہ سے محبس شاہی کا خاص مہتمم مقرر کیا گیا تھا۔ عراق میں حجاج کے قید خانہ کے بعد اسی کا زندان مشہور و معروف تھا۔ اِن ہی خصوصیات پر یقین کر کے ہارون رشید نے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی حراست اِسی کے سپرد کی اور سمجھ لیا کہ سندی بغیر آپ کی جان لیے۔ آپ کو نہ چھوڑے گا۔ مگر اُس کو صرف اپنے انتظام کی خبر تھی۔ ارادہ تقدیر کو وہ کیا جانتا تھا۔

ہارون رشید اور جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا مفصل احوال

چونکہ ہارون الرشید کو جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے معاملات کو طے کرنے کی بہت جلدی تھی۔ اور وہ اِن امور کو نہایت ضروری اور اہم سمجھتا تھا۔ اِس لیے وہ فوراً رقہ سے بغداد واپس آیا۔ اور آپ کی اسیری کی بذات خاص دیکھ بھال شروع کر دی۔

اس سے پہلے ہم تین مختلف لوگوں کی حراست اور نگہبانی کے مفصل حالات لکھ چکے ہیں۔ اب اس چوتھی حراست اور اخیر نگہبانی کے واقعات بھی۔ جو خاص سلطانی فرائض کا ضمیمہ ثابت ہوتے ہیں

اُسی تفصیل کے ساتھ قلمبند کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ ہارون الرشید کی ظالمانہ تجویزوں نے امام علیہ السلام کے تفحص حالات کے متعلق۔ غیر لوگوں کے ذرائع کے علاوہ۔ اپنی ذاتی تلاش و تجسس کا بھی کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ مگر با ایں ہمہ۔ اُس حجت اللہ فی العالمین اور نائب سید المرسلین سلام اللہ علیہ و آلہ اجمعین کی ذات ستودہ آیات پر کوئی دھبہ نہ آیا۔ نہ آیا۔ اور کوئی ایسا نقص نہ پایا جس کی وجہ سے آپ پر اُس کو کسی قسم کے دسترس کا موقع ملتا۔ جیسا کہ عنقریب ذیل کے سلسلۂ بیان سے ظاہر ہوگا۔

یہاں تک اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ہارون نے سندی ابن شاہک کو جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی حراست سپرد کی۔ اور اُس نے ہارون کی ہدایت کے مطابق آپ کو محبس سلطانی میں قید کیا۔ مگر ہارون نے رقہ سے واپس آکر۔ آپ کی نگرانی اور تفحص کو کسیقدر اپنے ذمہ بھی کر لیا۔ تاریخی مشاہد سے ثابت ہے کہ وہ دن بھر میں کئی کئی بار پوشیدہ طور سے۔ دبے پاؤں اُس مکان کے قریب آتا تھا۔ اور روزن دیوار سے۔ پہروں جھانکا کرتا تھا۔ اور اِن کی باتوں کے سُننے کے لئے۔ گھنٹوں کان لگائے رہتا تھا۔ مگر سوائے خاموشی۔ سکوت اور صبر و رضا کے کسی قسم کی کوئی بات نہیں سنتا تھا۔ ہاں۔ اگر کبھی آواز آتی بھی تھی۔ تو عبادت ربانی اور تلاوت قرآنی کی۔ اور یہ تمام کیفیتیں اور حالتیں۔ سنگدل اور شقیق القلب ہارون اپنی آنکھوں سے برابر دیکھا جاتا تھا اور کانوں سے سُنا کرتا تھا۔ مگر اُس کے پتھریلے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ ان ایام میں اُس نے ایک بار خود اپنا واقعہ یوں بیان کیا ہے۔

میں نے ایکبار حسب المعمول۔ اُس روزن سے اندر جھانکا۔ تو سفید کپڑے کی ایک چنٹ سی پڑی دیکھی میں نے تعجب کر کے سندی سے پوچھا کہ یہ سفید کپڑا کیسا پڑا ہے۔ اُس نے کہا افسوس ہے۔ تحجیر۔ یہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سر بسجدہ ہیں۔ یہ سُنکر میں از حد متاثر ہوا۔ اور میں نے بیساختہ کہا کہ خدا کی قسم حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام۔ بیشک بنی ہاشم کے رہبان اور زہاد سے ہیں۔ فضل ابن ربیع میرے پہلو میں کھڑا تھا۔ کہنے لگا۔ کہ جب آپ اِن کو اِس مرتبہ اور منزلت کا جانتے ہیں تو پھر کیوں اِن کے درپئے آزار ہو کر اِن کو قید سخت کی سزائیں دیتے ہیں۔ میں نے اُس کے کلام سنکر جواب دیا کہ میری موجودہ دولت و حشمت اسی کی اجازت دیتی ہے کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اسی حالت میں برابر رکھے جاویں۔

یہیں سے معلوم ہو گیا کہ ہارون کے دل پر اِس مشاہدہ کا جو کچھ اثر پڑا تھا۔ وہ محض وقتی تھا۔ اور بہت جلد جاتا رہا۔ مگر با ایں ہمہ اتنا تو ضرور ہوا اور آپ کے روحانی آثار و اقتدار نے اتنا اثر تو ضرور کیا کہ اِس واقعہ کے بعد سے ہارون الرشید کبھی کبھی آپ کو اپنے پاس بُلانے لگا

اور پاس بٹھلا کر آپ سے باتیں کرنے لگا۔ مگر اُس کا یہ بٹھلانا اور باتیں کرنا بھی۔ کسی قدر و منزلت کی نظر سے نہیں تھا۔ بلکہ اِس سے بھی زیادہ تر آپ کی تفحص احوال مراد تھا۔

ہارون اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے گفتگو

اِنہی ایام میں ہارون الرشید نے ایک مرتبہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بلایا۔ اور اِدھر اُدھر کی باتیں کرکے پوچھا کہ میری سمجھ میں آج تک نہ آیا کہ آپ لوگ کس حق سے اپنے آپ کو جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند بتلاتے ہیں۔ اور دنیا سے اِس کا اعتراف کراتے ہیں۔ حالانکہ آپ تو جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام کی اولاد و اعقاب سے ہیں۔ اور ہر مرد کا یہ فرض ہونا چاہیے۔ کہ وہ اپنے سلسلہ کو اپنے باپ سے ملاوے۔ نہ کہ ماں سے۔ یہ سُنکر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے نہایت آزادی اور متانت سے ہارون رشید کی تردید میں ارشاد فرمایا لو ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم نشر فخطب الیک کریمتک هل کنت تجیبه فقال سبحان الله ولم لا اجیبه بل افتخر علی العرب والقریش بذلک یعنی فرض کیا جاوے کہ اگر جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہو جائیں اور تمہاری لڑکی کی خواستگاری کریں۔ تم اِسے قبول کروگے یا نہیں۔ اِس کے جواب میں ہارون رشید نے کہا۔ سبحان اللہ۔ میں کیونکر اسے قبول نہ کرونگا۔ بلکہ اِس کے باعث۔ میں تمام عرب عجم اور قریش پر مفاخرت کروں گا۔

یہ سُنا تو جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا لکنه لا یخطب الیّ ولا اُزوجه یعنی آپؐ کبھی میری لڑکی کی خواستگاری نہیں فرما سکتے۔ اور نہ میں آپ کو اپنی لڑکی دے سکتا ہوں۔ ہارون الرشید نے پوچھا۔ کیوں؟ آپ نے فرمایا لانه ولدنی ولم یلدک اِس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ نہ تجھے۔ یعنی۔ میں آپ کا فرزند ہوں۔ نہ تو؟

آپ کا یہ جواب سُنکر وہ پورا قائل ہو گیا اور کہنے لگا۔ احسنت یا موسیٰ علیہ السّلام ہارون الرشید نے زبانی تعریف تو کردی۔ مگر اُس کی ابھی قلبی تشفی اور باطنی تسکین نہیں ہوئی تھوڑی دیر کے بعد۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بار دیگر مخاطب کرکے پوچھا کہ اچھا۔ اب یہ تو بتلائیے کہ آپ اپنے کو۔ جناب ختمی مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صلبی فرزند۔ کیوں کہتے ہیں۔ حالانکہ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعد اپنی کوئی اولاد ذکور نہیں چھوڑی۔ جو آپ کی صلبی اولاد کہے جانے کا پورا استحقاق رکھتی ہو۔ آپ حضرات اگر ہیں تو اُن کی صاحبزادی کی ذریات ہیں اسلیے

فرزند صلبی کیسے کہے جائیے گا۔ کوئی دلیل ہو تو پیش کیجئے۔
ہارون کے اِن سوالوں سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ بار بار چھیڑ چھیڑ کر۔ اِن اُمور کے پوچھنے سے۔ اُس کا خاص مطلب یہ تھا۔ کہ آپ اپنے استحقاق ذاتی بیان فرمائیں۔ جو فطرتاً میری طبیعت کے خلاف واقع ہو۔ اور اِس وجہ سے طرفین میں آزردگی اور برہمی ہو۔ اور مجھے آپ کی سیاست کا پورا موقع مل جاوے۔ مگر ہارون ایک معمولی بادشاہ تھا۔ اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام حجت اللہ۔ ہارون۔ اِس وقت آپ کے مقابلہ میں جو چالیں چل رہا تھا۔ اُسے آپ خوب سمجھ رہے تھے۔ آپ نے فوراً اُس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

اسئلت بحق ھذہ القرابۃ والقبر ومن فیہ الا اعفیتنی عن ھذہ المسئلۃ۔
تجھکو اُس بزرگوار کی قرابت کی قسم ہے جو قبر کے اندر ہے کہ مجھکو اِس سوال سے معاف رکھ"
ہارون رشید تو انکار کا موقع ڈھونڈھ ہی رہا تھا۔ کسیقدر برہم ہو کر کہنے لگا۔ کہ نہیں میں نہیں مانونگا آپ کو کہنا ہی ہوگا۔ میری دلی خواہش یہ ہے کہ میں فرزندان علی علیہ السلام کی وہ دلیلیں سنوں جن کی بناپر وہ اپنے آپ کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرزند صلبی کہتے ہیں۔ اور اِسوقت اُن تمام لوگوں میں۔ تم اُن کے راس الرئیس اور سید و سردار ہو اس لیے تم اِس سوال کے جواب دینے کے لیے بدرجۂ اولےٰ سزاوار اور مستحق ہو اور تم جو کچھ اِس کے متعلق بیان کرو وہ تمام و کمال نص قرآنی اور کلام ربانی کا ماخذ ہو۔ کیونکہ تم لوگوں کا عام عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کے تمام احکام متشابہ و غیر متشابہ۔ ناسخ اور منسوخ۔ غرض تمام علوم کا علم تم لوگوں کو حاصل ہے۔ اور اِسی لئے تم کو کسی عالم کی رائے و قیاس کی کوئی ضرورت اور احتیاج باقی نہیں ہے۔
اُس کی یہ تقریر سنکر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب تیری یہی مرضی ہے۔ تو اچھا۔ مجھے اجازت دے۔ کہ میں تیرے سوال کا قرآن مجید سے جواب دوں۔ ہارون الرشید نے کہا۔ ہاں اجازت ہے۔ بیان فرماؤ۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے نہایت خوش الحانی اور معجز بیانی سے ذیل کا آیہ قرآنی تلاوت فرمایا۔

فقال اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ وھٰرون وکذٰلک نجزی المحسنین وذکریا ویحییٰ وعیسیٰ والیاس کل من الصالحین۔

یعنی حق سبحانہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ذریت جناب ابراہیم علی نبینا و آلہ وعلیہ السلام سے گردانا۔ جناب داؤد۔ سلیمان۔ ایوب۔ یوسف۔ موسیٰ اور ہارون علی نبینا و آلہ وعلیہم السلام کو۔ اور اِن لوگوں کو احسان کرنے والوں میں شمار کیا۔ اور جناب ذکریا۔ یحییٰ۔ عیسیٰ اور الیاس

کو بھی اور یہ تمام حضرات صالحین میں داخل ہیں۔

یہ آیہ وافی ہدایہ پڑھکر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے پوچھا کہ اے ہارون۔ بتلاؤ کہ حضرت عیسیٰ مریم علیہا السلام کا تو کوئی باپ بتلایا نہیں جاتا۔ پھر خداوند عالم نے اُن کو کس بنا پر ذرّیت ابراہیمی کے سلسلہ میں داخل کیا۔ ضرور ہے کہ وہ اپنی مادر گرامی جناب مریم علیہ السلام کی وجہ سے شامل کئے گئے ہوں۔ پس سمجھنے کے لیے یہی کافی ہے کہ جس استحقاق سے خدائے تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسےٰ ابن مریم علیہا السلام کو فرزندان ابراہیم علیہم السّلام میں داخل کیا۔ اُسی دلیل سے ہم لوگ بھی جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند۔ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی جانب سے شمار کئے گئے۔

اتنا فرما کر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے پوچھا کہ کچھ اور بیان کروں۔ ہارون رشید نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے یہ دوسرا آیۂ قرآنی تلاوت فرمایا۔

فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین

اگر اس کے بعد بھی (اے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم سے وہ اس امر میں حجت کریں جس کا تمہیں علم ہے۔ تو تم اُن سے کہدو کہ تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں۔ تم اپنی عورتوں کو۔ اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں۔ تم اپنی جانوں کو۔ اور ہم اپنی جانوں کو (وہ شخص جو بمنزلہ روح وجان ہو) بلائیں اور مباہلہ کرو۔ خدا لعنت کرتا ہے جھوٹ بولنے والوں پر۔

یہ امر ظاہر ہے کہ آیہ مباہلہ کے نزول کے وقت۔ سوائے حضرات۔ علی مرتضےٰ ع۔ فاطمہ زہرا۔ حسن مجتبےٰ ع۔ اور حسین شہید کربلا علیہم السلام کے کوئی اور نہیں تھا۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ ابناءنا سے سوائے حضرات حسنین علیہما السلام کے کوئی دوسرا مراد نہیں ہے۔ اور نساءنا سے سوائے جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے کوئی دوسری عورت مقصود نہیں۔ اور اسی طرح انفسنا سے سوائے جناب علی مرتضےٰ علیہ السلام کے کوئی غیر مراد نہیں ہو سکتا۔

آپ کے یہ کافی اور شافی جواب سن کر ہارون رشید تو سکتہ میں آگیا۔ اور ندامت وپشیمانی کی بدولت اُس کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا۔ دیر تک آپ کی طرف دیکھتا رہا۔ بعد اس کے کہا تو یہ۔ یا ابن عم۔ جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا۔ وہ بالکل راست اور بے کم وکاست ہے۔ اپنی تمنائے دلی بیان فرمائیے کہ میں اُس کی تعمیل کروں۔ یہ سُنکر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ میری اور کوئی خواہش سوائے اس کے نہیں ہے کہ تو مجھے مدینۂ منورہ کی طرف واپس جانے کی اجازت دیدے۔ اِس کے جواب میں ہارون رشید نے کہا کہ آپ بہت جلد مدینہ

بھیجدیئے جائیں گے۔
مگر چاہے اِن محبت و براہین سے بھی ہارون کی بدگمانی اور کورباطنی میں کوئی فرق آیا ہو۔ نہیں۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بے گناہ قتل کیئے جانے کی تمنا جیسی اُس کے دل سے لگی تھی ویسی ہی لگی رہی اور اُس میں کوئی کمی یا تغیر نہ آیا۔ نہ آیا۔ اور جب تک اِس شمع امامت اور چراغ ہدایت پر ظلم کا ہاتھ مار کر گل نہ کرلیا۔ اُس کو چین نہ آیا۔ اور کسی طرح خاطر خواہ اطمینان نہ ہوا۔

دنیاوی حکمران دینی پیشواؤں کے اکثر مخالف پائے جاتے ہیں

اِس گفتگو سے۔ جسے ہم نے اپنے سلسلہ بیان میں۔ ابھی ابھی اوپر لکھا ہے۔ ہارون رشید کے اُن دلی رازوں کا پورا پتہ لگتا ہے۔ جن کی وجہ سے وہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی عداوت و خصومت میں اپنی طرف سے اتنی مستعدی اور آمادگی کا اظہار کرتا تھا۔ وہ راز کون تھے؟ وہ باعث کیا تھے؟ اور اُن کی حقیقت کیا تھی؟ وہ اصل میں وہی مساوات کے خیال تھے اور برابری کے دعوے۔ جو ہارون کو جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مقابلہ میں پیدا ہوئے تھے اور ایسے ہی اِن سے پہلے اِن کے تین بزرگوں کو بھی اپنے معاصر امام زمان کے ساتھ پیدا ہو چکے تھے۔ جس طرح اُن لوگوں نے اپنے ہمعصر حضرات سے اپنی خصومت و عداوت کا اظہار کیا اُسی طرح اِس نے بھی اپنے معاصر امام وقت کی مخالفت میں اپنی کوشش کا کوئی نتیجہ اُٹھا نہیں رکھا۔

جن حضرات نے امم سابقہ کے اخبار و آثار قدیمہ کا ملاحظہ فرمایا ہے۔ وہ اِس قدیم طریقہ کی حقیقت سے خوب واقف ہیں۔ اُن پر کامل طور سے ثابت ہو چکا ہے کہ دنیا میں جتنے خاصان خدا اور انبیاء و اولیاء اللہ۔ سلام اللہ علیہم۔ کے خون کیئے گئے۔ اور اُن کو جیسی جیسی ایذائیں پہنچائی گئیں تکلیفیں دی گئیں۔ اُن کے مختلف اسباب اور وجوہات ہیں۔ سب سے قوی اور مستحکم باعث اُن کے ساتھ بھی مساوات و ہمسری کا خیال تھا۔ جو دنیاوی ثروت و اقتدار کی وجہ سے دنیاوی حکمرانوں کے دماغ میں پیدا ہو گیا تھا۔ کیونکہ وہ اپنی حکومت اور امارت کے سامنے اِن کی روحانی عظمت و جلالت کا کوئی اعتبار نہیں کرتے تھے۔ اور نہ ان کے حقانی آثار و وقار کو کوئی چیز سمجھتے تھے۔ بلکہ اِن کی ظاہری پریشاں حالی اور عسرت کو دیکھکر اِن کو اپنی مجالست اور مکالمت کے قابل بھی نہیں جانتے تھے۔ اُن کے ارشاد و ہدایت کو اپنی رعایا کے اغوا اور مفسدہ کا باعث بتلاتے تھے۔ اور اُن کی کرامات و معجزات کو۔ جادو۔ ٹوٹنے۔ رنگارنگ کے طلسمات کہتے تھے اور اُن کے کلام معجز نظام کو خلل دماغ۔ جنون اور ہذیان سے تعبیر کرتے تھے۔ اور اُن کے وجود ذیجود کو

اپنے تسلط اور تصرف ملوکانہ کے بالکل خلاف اور مضر سمجھ کر بالآخر۔ اِن بزرگوں کو قتل کر دیتے تھے۔ اور اِن حضرات کے قتل کر دینے سے اُن کی مراد یہی ہوتی ہے کہ اُن کی ذاتی وقار بار ارشاد و ہدایت کے آثار کسی طرح دنیا کی سطح پر قایم نہ ہو سکیں۔

مگر اِن تمام کوششوں کے بعد بھی چاہے وہ اپنے اصلی اغراض و مطالب پر فائز ہوئے ہوں۔ نہیں کبھی نہیں۔ اگرچہ یہ لوگ اِن بزرگوں کے قتل و ہلاکت پر قابو پاتے گئے۔ مگر تاہم اپنے اصلی مقاصد پر۔ اِن کے خون ناحق بہانے کے بعد بھی نہ پہنچے نہ پہنچے۔ اور اِن خاصان الٰہی کے تمام اخبار و آثار۔ اِن کی کوششوں کے خلاف۔ اُن کی تمناؤں کے برعکس۔ صفحہ روزگار پر ہمیشہ کے لئے ویسے ہی مستحکم اور برقرار رہے۔ خدائے عزّوجل کی طرف سے۔ دنیا میں وہ جن کاموں کے لئے آئے تھے۔ وہ کر گئے۔ اور ایسا کہ آج تک اُن کے زرّین کارنامے۔ دنیا کی تاریخوں میں ہزاروں مفاخرت اور قدر و منزلت سے لکھے اور پڑھے جاتے ہیں۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ ہارون رشید کے جو برتاو ہو رہے تھے۔ وہ ظاہر تھے وہ باوجود اِن مشاہدات یقینیہ کے اپنے حرکات سے باز نہ آتا تھا۔ یہ سب امور انہیں اصول پر مبنی تھے۔ اور وہ اسی طریقہ سے۔ اپنے ہمعصر حجت اللہ کے ساتھ اپنی مخالفت اور مخاصمت کا برابر لگاتار اظہار کرتا چلا جاتا تھا۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ملزم بنانے کی نئی ترکیب

اتنا لکھ کر ہم پھر اپنے قدیم سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔ بہرحال۔ اتنا سب کچھ ہوگیا۔ مگر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف سے ہارون رشید کی دلجمعی نہ ہوئی۔ ہم لکھ آئے ہیں کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ارشاد کے جواب میں ہارون نے کہا تھا کہ بہتر۔ آپ جلد مدینہ منورہ کی طرف واپس بھیجدئے جائیں گے۔ مگر افسوس اُس عہد شکن نے کبھی اپنا یہ وعدہ پورا نہیں کیا اُسوقت تو اتنی ہی گفتگو کے بعد۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پھر مدینہ منورہ تو نہیں۔ ہاں قید خانہ کی طرف بھیجدئے گئے۔

ہارون رشید حسب المعمول اُسی طرح آپ کی دیکھ بھال اور تفحص احوال میں برابر مصروف رہا۔ اور نہایت غور سے آپ کے حالات اور عادات کی تلاش کرتا رہا۔ جب ان امور سے تھک گیا اور آپ سے کوئی امر خلاف نہیں دیکھ سکا۔ تو اُس نے آپ کی ذات ستودہ آیات پر بداخلاقی کا الزام لگانے کی ایک نئی طرح کی تدبیر سوچی۔ اُس کی تفصیل یہ ہے۔

ہارون رشید نے اپنی کنیزوں میں سے ایک نہایت خوشرو اور قبول صورت کنیز کو چُنا۔ اور اُسکو

آپ کے اغوا اور بہکانے کی تمام ترکیبیں تعلیم کرکے قید خانہ میں بھیج دیا۔ وہ کنیز ہر طرح آراستہ اور تیار ہوکر مجلس شاہی میں آئی۔ جناب امام موسی کاظم علیہ السلام حسب دستور عبادت گزاری اور تضرع وزاری میں مصروف تھے۔ اُس فتنہ روزگار نے پہلے تو اپنی ناز ک ادائی اور دلربائی کے ہزاروں انداز دکھلائے۔ مگر خدا کے اس سچے جانباز نے اپنا سر نیاز جانماز سے نہ اُٹھایا۔ نہ اُٹھایا۔ اور جھوٹوں بھی اُس کی طرف نہ دیکھا۔

جب نماز سے فارغ ہوئے تو اُس سے پوچھا کہ تجھے کس نے بھیجا ہے۔ اور تو کس غرض سے یہاں آئی ہے اُس نے کہا کہ مجھے خلیفہ عصر نے آپ کی خدمت کے لیے بھیجا ہے۔ اور میں آپ کی آرام دہی اور راحت رسانی پر مامور کی گئی ہوں۔ آپ اس عطیۂ شاہی کو ہزار مفاخرت قبول و منظور فرمالیں۔ یہ سُنکر آپ نے ارشاد کیا کہ مجھے تیری ضرورت نہیں ہے اور نہ مجھے اپنی تن آسانی اور آرام رسانی درکار ہے میں جس حال میں ہوں میرے لیے وہی کافی ہے۔

یہ فرماکر۔ پھر آپ تعقیبات و مناجات میں مشغول ہوگئے۔ اور وہ کنیز بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی اُٹھتی تو کیونکر۔ اُسے تو تاکید کردی گئی تھی کہ امام موسی کاظم علیہ السلام تجھ سے کتنا ہی چلے آنے کے لیے نہ کہیں۔ تم ایک نہ سُننا۔ تاوقتیکہ خاص شاہی ملازم تیری واپسی کے لیے نہ جاوے تو اپنا قدم قید خانہ سے باہر نہ نکالنا۔ یہی سبب تھا کہ وہ کنیز وہیں بیٹھی کی بیٹھی ہی رہ گئی۔ اور نہایت غور و تامل سے آپ کی عبادت گزاری اور گریہ وزاری کی خاص حالتوں کے علاوہ چہرۂ انور کی عظمت و جلالت۔ اور آپ کی روحانی عز و وجاہت کو دیکھتی رہی۔ اُس کے قلب پر آپ کی صداقت اور عقیدت کے ایسے گہرے اثر پڑے کہ وہ ایک بار خوف الٰہی اور ان مشاہدات لامتناہی سے لرزاں و ترساں ہوکر سجدۂ معبود حقیقی میں گر پڑی۔ چونکہ اُس کو قید خانہ میں گئے ہوئے۔ ضرورت سے زائد دیر ہوگئی۔ اور ہارون نے بھی اپنے مقام پر اُس کی آمد کا انتظار کرتے کرتے تھک گیا۔ تو وہ اپنے چند محرم راز مخصوصین کے ہمراہ اُٹھا اور محبس کے دروازہ کے قریب پہنچا تو۔ سُبُّوحٌ۔ قُدُّوسٌ۔ سُبْحَانَکَ یَا عَزِیْزُ کی پے در پے آوازیں اُس کے کانوں میں آئیں۔ دروازہ کھولکر اندر گیا تو دیکھا کہ وہ کنیز سجدہ میں جھکی ہوئی نہایت الحاح وزاری سے۔ سُبُّوحٌ۔ قُدُّوسٌ۔ سُبْحَانَکَ یَا عَزِیْزُ کہہ رہی ہے۔ خوف الٰہی سے اُس کا تمام بدن کانپ رہا ہے اور آنسوؤں کا ایک دریا ہے کہ آنکھوں سے اُبل رہا ہے۔ یہ دیکھکر۔ ہارون الرشید کے تو حواس جاتے رہے اور اُس کے ہمراہیوں کا یہ عالم ہوا کہ وہ سب کے سب بے اختیار ہوکر رونے لگے۔

یہ حالت دیکھکر ہارون الرشید اُس کنیز کو لیے ہوئے وہاں سے باہر چلا آیا اور اپنے محل میں جاکر اُس کے متاثر ہونے کے حالات پوچھے تو اُس نے تمام و کمال روئداد جیسی کہ اوپر بیان کی گئی ہے۔ کہکر عرض کی کہ اے امیر۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا زہد و ورع۔ اور تقویٰ و پرہیزگاری دیکھکر مجھ پر اتنا بھاری اثر پڑا ہے کہ میں فوراً سربسجدہ ہوگئی۔ اسی عالم میں بیہوش بھی ہوگئی۔ عالم بیہوشی میں دیکھا کہ میں ایک خوشنما اور پُرفضا باغ میں پہنچ گئی ہوں۔ اور وہاں بہت سے حسینان بیمثال اور کنیزان خوش جمال جمع ہیں اور اُن میں سے ہر ایک کی زبان پر یہی تسبیح جاری ہے۔ جسے میں پڑھ رہی ہوں۔ اُن لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو میں نے کہا کہ میں ہارون رشید خلیفۂ بغداد کی کنیز ہوں۔ مجھے اُسنے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت پر مامور کیا ہے۔ یہ سُنکر اُنہوں نے جواب دیا کہ تم تو اُن کی خدمت کے قابل نہیں ہم سب اُن کی خدمت کے لیے پروردگار عالم کی طرف سے البتہ مامور ہیں۔ اور ہم کو تمہاری ضرورت نہیں۔ یہ دیکھکر اے امیر۔ میری بیہوشی جاتی رہی۔ اور میں اپنے حواس اصلی پر آگئی یہ بات مجھے اب تک یاد ہے اور خوب یاد ہے کہ وہ تمام خواتین جناب امام موسیٰ کاظمؑ کو عبد الصالح کے لقب سے یاد کرتی تھیں۔

اُس کنیز سے یہ تمام و کمال احوال سُنکر۔ ہارون کو سخت حیرت ہوئی۔ بگر چاہے ایسے واضح اور روشن مشاہدات روحانی سے بھی۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے معاملات میں اُس نے کوئی عبرت حاصل کی ہو۔ نہیں۔ وہ تو ان معاملات کو بالکل بے اثر سمجھکر اپنی بدبختی اور شقیق القلبی سے آپ کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی کی دوسری ترکیبیں سوچنے لگا۔ افشائے راز ہونیکے خیال سے ہارون رشید نے اُس کنیز کو جو فی الحال محاسن صوری اور معنوی سے آراستہ و پیراستہ ہوچکی تھی۔ ایک کوٹھری میں بند کردیا۔ اُس خوش قسمت کنیز نے۔ اپنی تمام عمر اُس کوٹھری میں کاٹ دی اور عبادت الٰہی کے سوا عمر بھر پھر کسی دوسرے امر کی طرف متوجہ نہیں ہوئی۔

ہارون رشید کے دیدۂ بصیرت اگر کشادہ ہوتے۔ اور اُس کی طبیعت میں کچھ بھی حقانیت کے احساس باقی رہے ہوتے تو وہ اِس کنیز کے معاملہ سے ضرور عبرت کا سبق لیتا۔ اور سوچتا کہ ایک ادنیٰ کنیز کی توفیقات میں تو یہ وسعت نصیب ہوئی اور میں باوجود اتنی بڑی وسیع مملکت اور عظیم الشان سلطنت رکھنے کے بھی۔ اپنی کوتاہ بختی کے سبب۔ سعادت اور رشادت کے میدان میں اپنا ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکا۔

جن لوگوں کو علم تاریخ میں مذاق سلیم حاصل ہے وہ ہارون کے اِس کنیز والے معاملے کو فرعون کے اُس کنیز والے واقعہ کا ضرور مقابل اور مماثل ٹھہرائیں گے جس کو قارون کی مشورت سے فرعون

نے حضرت موسےٰ علیٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام پر زنا کی تہمت لگانے کی غرض سے ۔ مجمع عام میں شہادت دینے کے لیے بھیجا تھا ۔ مگر نتیجہ جو ہوا ۔ وہ دنیا نے دیکھ لیا ۔ وہ عورت آپ پر زنا کی تہمت کہاں تک لگائے گی ۔ اُس مجمع عام میں فرعون اور قارون وغیرہم کی تعلیم ۔ اغوا اور تہمت و افترا کا پوست کندہ حال بیان کرنے لگی ۔ فرعون کو جیسی کچھ ندامت آئی اور اُس مجمع میں اُس کا اونچا سر جیسا کچھ نیچا ہوا ۔ وہ کچھ اُسی کا دل جانتا ہوگا ۔ اور کچھ وہی اندازہ کرتا ہوگا ۔

اسی طرح ہارون الرشید نے اپنے زمانہ کے حجت اللہ کے پاک وصاف دامن پر بھی ایسے ناہنجار الزامات کا دھبہ لگانا چاہا تھا ۔ مگر تائیدات ربانی کے مقابلہ میں کہیں ترکیب وتدبیر انسانی سے کام نکلا ہے ۔ نتیجہ جو ہوا وہ دنیا نے دیکھ لیا ۔ جس طرح فرعون نے سوائے حسرت وناکامی کے کچھ نہ پایا ۔ اسی طرح ۔ ہارون رشید کو بھی سوائے ندامت ۔ رسوائی اور بدنامی کے کچھ نہ ملا ۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے قتل کرنے کی ترکیب

بہر حال جب ہارون رشید کی یہ مفیدانہ اور مکارانہ تدبیر بھی پیش نہ چلی تو اُس نے ایک نئی تدبیر سے آپ کے قتل و ہلاکت پر کمر باندھی اور وہ یہ تھی ۔ کہ اُس نے ملک کے دور و دراز حصّوں سے بالکل نیم وحشی ۔ جاہل مطلق ۔ اور ایسے شقیق القلب ۔ پچاس ساٹھ ۔ آدمی بلوائے ۔ جو نہ خدا کو خدا جانتے تھے اور نہ رسول کو رسول (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم)

یہ انتظام خاصکر اِس وجہ سے کیا گیا تھا کہ بار بار کے تجربہ سے ۔ ہارون کو بتلا دیا تھا کہ بلاد اسلامیہ کے قرب وجوار کے باشندے ۔ خدا و رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہچاننے والے اور اہلبیت علیہم السلام کے جاننے والے ہیں ۔ وہ کبھی جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خون ناحق کرنے کی جرأت نہ کرسکیں گے ۔ تو اُس نے آپ کے ہلاک کرنے کی یہ ترکیب نکالی ۔

بعض روایتیں تو اِن آدمیوں کی تعداد پچاس بتلاتی ہیں ۔ اور بعض ننو ۔ اور بعض تو سو سے بھی زیادہ ۔ مگر جہاں تک تحقیق کیا گیا ہے ۔ پچاسؔ سے کم اور سوؔ سے زیادہ اِن کی تعداد نہیں تھی ۔ اِن لوگوں کو ایک دفعہ اپنے ہمراہ لیکر ۔ ہارون رشید ۔ سوتی رات کو محبس شاہی کے دروازے پر آیا اور اِن لوگوں کو حکم دیا کہ اندر جاکر ۔ تم لوگ جس شخص کو جس حالت میں پاؤ قتل کر ڈالو ۔ تم لوگ اتنی دور و دراز مسافت سے جس مخصوص کام کے لیے بلائے گئے ہو ۔ وہ یہی ہے ۔ اور اتنا ہی ہے ۔ ہارون کا یہ حکم سنکر وہ سب کے سب ہتھیار لیے حرب ... نے الکبار گی اندر چلے گئے ۔ تو کیا دیکھا کہ ایک مقدس بزرگ ۔ فرشتہ صورت ۔ قدسی سیرت ۔ جن کے

چہرۂ نورانی سے شعشعہ ربانی پیدا۔ اور جس کے اعضائے جسمانی سے آثار عبادت اور ریاضت ہویدا ہے۔ بکمال آہ وزاری سجدۂ جناب باری عزاسمہ میں ایسا مشغول ہے کہ اُس کو اپنے دست و پا کی بھی مطلق خبر نہیں ہے۔ اور وہ یہ بھی نہیں جانتا ہے کہ جس حجرۂ تاریک میں وہ قید ہے۔ اُس میں کیا ہو رہا ہے۔ یہ عالم دیکھکر اُن کے پتھریلے دل بھی پانی پانی ہو گئے۔ اور وہ کسی طرح آپ پر ہاتھ اُٹھانے کی جرأت نہ کر سکے۔ اور جس طرح کھڑے تھے اُسی طرح نقش بدیوار بنے کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ اور لب نہ ہلا سکے۔

جب جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سجدے سے فارغ ہوئے۔ اور اپنا فرق منور زمین سے اُٹھایا تو ان لوگوں کو اپنے قریب استادہ پاکر اُنھی کی زبان میں پوچھا کہ تم لوگوں کے یہاں آنے کا کیا سبب ہے۔ زبان غیر میں تکلم فرماتے ہوئے دیکھکر وہ اور بھی آپ کے فضائل و مدارج کے قائل ہو گئے۔ اور بالعوض اس کے کہ وہ مخالفت اور مخاصمت کے ہاتھ آپ کی طرف دراز کریں۔ ایکبارگی اُنھوں نے آپ کے قدموں پر اپنے فرق نیاز جُھکا دئے اور اظہار عقیدت کرنے لگے۔ ہارون جو دروازۂ محبس پر کھڑا ان کا انتظار کر رہا تھا۔ دیر تک ان لوگوں کی کسی قسم کی کوئی آواز نہ معلوم کر کے بہت متردد اور منتشر ہوا۔ فوراً کواڑے کھول کر اندر آیا۔ اور اِن لوگوں کا یہ حال دیکھکر اس کو سکتا سا ہو گیا۔ مگر پھر وہ فوراً سنبھلا۔ اور اپنے دل کو مضبوط کر کے اُس جماعت کو محبس سے باہر نکال لایا۔

اُن کے حقیقت حال کا مشاہدہ کر کے۔ اپنی کوتاہ اندیشی سے اُس نے اُس وقت یہ سوچ لیا کہ شاید یہ لوگ آپ کے آثار جلالت وعظمت دیکھکر خائف و ترساں ہو گئے ہیں۔ اِس لیے ان کے دلوں سے پہلے آپ کا خوف نکال دینا چاہیے۔ تب اِن لوگوں سے کام لینا چاہیے چنانچہ اس نے وہاں سے واپس آکر لکڑی کا ایک مجسمہ تیار کرا کر اُن کو دیا اور کہا کہ اِس پر روز اپنے ہتھیاروں سے ضرب لگایا کرو۔ اور اپنی مشق بہم پہنچایا کرو۔ ابھی تمہارے دل قوی اور طبیعتیں جری نہیں ہیں جب تم میں اس کے ذریعہ سے حرب و ضرب کی پوری مشق آجائیگی تب تم سے بار دیگر تمہاری خدمت لی جائیگی۔

بہر حال۔ ایک عرصہ تک اُن کو اِس کی تعلیم ہوتی رہی۔ اور وہ ہارون کے سلاح خانۂ شاہی میں بھلکیتی سیکھتے رہے۔ اور روزانہ دونوں وقت اُس لکڑی کے مجسمہ پر اپنے ہاتھ صاف کرتے رہے۔ اور حرب و ضرب کے وار نکالتے رہے۔ جب ہارون رشید کو اندازہ ہو گیا کہ اب وہ بے خوف اور بے دھڑک ہو کر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قتل کر لے سکتے ہیں تو اُس نے بار دیگر شب کے وقت اُن لوگوں کو شاہی محبس کے اندر آپ کے

فوری قتل کا حکم دیکر بھیجدیا۔ مگر ع سبحان اللہ شان تیری۔ اب کی بار بھی وہی نتیجہ نکلا۔ جو پہلی دفعہ پیش آچکا تھا۔ وہ سب کے سب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی جبین نور آگیں سے انوار ہدایت و آثار عظمت و جلالت دیکھکر ایسے خائف و ترساں ہوئے کہ فوراً اپنے ہاتھوں سے ہتھیار پھینک کر پہلی طرح اپنی عقیدت اور ارادت کے سر آپ کے قدم مبارک پر جھکا دئے اور اپنی آنکھیں پائے مطہر سے ملنے لگے۔ ہارون رشید بھی۔ تھوڑی دیر کے بعد۔ دریافت احوال کی غرض سے اندر آیا۔ تو یہ سامان دیکھکر اُس کی آنکھوں میں اندھیر چھا گیا۔ اور وہ چپ چاپ ان لوگوں کو وہاں سے باہر نکال لایا۔ اور اپنی متواتر ناکامی اور بدنامی کے افشا اور طشت از بام ہونے کے خیال سے۔ اِن تمام لوگوں کو۔ اُسی وقت۔ جہاں سے آئے تھے۔ وہیں بھجوا دیا۔ اپنی اس تدبیر میں بھی ہارون الرشید کو سوائے ناکامی اور بدنامی کے کچھ بھی نہ ملا۔ مگر تاہم اُسے عبرت نہ ہوئی۔

سندی ابن شاہک اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے معاملات میں نرمی

اب آگے سُنیئے۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے مخالف امور میں ہارون رشید کی تمام تدبیریں خلاف ثابت ہوتی گئیں۔ اور اُس کی ساری ترکیبیں۔ اُس کی امیدوں کے برعکس اُلٹی پڑتی گئیں سندی ابن شاہک۔ جو محبس سلطانی کا داروغہ تھا۔ اور ہارون الرشید نے آخر میں اِس کو ظالم ترین عالم خیال کر کے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی حراست پر مقرر کیا تھا۔ اسوقت ان مشاہدات سے کامل طور پر متاثر ہو کر فضل ابن یحییٰ کی طرح آپ کے معاملات میں اپنی طرف سے نرمی اور ملائمیت کا اظہار کرنے لگا۔ ہارون بھی اِس کو مختلف قرائن سے تاڑ گیا مگر اب اُس کی نگاہوں میں کوئی دوسرا شخص اس کے ایسا سنگدل۔ جابر اور ظالم نہیں معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ اِس کی جگہ پر اُسے مقرر کر دے۔ ان مجبوریوں کی وجہ سے ہارون نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی حراست کو تا تجویز ثانی۔ اسی کی ذمہ داری اور نگہبانی میں چھوڑ دیا۔

ایک عبرت حاصل کرنے والے کے لیے صرف یہی سوچ لینا اُس کی ہدایت کے لیے کافی تھا کہ اُس کے تمام مقرر کردہ اشخاص۔ جن کو اُس نے۔ ظالم ترین اور شدید ترین زمانہ تجویز کر کے آپ کی حراست پر مقرر کیا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں۔ وہ سب کے سب۔ اُس کی امید اور اُس کی تمنا کے خلاف۔ آپ کے ہمدرد اور موافق ثابت ہوتے گئے تھے۔ تو

ضرور تھا کہ آپ کے یہ تمام معاملات تائید ربانی کے تصرفات سے ہرگز خالی نہیں تھے۔ تو پھر ایسے شخص کا قتل کر دینا۔ خلاف مشیت یزدانی اور حکم ربانی کیسے ممکن سمجھا جا سکتا ہے۔ ہارون اگر چاہتا۔ تو اپنے تمام امور کو انہی اصول پر جانچ کر۔ اپنی اصلاح آپ کر لے سکتا تھا مگر اُس کو۔ اِس طرف غور کرنے کی کبھی توفیق ہی نہیں ہوئی۔

ہمارے بعض ابنائے زمانہ کو اس مقام پر پہنچکر یہ وہم ہو سکتا ہے کہ ہارون کو اُس کی بدبختی اور شامت اعمال کے سبب ان امور کی توفیق نہیں ہوئی۔ اچھا یوں ہی سہی۔ مگر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روحانی فیوض اور آثار اپنا اثر کیوں نہ پہنچا سکے اور اُس کو ٹیڑھے راستہ سے سیدھی راہ پر کیوں نہ لا سکے۔

ایسے سوال پیدا کرنے والے حضرات کو یاد رکھنا چاہیئے کہ انبیاء و اولیاء اللہ سلام اللہ علیہم کے ہدایات و ارشاد بھی توفیقات و تائیدات الٰہیہ کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور اِس پر نصوص قرآنیہ وما اهدی الا یهدی کے ایسے بہت سے آیات وافی ہدایات شاہد ہیں۔ ان امور میں ہم کو سمجھ لینا چاہیے کہ ہارون کے ہدایت پانے کے متعلق تائید ربانی اور توفیق یزدانی کے ذریعے منقطع ہو چکے تھے۔ اور وہ اپنی بدبختی اور زبوں اعمالی کے اعتبار سے عیون لا یبصرون بہا و قلوب لا یفقهون بہا کی حدود تک پہنچ چکا تھا اور۔ اولئک کالانعام بل هم اضل کا مصداق ہو چکا تھا۔ اور ختم اللہ علے قلوبهم و علے سمعهم و علے ابصارهم کے اوصاف و امثال اُس پر پورے طور سے صادق آ چکے تھے۔ پھر ایسی حالت میں اُس کے توفیق پانے یا راہ راست پر آنے کی امید رکھنا کسی طرح قبول نہیں کیا جا سکتا۔

مگر۔ بایں ہمہ جن لوگوں کی نظریں غائر ہیں۔ اور اُن کو ان معاملات کے تمام پہلوؤں پر غور کرنے کا پورا ملکہ حاصل ہے۔ وہ اچھی طرح واقف ہیں کہ ان معاملات میں بھی۔ اُس حجت اللہ فی العالمین اور وصی جناب ختم المرسلین صلے اللہ علیہ و آلہ اجمعین کے آثار جلالت اور فیوض ہدایت بے اثر اور خالی نہ گئے۔ ان فیوض و آثار نے ایک خاص حد تک اپنا اثر پہنچایا اور ضرور پہنچایا۔ جیسا کہ آئندہ واقعات سے معلوم ہو جائے گا۔ مگر چونکہ اب دوسرا وقت آ گیا تھا۔ اس لیئے ان روحانی تاثیرات کو بے ضرورت اور زائد ثابت ہونا پڑا اُس کی کیفیت یوں ہے۔

ہارون الرشید اور امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی رہائی کے شرائط

جب ہارون الرشید۔ اِن معاملات میں چاروں طرف سے تھک گیا اور اُس کو کسی طرف سے

امید کامیابی باقی نہیں رہی۔ اور اُس پر قیامت یہ ہوئی کہ سندی ابن شاہک کے ایسا سنگدل بھی موم ہوگیا۔ تو اُس نے ایک دن یحییٰ ابن خالد کو اپنی خلوت میں بلا کر کہا کہ میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے معاملہ میں سخت متفکر اور متردد ہوں۔ میں جسقدر اُن کے قتل و ہلاکت پر اصرار کرتا ہوں اُسیقدر ذلیل و خوار۔ رسوا اور شرمسار ہوتا ہوں۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ جو مشاہد عجیبہ اور آثار غریبہ۔ اِس بزرگ سے میں نے مشاہدہ کیے ہیں۔ تم کو اُن کی ذرا اطلاع نہیں ہے۔ اب میں تمہاری آخر رائے اِن امور میں لینا چاہتا ہوں۔

یحییٰ نے یہ سنکر جواب دیا کہ اب تو میرے ذہن میں۔ اِن معاملات کے متعلق یہی آتا ہے کہ اب آپ اُن پر احسان کر کے اُنہیں اپنی قید سے رہا فرمادیں۔ اِس لیے کہ اُن کے قید کرنے سے عام قلوب آپ کی طرف سے روز بروز برگشتہ ہوتے جاتے ہیں۔ اور جسطرح آپ کے جور و ستم اور ظلم و ایذا کی تمام شہرت ہو رہی ہے۔ اُسی طرح اُن کی بیگناہی۔ بیجرمی اور عظمت و جلالت بھی اطراف عالم میں شائع اور ثابت ہوتی جاتی ہے۔ میرے نزدیک جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی رہائی کا حکم مناسب اور ضروری ہے۔

یہ سنکر۔ ہارون نے کہا۔ اچھا۔ ابھی جاکر اُن کے پائے اقدس سے زنجیر کا حلقہ نکال دو اور میری طرف سے سلام کہو۔ اور یہ عرض کرو کہ آپ کا پسرعم کہتا ہے۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ آپ کو رہا کردوں۔ مگر اِس شرط پر کہ آپ میرے پاس آکر یہ اقرار فرمادیں کہ اِن تمام معاملات میں میری طرف سے (ہارون کی جانب سے) کوئی قصور نہیں سرزد ہوا ہے۔ جو کچھ قصور یا خطا ہوئی ہے وہ آپ ہی کی جانب سے (امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی طرف سے) اِس لیے آپ پہلے مجھ سے اپنے اُن جرائم اقراری کی معافی مانگیں۔ تو ایسی حالت میں میں فوراً آپ کو رہائی کا حکم دیتا ہوں۔ اور اے یحییٰ۔ اُن کی دلجمعی اور اطمینان کے لیے یہ بھی کہدینا کہ آپ کے ایسے اقرار کرنے سے۔ آپ کا کوئی حرج و نقصان نہیں ہوتا ہے بلکہ حفظ جان کا ہر طرح سے یقین حاصل ہوجاتا ہے۔

ہر شخص اِس واقعہ سے معلوم کرسکتا ہے کہ ہارون الرشید اور جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں ایسے نرم اور ملایم پیام اور وہ بھی خاص اپنی طرف سے۔ خدا کی شان جل جلالہ و عم نوالہ۔ اِسی سے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی حقانیت کے فیوض اور صداقت کی کامل تاثیروں کا پورا پتہ ملجاتا ہے۔

بہرحال۔ یحییٰ ابن خالد برمکی۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں۔ ہارون کا یہ پیام لیکر پہنچا۔ آپ اُسوقت تک تعقیبات نماز میں مصروف تھے۔ جب فراغت پاچکے تو یحییٰ نے

پیام سلطانی عرض کیا۔ اُس کے جواب میں آپ نے نہایت خموشی۔ آہستگی اور سنجیدگی سے ارشاد فرمایا کہ میری تکلیف کا زمانہ تمام ہوگیا۔ اب میری عمر میں۔ ایک ہفتہ سے زائد کی مدت باقی نہیں ہے۔ تو اب اتنی قلیل زندگی کے لیے محض بادشاہ کے خوف سے میں اپنی طرف سے اُن خطاؤں کا اعتراف اور اُن گناہوں کا اقرار کروں۔ جن کو میں نے کبھی نہیں کیا ہے۔ اور اپنی جان بچانے کے لیے۔ خدائے سبحانہ تعالےٰ کے سامنے جھوٹ بولوں۔ یہ مجھ سے نہ ہوگا۔ اب میرے معاملات کو اُن کی حد و تک چھوڑ دو۔ مگر اے یحییٰ میں تمہیں خصوصیت کے ساتھ آگاہ کیے دیتا ہوں کہ تمہارے زوال و ادبار کا زمانہ بھی بالکل قریب آلگا ہے۔ اور اب کی بار سفر سے واپس آکر ہارون الرشید۔ تم لوگوں سے منحرف ہو جائے گا۔ اور اپنے اشفاق و الطاف تم لوگوں سے اُٹھالیگا۔ اور تمہاری اولاد و اعقاب کو تباہ و برباد کردیگا۔ اِس لیے تمکو بھی اُس کی طرف سے بے خوف اور مطمئن نہیں رہنا چاہیے۔ ہارون الرشید سے جاکر میری طرف سے کہدینا کہ میں اسوقت تیری درخواست قبول کرنے سے بالکل مجبور ہوں۔ اور بہت جلد میں اپنی منزل مقصود پر اور تو اپنی مراد پر پہنچ جانے والا ہے۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا یہ انکاری جواب لیکر یحییٰ رخصت ہوا۔ اور ہارون کے پاس پہنچکر جو کچھ سنا تھا سب کہدیا۔ یحییٰ کے دل پر آپ کی پیشین گوئی نے جہاں تک تاثیر کی ہو اُس کو ہم نہیں کہہ سکتے۔ مگر ہارون الرشید کے دل پر آپ کے ارشاد نے جو کچھ اثر کیا وہ اسی سے ظاہر ہے کہ اُس نے یحییٰ کی زبانی آپ کا انکاری جواب سنکر نہایت پیچ و تاب کھاکر کہا کہ وہ ابتک اپنی غیب دانی کے دعووں سے باز نہیں آتے۔ اُنہوں نے اپنی موجودہ قید و تنگی اور ضیق النفسی کی حالتوں میں بھی۔ میرے ایسے مشفقانہ اور ہمدردانہ پیام کو بھی کوئی چیز نہ سمجھا۔ اور اُس کی کوئی قدر نہیں کی۔ اور اُس کو منظور نہ کیا۔ تو اب وہ کیا کہیں گے۔ میں خود اُنہیں اسی ہفتہ میں خاتمہ تک پہنچائے دیتا ہوں۔

ہارون کے اِس کلام سے جو اُس نے اپنے غیظ و غضب کی غایت حالتوں میں کہے تھے خدا کی خواہش تقدیر اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی حقانیت کی تاثیر پورے طور سے ظاہر ہو جاتی ہے یقین کرلینا چاہیئے کہ ان کلمات کو ہارون اپنے مُنہ سے نہیں کہہ رہا تھا۔ بلکہ یہ ارادہ تقدیر تھا جو اُسی کی زبان اور اُسی کے مُنہ سے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خون ناحق کے اصلی معنیوں کو برسر عام اقرار کرا رہا تھا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ وَكُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَانٍ

یہ تھی امام منصوب من اللہ کے سچے معاملات کی شان اور یہ تھے مالک الملک حقیقی کے جزئی نظام جو کسی طرح دنیا کے موجودہ نظام و نصاب ملکی میں نہیں پائے جاتے۔ ان موں کی حقانیت

اور صداقت کے سامنے۔ ہارون رشید کے ایسے عظیم الشان بادشاہ کی کوئی قوت۔ کوئی تدبیر اور کوئی کوشش پیش نہ چل سکی اور اُس کو اپنی اِن ترکیبوں میں سوائے حسرت و ناکامی۔ ندامت و بدنامی کے کچھ اور نہ ملا۔

بہرحال۔ اتنا لکھکر۔ ہم اپنے سلسلہ بیان کو آگے بڑھاتے ہیں۔ اور ذیل میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کے واقعات کو پوری تفصیل کے ساتھ قلمبند کرتے ہیں۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات

یحییٰ برمکی سے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا قطعی انکار سُنکر۔ ہارون الرشید آپ کی ہلاکت و قتل کے ارادوں میں چست و درست ہو بیٹھا۔ مگر ان فکروں کے ساتھ ہی اُس نے اپنے آپ کو اس الزام سے بچانے کی بیجا احتیاط بھی مدنظر رکھی۔ اور یہ اُس کی غایت درجہ کی کوتاہ اندیشی اور بے عقلی ثابت کر رہی ہے۔ کیونکہ جو شخص اتنے دنوں تک کسی شخص کی مخالفت میں برابر کوشاں ثابت ہوتا چلا آیا ہو۔ اور وہ آگے چلکر۔ ایک وقت میں اُسے قتل بھی کر ڈالے اور پھر یہ بھی چاہے کہ اُس کا قتل کرنا یا قتل کرانا۔ مشہور عام یا طشت از بام نہ ہو۔ تو یہ سوائے خفیف الحرکاتی اور صریح بے عقلی کے اور کیا سمجھا جاوے گا۔

بہرحال۔ اپنی اِن تدبیروں میں ہارون الرشید نے پھر سندی ابن شاہک کو شامل کر لیا۔ اور اُسی کو اپنے اِن تمام امور کا ذمہ دار بنایا۔ دنیا عجیب بلا ہے۔ اِس کے تصرفات برق کا اثر رکھتے ہیں۔ ابھی کچھ تھا ابھی کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔ سندی مشاہدات حقانیہ سے آپ کے معاملات میں کسیقدر نرم اور ملایم ہو چلا تھا۔ کہ حرص دنیا اور طمع دولت نے پھر اُس کو گرفتار کر لیا۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور مسیّب ابن زہیر

پانچواں اور اخیر محافظ

ہارون رشید اسوقت اِن معاملات میں پورا پورا مجنون ہو رہا تھا۔ اوپر لکھا گیا ہے کہ اُس نے اپنی تجویزوں میں پھر شاہک کے بیٹے سندی کو شامل کر لیا۔ مگر پھر تھوڑی دیر کے بعد اُس کی نرمی اور ملائمیت کے قدیم خیال کو زندہ کر کے مسیّب ابن زہیر کو سندی ابن شاہک کے امور کا نگران بنایا۔ اور اُس کو یہ حکم دیا کہ تم ہر وقت محبس سلطانی کے دروازے پر حاضر رہو۔ سندی کے انجام خدمات کی نگرانی کرتے رہو۔ اور دیکھتے رہو کہ جو جو میں اُسے حکم دیتا ہوں وہ یہ کرتا ہے

یا نہیں؟
الغرض مسیب ابن زہیر نے اسے قبول کرلیا۔ اور جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا یہ پانچواں اور اخیر محافظ بھی۔ ہارون کے حکم سے محبس سلطانی کے دروازے پر آبیٹھا۔ افسوس۔ ہارون کے اتنے لمبے اور چوڑے انتظام اور خاصکر ایک ایسے بیکس اور مجبور تنہا بزرگ کے لیے جس کے جسمانی قوت و آثار کو۔ ایک سفید کپڑے کی چھنٹ کی صورت میں۔ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ ع یہ انتظام اِک تنِ تنہا کے واسطے۔ مگر۔ بااین ہمہ۔ ہم نے جہاں تک اس اخیر محافظ کی نسبت تحقیق کی ہے۔ یہ امر معلوم ہوا ہے۔ کہ اس اخیر محافظ اور نگہبان امام علیہ السلام کا نتیجہ قدیم نگہبانان اور پاسبانان سلطانی سے کہیں بہتر نکلا ہے جیسا کہ ذیل میں مندرج ہے۔

مسیب ابن زہیر کا راسخ العقیدہ ہو جانا

مسیب ابن زہیر۔ دو ہی ایک دن میں۔ آپ کے محاسن ذات اور محامد ذات کو دیکھ دیکھ کر ایسا جلد متاثر ہوا کہ اپنے تمام گمراہانہ خیالات سے۔ تائب ہو کر۔ آپ کی عقیدت اور خلوص پر کامل اور راسخ ہو گیا۔ اور اکثر بلا خوف و ہراس ہو کر آپ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کرنے لگا۔ چنانچہ ایک دن اپنے غایت خلوص کے تقاضہ سے مسیب نے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں عرض کی کہ آپ دعا فرمائیں کہ حق سبحانہٗ تعالےٰ مجھے ایمان کی راہ مستقیم پر قایم رکھے۔ یہ سنکر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اُس کی استدعا کو قبول فرمایا۔ اور خدائے بے نیاز کی درگاہ میں اُسی وقت اپنے دستہائے مبارک دراز فرمائے اور تین بار فرمایا۔ اللّٰھم ثبّتہٗ

سندی کو قتل امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ترکیبیں بتلانا

محبس کے حالات یہاں تک لکھ کر ہم ہارون الرشید کی آیندہ تمام کارروائیوں کو بالتفصیل بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ کہ ہارون رشید نے سندی کو بلا کر حکم دیا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے قتل کی اس سے بہتر اور آسان ترکیب کوئی دوسری نہیں ہو سکتی ہے کہ آپ کو کھانے میں زہر دے دیا جاوے۔ جس کا بہت بڑا فائدہ ہمارے لیے یہ ہوگا۔ کہ اُن کو اس ترکیب سے قتل کرنے میں۔ ہم تم دونوں دنیا کے الزام اور مطاعن سے بال بال بچ جائینگے اور ہر شخص آپ کو اس طرح وفات پائے ہوئے سنکر سمجھ لیگا کہ آپ کا انتقال معمولی طریقہ پر ہوا ہے۔ اُن کو اُس کی نسبت کسی کے مظالم اور ضرر رسانی کا مطلق شبہہ نہ ہوگا۔ اتنا کہہ کر

ہارون رشید تھوڑی دیر تک سوچنے لگا۔ جب خوب سوچ چکا تو اُس نے مزید اطمینان کی غرض سے سندی ابن شاہک سے کہا کہ الزام خلایق سے بچنے اور مطاعن دنیا سے محفوظ رہنے کی بہت اچھی ترکیب یہ بھی ہو گی کہ جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پر زہر کا اثر ہو جائے۔ تو تم شہر کے خاص خاص لوگوں کو بلا کر دکھلا دینا کہ آپ اپنی قضائے موعودہ سے فات پا رہے ہیں آپ پر سلطنت کی طرف سے کوئی ظلم نہیں کیا گیا۔ کوئی ضرب نہیں لگائی گئی۔ کوئی ایذا نہیں پہنچائی گئی۔ جو آپ کی وفات کا سبب ظاہر ہوتی ہو۔ بلکہ اُن کے مزید اطمینان کے لیے یہ امر اور بہتر ہو گا۔ کہ تم اُن کا جسم اور بعض بعض اعضا بھی اُن لوگوں کو کھول کر علیٰ رؤس الاشہاد دکھلا دینا۔ کہ تمہاری برائت اور بے قصوری کی طرف سے اُن لوگوں کو پورا اطمینان اور کامل تشفی ہو جاوے۔ اور پھر کسی وقت میں کوئی شخص ہماری یا تمہاری ذات پر آپ کے قتل و ہلاکت کا الزام نہ لگاوے۔

اپنی وفات پر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی پیشین گوئی

مسیّب ابن زہیر کا بیان ہے کہ اس مشورے سے تین دن کے بعد میں حسب المعمول ایک بار آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں۔ آپ نے خود بخود بلا میری تحریک کے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے مسیّب۔ میری زندگی کے دن تمام ہو چکے۔ اور آج کے تیسرے دن میں سفر آخرت اختیار کرنے کے لیے تیار ہوں۔ تیسرے دن جب میں تم سے پانی مانگوں اور پیوں اور میرا شکم شدت زہر سے نفخ کر جاوے اور میرے اعضا پر ورم آ جاوے۔ اور میرے چہرے کا رنگ پہلے تو مائل بہ زردی ہو پھر زردی کے بعد سرخی سے مبدل ہو جاوے۔ اور اسی طرح برابر انواع و اقسام کے رنگ بدلتے جائیں تو تم میری موت کا یقین کر لینا۔ مگر اُس وقت مجھ سے باتیں کرنے کی خواہش نہ کرنا۔ اور نہ کسی شخص کو میری حالت سے آگاہ کرنا۔

مسیّب کا بیان ہے کہ میں نے بکمال رنج و ملال آپ کے تمام پر درد ارشاد کو سُن لیا۔ اور آپ کی خدمت سے رخصت ہو کر بیرون محبس۔ پھر اپنے کام پر چلا آیا۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو انگور میں زہر دیا گیا

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ سندی ابن شاہک کو ہارون الرشید نے کھانے میں زہر دینے کی ترکیب تعلیم کی تھی اور اسی کے ساتھ اپنی اور اُس کی ذات کو الزام سے بچانے کے لیے۔ جو تجویزیں سوچی تھیں۔ وہ بھی ایک ایک کر کے تبلادی تھیں۔ یہ حکم دیگر اور یہ تمام و کمال ترکیبیں تبلا کر بھی ہارون رشید

کو اپنی بریُ الذمگی پر پورا یقین اور اطمینان نہیں ہوا تھا۔ چور کا دل ہی کتنا۔ آخر کار اُس نے موقع سے ٹل جانے کی دوسری ترکیب کو اپنی برائت کے لیے اور زیادہ موزوں خیال کیا۔ مگر سندی کے زہر دینے کے وقت تک ضرور ٹھہرا رہا۔

عین اُسی وقت جب مسیّب ابن زہیر آپ کی زبان صداقت ترجمان سے آپ کی وفات کی خبر سنکر رخصت ہوا۔ کہ سندی ابن شاہک۔ انگور کے چند دانے لیکر آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ ہارون رشید نے یہ دانے تحفۃً بھیجے ہیں۔ اور کہا ہے۔ کہ اصل میں مجھے بھی کسی کے پاس سے یہ انگور تحفتاً آئے تھے۔ مگر میرے اخلاص و اتحاد اسکے مقتضی نہیں ہوئے کہ میں تن تنہا ان کے کھانے سے محظوظ و مسرور ہوں۔ اِس لیے ان میں سے چند دانے۔ آپ کی خدمت میں بھی بھیجتا ہوں کہ آپ بھی بطیب خاطر انہیں تناول فرمائیں۔

سندی نے یہ کہکر وہ انگور کے دانے آپ کے سامنے رکھدیئے۔ سندی خود ناقل ہے کہ آپ نے اُن دانوں کو دیکھتے ہی فرمایا اللھم لبیک۔ رضا بقضائہ و تسلیما لامرہ اِن کلمات کا متواتر تین بار اعادہ فرمایا گیا۔ اِس کے بعد۔ اُن میں سے بروایتے صرف ایک دانہ۔ اور بقولے سات اور بقولے دس دانے تناول فرمائے گئے۔ اتنے میں ہارون کا وہ کتا جو اپنی زنجیر سمیت سندی کے ساتھ چلا آیا تھا۔ سامنے کھڑا تھا۔ ایک دانہ اُس کے سامنے مصلحتاً پھینکدیا گیا۔ وہ کتا اُس دانہ کو کھا گیا۔ اور فوراً زمین پر لوٹ کر مر گیا۔

یہ دیکھکر سندی وہاں سے فوراً واپس ہوا۔ اور ہارون سے سارا ماجرا کہہ سنا دیا۔ ہارون رشید یہ معلوم کر کے کہ سم قاتل نے جناب امام موسی کاظم علیہ السلام پر کوئی فوری تاثیر نہیں کی۔ کہنے لگا کہ تو نے مفت میرا زہر بھی ضائع کیا اور میرے کتے کی بھی جان لی۔

ہزار افسوس کا مقام ہے۔ اور لاکھ لاکھ حسرتوں کی جگہ۔ ہارون اپنی عداوت اور خصومت کی پر جوشی اور بدہوشی میں اتنا بیحس اور مسلوب الحواس ہو رہا تھا کہ ایک ناپاک اور ذلیل ترین جانور کے مرجانے پر تو اپنے رنج و ملال کا اس طرح اظہار کر رہا ہے۔ اور فرزند رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور جگر بند بتول سلام اللہ علیہا کی جان جانے اور ہلاک ہونے کا کوئی خیال نہیں کرتا۔

بہر حال۔ اِس کے بعد ہارون فوراً اسباب سفر درست کر کے دار الخلافہ بغداد سے رقہ کی طرف چلا گیا۔ اور سندی کو حکم دے گیا۔ کہ تین روز تک امام موسی کاظم علیہ السلام کی حالت دیکھکر مجھے اطلاع کرنا۔

امام موسی کاظم علیہ السلام کی وفات اور سندی کی کارروائیاں

مسیّب ابن زہیر ناقل ہیں کہ اِس واقعہ کے دوسرے دن آپ کی طبیعت ناساز ہوئی۔ اور زامن

زہرِ ہلاہل کی شدت سے آپ کو پہلے سخت تپ آئی۔ میں نے سندی کو اس کی خبر کی
تو وہ بہت سے قطیعیۃ الربیع کے رہنے والے علماء اور فضلاء کو اپنے ہمراہ لیکر جناب امام موسیٰ کاظم
علیہ السلام کے پاس آیا۔ اور اُن کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ آپ سب لوگ دیکھ لیں۔ کہ
بخلاف اُس کے کہ بہت سے جہالت پیشہ لوگوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ ہارون رشید
آپ کو قید میں آزار پر آزار اور تکلیف پر تکلیف دیتا ہے۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
پر اس وقت تک کوئی جسمانی آزار نہیں پہنچایا گیا ہے۔ کوئی ضرب نہیں لگائی ہے۔ زخم شمشیر۔
سنان وتیر کی تکلیف نہیں پہنچائی گئی ہے۔ یہ کہکر اُس نے بعض اعضائے مبارک بھی۔ اُن
لوگوں کو کھولکر دکھلا دئے۔ جب وہ لوگ۔ آپ کے جسم مبارک کی زیارت کر چکے تو جناب
امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اُن لوگوں کو مخاطب فرما کے ارشاد کیا کہ یا معشر الناس۔ تم لوگ
گواہ رہو اور آگاہ ہو جاؤ کہ آج تیسرا روز ہے کہ مجھے سندی نے زہر دیا ہے۔ بظاہر مجھے تپ
ہے اور میں دیکھنے میں اب تک صحیح وسلامت پایا جاتا ہوں۔ مگر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اسکے
سم قاتل کی سمیت میرے تمام بدن میں کامل طور پر تاثیر کر چکی۔ کل میرا تمام بدن زہر کی سمیت
سے سبز ہو جائے گا۔ اور پرسوں میں انتقال کر جاؤنگا۔

سندی یہ سنکر تو دم بخود ہو گیا۔ اور اُس پر آپ کے کلام کی صداقت نے اتنا اثر پہنچایا۔ کہ
اُس نے اُس تمام مجمع کے مجمع کو جیوں تیوں کر کے بہت جلد اُس مکان سے باہر کر دیا۔ اور
خود ہاتھ جوڑ کر آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کرنے لگا۔ کہ اگر یہ امر ایسا ہی وقوع پذیر
ہوا۔ جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔ تو مجھے اجازت دی جاوے کہ میں آپ کی تجہیز وتکفین
کے جملہ سامان اپنے خرچ اور اپنے اہتمام سے مہیا کر دوں۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے
فرمایا۔ لا واللہ۔ نہیں خدا کی قسم میں تجھے کبھی ایسا نہ کرنے دونگا۔ بلکہ تو میرے غلام کو بھیجدے۔ جو
مدینہ سے میرے ہمراہ آیا ہے۔ وہی میری جملہ ضروریات آخری کا مہتمم اور متکفل ہو گا۔ تجھے معلوم
نہیں ہے۔ ہم اہلبیت طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کے بزرگ سلسلہ میں۔ ہر ایک بزرگ کا
مہرِ زنان۔ زاد حج بیت اللہ زاد اللہ شرفا اور مصارف تجہیز وتکفین۔ اُنہی کے مال مطہر سے
ہوتے ہیں۔ چنانچہ میرا کفن میرے ساتھ ہے۔

بہر حال۔ سندی تو یہ سنکر رخصت ہو گیا۔ مسیب ابن زہیر کا بیان ہے کہ میں اُس وقت
سے لیکر رحلت کے وقت تک۔ اور پھر رحلت کے وقت سے تجہیز وتکفین کے وقت
تک۔ برابر آپ کی خدمت میں حاضر رہا۔ اور ہمیشہ ان کی حالت میں اُن تغیرات کو دیکھتا
گیا۔ جو قبل میں مجھ سے ارشاد فرمائے گئے تھے۔ ہر دم وہر لحظہ آپ کی حالت دگرگوں

ہوتی رہی۔ جب تیسرا روز ہوا۔ توحسب الارشاد آپ نے مجھ سے پانی طلب فرمایا۔ میں نے حاضر کیا۔ آپ نے اُس میں سے قدرے نوش فرمایا۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو اعضائے مبارک پر آماس آگیا تھا۔ یہ دیکھکر مجھے آپ کی وفات کا پورا یقین ہو گیا۔ میں بیرون حجرہ آکر زار زار رونے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد۔ بار دیگر حجرے کے اندر گیا تو دیکھا کہ ایک جوان رعنا آپ کی بالیں پر تشریف فرما ہے۔ اور آپ کے لبہائے مبارک۔ اُس کے کانوں سے ملے ہوئے ہیں۔ میں دیر تک علیحدہ کھڑا رہکر۔ اس کیفیت کو دیکھتا رہا۔ اسی اثنا میں وہ غلام سامان تجہیز و تکفین لیکر حاضر ہوا۔ ابھی وہ جوان عظیم الشان آپ کے سر بالیں موجود ہی تھا کہ آپ کے طائر روح نے قفس عنصری سے ریاض قدس کی طرف پرواز فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مسیّب ناقل ہیں کہ پھر وہ جوان خوشجمال۔ یہ عالم مشاہدہ فرماکر۔ فرط قلق سے مثل ابر بہار اشکبار ہوا اور میں بھی اُس کے ساتھ زار و قطار رونے لگا۔ اس کے بعد وہ رضا بقضائہ و تسلیما لامرہٖ کہتا ہوا وہاں سے اُٹھا۔ حجرے کے در بند کر لئے۔ اور اُس غلام کے ساتھ۔ لاش مطہر کے غسل و حنوط وغیرہ سے فارغ ہوا۔ اور جنازۂ اطہر کو تیار کر کے۔ نماز میت پڑہائی۔ میں بھی ان خدمات میں شروع سے آخر تک اُن کا شریک رہکر سعادت دارین سے مشرف ہوا جب وہ جملہ ضروریات سے فارغ ہو گیا۔ تو پھر یکایک میری آنکھوں سے پوشیدہ ہو گیا۔ تو مجھے سخت حیرت ہوئی۔ میں نے اُس غلام سے پوچھا تو اُس نے جواب دیا کہ آپ کے صاحبزادے حضرت امام موسیٰ علی رضا علیہ السلام تھے۔ تم اتنے عرصہ تک خدمت امام علیہ السلام میں شرف حضوری سے مشرف رہا کئے۔ تمھیں آج تک اتنا نہ معلوم ہو سکا کہ امام کے جملہ خدمات آخری امام ہی انجام دیتا ہے۔ اور کوئی دوسرا نہیں۔ میں نے کہا وہ تو مدینہ منورہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ یہاں کیسے آئے۔ اُس خادم نے کہا کہ یہ اسرار ربانی ہیں جن کی حقیقت سمجھنے سے فہم انسانی بالکل مجبور اور قطعی معذور ہے۔

لاش مطہر کیساتھ ہارون ہارونی کی بے ادبی اور سلیمان عباسی کا خلوص

مسیّب کا بیان ہے کہ پھر میں وہاں سے روانہ ہوا۔ اور سندی کو جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے انتقال فرمانے کی اطلاع کی۔ وہ ظالم آپ کی خبر وفات سنکر۔ اکثر ذی وجاہت اور عمائد شہر کو ہمراہ لیکر آپ کی لاش مطہر کے قریب آیا۔ اور آپ کی لاش مطہر کو بار دیگر دکھلا کر کہنے لگا کہ آپ لوگ دیکھ لیں کہ اِن کے جسم پر کسی ضرب کا نشان یا کسی زخم کا داغ تو نہیں ہے جس

سے آپ کے قتل کیے جانے یا مارے جانے کا شبہ صحیح مانا جاوے۔ یہ کھکر اُس شقی ازلی نے اکثر مقامات سے آپ کے بندہائے کفن کھول دئے اور ان لوگوں کو آپ کے بعض اعضا نورانی کا مشاہدہ بھی کرا دیا۔

اس مشاہدہ اور مواجہہ کے بعد سندی نے آپ کی لاش مطہر کو وہاں سے اُٹھوایا۔ سب کا بیان ہے کہ ہارون کی منادی۔ جنازے کیساتھ۔ عام طور پر۔ خاک بدہان ایشان باد۔ یہ ندا کرتے چلے جاتے تھے۔ کہ جس کو خبیث ابن خبیث کو دیکھنا منظور ہو۔ وہ اس میت کو دیکھ لے۔ اسی اثنا میں سلیمان ابن ہادی۔ جو ہارون رشید کا بھائی ہوتا تھا۔ لاش مقدس کو دیکھکر اپنے ملازموں سے پوچھنے لگا۔ کہ یہ کس کا جنازہ ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے قیدخانہ میں انتقال فرمایا۔ یہ انھیں کی لاش مطہر کو لوگ لئے جاتے ہیں شاہی حکم ہے کہ جنازہ کو جسر بغداد پر رکھدیا جاوے۔ اور کوئی شخص نماز جنازہ میں شریک نہ ہو۔

یہ خبر سنکر سلیمان کو سخت صدمہ ہوا۔ اور وہ بیساختہ۔ سر و پا برہنہ اپنے مقام سے اٹھا۔ اور اُس جماعت سے مل گیا۔ جو آپ کے جنازہ کو بغداد کی طرف لئے جارہے تھے۔ جب سلیمان اُس جماعت سے مل گیا تو اُسے ان بیہودہ منادیوں کی ندا سنکر اور سخت صدمہ ہوا۔ اور اُس نے ڈانٹ کر اُن لوگوں سے کہا کہ ان کلمات کی جگہ یہ کہو کہ جس شخص کو طیب ابن طیب اور طاہر ابن طاہر کی طرف دیکھنے کی تمنا ہو وہ اس لاش مطہر کی طرف دیکھے۔ پھر سلیمان نے آپ کے جنازہ کی مشایعت کا اپنے خاص طور پر اہتمام کیا۔ جملہ اکابر و عمائد بغداد۔ اور تمام شہر کے خواص و عوام جمع ہوئے۔ اور سلیمان کے ساتھ آپ کے لئے شیون و بکا اور ماتم و عزا میں مصروف ہوئے پھر سلیمان نے نہایت خلوص سے لاش مطہر کو۔ دوسرا کفن دیا۔ اور وہ اُس بردیمانی سے تیار کیا گیا تھا۔ جسے اُس نے اپنے کفن کے لئے ڈہائی ہزار دینار کی قیمت پر خریدا تھا اور اُس پر پورا قرآن مجید لکھوایا تھا۔ غرض اس اعزاز و اکرام اور تزک و احتشام سے۔ لاش امام علیہ السلام کو اپنے کاندھے پر اُٹھاکر۔ مقابر قریش کے اُس مقام عالی پر جہاں اسوقت تک ضریح انور موجود ہے۔ (اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ اَنْظَارَنَا بِزِیَارَتِہٖ) سپرد خاک کردیا۔ اِس اثنا میں ظالم سندی نے ہرچند سلیمان کو ان اکرام امام علیہ السلام سے باز رکھنا چاہا۔ اور ہارون کے حکم سلطانی سے بہت کچھ ڈرایا اور دھمکایا مگر اُس نے ایک نہ سُنی۔ اور سندی سے جواب میں کہاکہ وائے ہو تجھپر۔ اور ہارون پر۔ امام بحق ناطق حضرت جعفر صادق علیہ السلام کا فرزند اِس بے حرمتی اور ناقدری سے خاک کا پیوند کیا جاوے اور میں دیکھتا رہوں۔ میرے رابطۂ قرابت اور ضابطۂ عقیدت ہرگز اس کے متحمل نہ ہوسکے اور مجھ سے جہاں تک ہوسکا میں نے

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت کردی۔ اب چاہے تیرے خراج کے خلاف ہو یا میرے بھائی ہارون الرشید کی طبیعت کے ناگوار۔ یہ کہکر سلیمان واپس آیا۔ اور اُسی وقت سندی ابن شاہک کو مجبس شاہی کی خدمات سے علیحدہ کیا۔ اور ہارون الرشید کو بہت بڑا طول وطویل خط لکھکر اُس کو ان تمام امور کی اطلاع کردی۔

سلیمان کا خط ہارون رشید کے نام

اس کے بعد سلیمان نے ہارون رشید کو نہایت طول وطویل خط لکھا اور اُس میں یہ ساری روئداد قلمبند کردی۔ ہارون نے اُس کے جواب میں۔ سلیمان کو لکھا کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اخیر خدمات میں جو محاسن تم سے ظاہر ہوئے۔ وہ میری بہت بڑی خوشنودی اور مسرت کا باعث ہوئے۔ سندی نے جو کچھ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے متعلق تم سے میری نسبت اشارہ کرکے کہاہے اور بیان کیاہے۔ وہ سب جھوٹ ہے۔ اور سب اُس کی ایجادی تہمت ہے۔ میں نے کوئی حکم آپ کی نسبت اُس کو نہیں دیاہے۔ وہ جھوٹا ہے تم نے خوب کیا۔ اُس کو مجبس شاہی کی خدمات سے معزول کردیا۔ میں تمہارے اس فوری تدارک سے بہت خوش ہوا۔

ہم جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے احوال کو اکثر کرامات ربانی اور مشاہدات روحانی کے عبرت نما تصرفات ثابت کرتے آئے ہیں۔ سلیمان کے خلوص وعقیدت کا اخیر واقعہ بھی۔ اُنہی اسرار الٰہی اور کرامات لامتناہی میں خصوصیت کے ساتھ شامل ہے۔ اور سلیمان سے یہ آخر محاسن خدمات جو ظاہر ہوئے۔ وہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی حقیت اور معصومیت کو پورے طور سے ظاہر کرتے ہیں۔ ورنہ۔ اگر سلیمان اور ہارون کی یکجہتی اور ذاتی مساوات پر اعتبار کیا جاوے۔ تو دونوں میں اتنی بڑی تفرق اور اختلاف طبعی کے واقع ہونے کی کوئی وجہہ قایم نہیں کی جاسکتی۔ جیسا ہارون تھا ویسا سلیمان۔ مگر تقدیر ربانی اور تدبیر یزدانی نے اِس معاملہ میں خاص۔ اپنی قدرت اور ارادہ کا انتظام۔ دنیا اور اہل دنیا کی خاص عبرت کے لیے۔ اِسی طرح پر جاری کیا تھا۔ کہ اِن میں سے ایک بھائی تو مقدس مقتول کا قاتل مشہور ہو اور درپئے آزار۔ بخلاف اِس کے دوسرا بھائی اُس کا ماتم دار قرار پاوے اور سوگوار۔ فاعتبروا یا اُولی الابصار۔

اگر غور کی نگاہ ڈالی جاوے۔ اور تلاش حقیقت سے کام لیا جاوے۔ تو جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اتنے مفصل اور مشرح حالات میں جو اوپر لکھے گئے۔ آپ کی بے قصوری

اور بیگناہی ثابت کرنے کے لیے اور اُس کے مقابلہ ہیں۔ ہارون الرشید کے جوُر وجفا۔ ظلم وایذا ظاہر کرنے کے لیے ایک یہی واقعہ پورے طور سے کافی ووافی ہے۔

اہل سُنّت اور ہارون رشید کے زہر دینے کا اعتراف

سواد اعظم کے علما نے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے احوال وفات کسی تفصیل سے نہیں لکھے ہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ وہ ہارون الرشید کے زہر دینے یا دلوانے کے خاص مسئلہ میں متفق ہیں۔ چنانچہ۔ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں۔

فکتب للسندی ابن شاهك بتسليمه وامره فيه فجعل له سمًّا فی طعامه وقيل فی رطب فتوعك ومات بعد ثلاث ايام۔

ہارون نے (عیسےٰ ابن موسیٰ کے جواب میں) سندی ابن شاہک کو لکھا کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بصرہ سے لے آ۔ اور سندی کو آپ کے قتل کا حکم دیا۔ اُس نے آپ کے کھانے ہیں۔ اور بروایتے رطب تازہ میں آپ کو زہر دے دیا۔ جس سے آپ لوٹ پوٹ اور تین روز کے بعد۔ عالم فنا سے ملک بقا کی طرف راہی ہو گئے۔

پھر ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں۔

وحمله معه الی بغداد رحبسه مقيدا فلم يخرج من حبسه الا ميتا بالسم۔

ہارون آپ کو اپنے ہمراہ بغداد لے گیا اور وہاں آپ کو پا بجولاں کر کے قید رکھا۔ تاوقتیکہ زہر دیکر آپ کو مار نہ لیا۔

ملا عبد الرحمن جامی شواہد النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔

یحیےٰ۔ ابن خالد برمکی نے بحسب حکم ہارون رشید کے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو زہر دیا آپ نے فرمایا کہ آج مجھ کو زہر دیا گیا۔ کل میرا بدن زرد ہو گا۔ پھر سرخ۔ پھر سیاہ ہو گا۔ اُس کے بعد وفات ہو گی۔ اور ایسا ہی ہوا۔

بہ نسبت اِن حضرات مندرجۂ بالا کے۔ خاوندشاہ ہروی نے اپنی معتبر تاریخ روضۃ الصفا کے دفتر سوم میں کسیقدر تفصیل سے کام لیا ہے۔ اور ہمارے مدعا کے لیے اِسیقدر غنیمت ہے۔ اُن کی اصلی عبارت یہ ہے۔

ہارون الرشید در ایّام حکومت خویش فرمان داد تا امام موسیٰ کاظم (علیہ السلام) را از مدینہ بدار السلام بغداد بردند۔ وہارون او را بہ سندی ابن شاہک سپردہ۔ یحیےٰ ابن خالد برمکی۔ باغوائے ہارون الرشید آنجناب علیہ السلام را در محبس زہر داد تا در گذشت۔ وفات او در سنہ ۱۸۳ ہجری ثلاث وثمانین

دماتیہ اتفاق افتاد۔ ومدفنش ہم دراں سرزمین است۔ درخطیرہ زمین کہ بگورستان قریش اشتہار داشت نقل است کہ چوں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مسموم گشت۔ فرمود کہ مرا امروز زہر داوند فردا بدن من زرد گشتہ وبعد ازاں نصفے سرخ خواہد گشت وپس فردا سیاہ خواہد شد۔ وانگاہ خواہم مرد۔ وہرچہ امام علیہ السلام گفتہ بود از قوت بفعل درآمد۔ مدت حیات شریفش بقول صاحب ربیع الابرار چہل وپنج سال بود۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن اولادہ الطاہرین

بہرحال۔ باتفاق جمہور جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات ۲۵ رجب ۱۸۳ھ بقولے ۱۸۶ھ ہجری میں واقع ہوئی۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے محاسن اخلاق و مکارم عادات

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی مبارک سیرت کے متعلق۔ آپ کی ولادت کے روز سے۔ یوم وفات تک تمام وکمال حالات ہم لکھ چکے۔ ان کے بعد۔ آپ کے محاسن اخلاق۔ محامد عادات اور علوم وآثار کے متعلق۔ شاہد تاریخ سے چند واقعات ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

قبل اس کے کہ ہم آپ کے محاسن اخلاق کے احوال شروع کریں ہم اپنے ناظرین کو یاد دلاتے ہیں کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اسی خاندان والا۔ اور دودمان اعلا کی یادگار اور مایۂ افتخار تھے۔ جس نے تمام دنیا کو تہذیب و شائستگی کے سبق دلائے۔ اور عموماً محاسن اخلاق اور مکارم عادات کے طریقے تبلائے۔ پھر جب یہ مقدس اور مبارک سلسلہ تمام محاسن و محامد کا معدن اور مخزن تسلیم کرلیا گیا ہو۔ تو پھر اس کے گوہرہائے بےمثال اور اس کے نونہال ان محاسن ومحامد سے کتنے بھرپور اور مالامال ہوں گے۔

اسی لیے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خصائص میں تحریر ہے کہ آپ نے مادام الحیات کسی شخص سے ترشروئی اور درشتی سے بات نہیں کی کبھی کسی کی دل آزاری اور ایذارسانی کی طرف مائل نہ ہوئے۔ کسی کی غیبت۔ شکایت اور عیب جوئی۔ آپ کو پسند نہیں تھی اور نہ کبھی ایسے ذکر کرنے والوں کو اپنی مجلس یا صحبت میں آنے کی اجازت دیتے تھے۔ ہمیشہ بالبہائے تبسم باتیں فرماتے تھے۔ بزرگوں کی تعظیم۔ جوانوں کی قدر اور بچوں کی محبت ہمیشہ مدنظر رہا کرتی تھی۔ صاحب روضۃ الصفا نے۔ آپ کے محاسن اخلاق کی ذیل میں۔ یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔ جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے

ابومحمد ابن حسن ابن یحییٰ ناقل ہیں کہ عمر ابن الخطاب کی نسل سے کوئی صاحب۔ مہدی کے وقت سے اس وقت تک مدینہ منورہ کے حاکم تھے۔ وہ اپنی موجودہ دولت وامارت

کے زور یا کسی اور وجہ سے ۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو تکلیف پہنچایا کرتے تھے ۔ اور جناب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کو (معاذ اللہ) گالیاں دیا کرتے تھے ۔ آپ کے اصحاب مخصوصین ۔ اکثر آپ سے بکمال خلوص وعقیدت عرض کرتے تھے کہ آپ حکم دیں تو ہم اُس کو آپ کی ایذا دہی اور سبّ امیر المومنین علیہ السلام کے لیے پوری سزا پہنچائیں ۔ اور اُس کو قتل کر ڈالیں ۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اُن کی عقیدتمندانہ استدعا کے جواب میں ارشاد فرماتے تھے ۔ کہ نہیں ۔ میں تم کو ہرگز اس امر کی اجازت نہ دوں گا ۔ بلکہ میں خود تم سے بمنت وسماجت سفارش کرتا ہوں کہ تم ہماری عقیدت اور خلوص کی پُرجوشیوں کے تقاضوں میں اپنی حد سے بڑھکر میری اطلاع بغیر اس امر کے کرنے کا قصد بھی نہ کرنا ۔

ایک دن بار دیگر انہی جاں نثاروں نے ۔ خدمت بابرکت میں عرض کی کہ اب تو ہم سے اُس کی گستاخیاں اور زبان درازیاں نہ دیکھی جاتی ہیں اور نہ سُنی جاتی ہیں ۔ ایسی حالت میں اب آپ ہم خادموں کو اُس کے انتقام اور معاوضہ سے منع نہ فرمائیں ۔ یہ سنکر تھوڑی دیر تک پھر سر اقدس اُٹھا کر کہا کہ اُس کا مکان کہاں ہے ۔ وہ اسوقت کہاں ملے گا ۔ لوگوں نے عرض کی کہ وہ اسوقت اپنی زراعت پر گیا ہے ۔ اور گھر پر نہیں ہے ۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اتنا دریافت کرکے فوراً اُٹھے ۔ گھوڑے پر سوار ہوئے اور اُسکی زراعت کے مقام معلوم پر پہنچے اور پہنچتے ہی اپنا مرکب اُس کی زراعت کے اندر ڈالدیا ۔ اور نہایت سرعت سے چاروں طرف اُس مرکب کو دوڑانے لگے ۔ وہ شخص بھی وہیں موجود تھا ایک تو وہ یونہی آپکا سخت مخالف تھا ہی ۔ اب آپ کے اس فعل کو دیکھکر اور بھی چراغ پا ہوگیا ۔ اور فوراً پہلے سے بھی زیادہ بدزبانی اور سخت کلامی شروع کردی ۔ اور کہنے لگا کہ بس خیریت اسی میں ہے کہ آپ ہماری زراعت کو زیادہ پامال نہ کریں ۔ مگر تاہم جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اُس کی طرف کوئی اعتنا نہ فرمائی اور اُسی طرح اپنا مرکب اُس زراعت کے چاروں طرف دوڑاتے رہے ۔ یہاں تک کہ آپ اپنے مرکب کی باگ پھیر کر پھر وہاں تشریف لائے ۔ جہاں وہ شخص مخالف استادہ تھا ۔ جب اُس کے قریب آئے ۔ تو مرکب سے نیچے اُترے اور نہایت خندہ پیشانی سے اُس سے استفسار فرمایا کہ اراضی مزروعہ پر تمہارا کتنا خرچ ہوا ہے اُس نے کہا کہ دو سو دینار ۔ آپ نے پوچھا کہ تمہیں اس سے کتنے نکلنے کی امید ہے کہا دو سو دینار ۔ آپ نے فوراً تین سو دینار اُسے حوالے کئے اور فرمایا کہ یہ رقم تو اِسی وقت لے لو ۔ باقی پیداوار سے امید رکھو ۔ انشاء اللہ تعالےٰ تمہارے انداز اور امید سے زائد پیدا ہو گا ۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے یہ محاسن اخلاق دیکھکر وہ شخص اُٹھا۔ اور سر مبارک کے بوسے لیے اور اپنی سابق گستاخیوں کے لیے عذر خواہ ہوا اور کہنے لگا کہ دنیا میں کسی شخص کو اولاد انبیاء و اولیاء علیہم السلام سے بہتری یا ہمسری کا شرف حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام دولت سرا کی طرف واپس آئے۔ اور اپنے اُن مخصوصین جان نثاروں سے جو اُس کے قتل و ہلاکت کی اجازت چاہتے تھے۔ پوری صورت حال دُہرادی۔ اور پوچھا کہ یہ فعل جو میں نے اِن کے ساتھ کیا اچھا تھا۔ یا وہ کام جو تم لوگ۔ اس شخص کے ساتھ کرنیوالے تھے۔ اُن لوگوں نے متفق اللفظ ہو کر عرض کی کہ نہیں یہی امر ہر طرح سے مستحسن تھا جو حضور نے اُس کے ساتھ کیا۔

محمد ابن اسمعیل نے جیسی جیسی مصیبتیں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو پہنچائیں اور آپ کی مقدس جان پر ڈھائیں اور یہاں تک کہ انہی شدائد و مصائب سے آپ کی جان کا خاتمہ ہو گیا۔ مگر تاہم آپ کے اخلاق کریمانہ ہرگز اس امر کے مقتضی نہ ہوئے کہ اُس کی مخالفت و مخاصمت کے مقابلہ میں صلہ رحم اور حقوق قرابت کی تمام رعایتیں فراموش کردی جائیں۔ اس لیے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اُس کی تمام حرکتوں سے چشم پوشی اختیار فرمائی اور اُس کی عسرت و تنگدستی۔ افلاس و احتیاج دیکھکر تحمل نہ فرماسکے۔ اور تین سو اشرفیاں اور تین سو روپیے کی گراں رقم اُسے عنایت فرمائی۔ جو مدینہ سے لیکر بغداد تک محمد ابن اسمعیل کے زاد سفر کو کافی ہو گئی۔ بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ اسی رقم سے آپ کے قتل و ہلاکت کے اسباب فراہم کیے گئے۔ کیوں نہ ہو قاتلین کے ساتھ مدارا اور معاندین و مخالفین کے ساتھ عطایا۔ حضرات ائمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کے اخلاق و اشفاق کے اصلی معیار ہیں۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا حلم

اس وصف حمیدہ اور صفت پسندیدہ کے ثبوت کے لیے تو آپ کا لقب مبارک کاظم علیہ السلام ہی کافی ہے۔ جس پر آیۂ وافی ہدایہ الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس ان اللہ یحب المحسنین شاہد اور ناطق ہے۔

کاظم

آپ کی ذات ستودہ آیات اِس وصف خاص کے ساتھ اِسقدر موصوف و معروف ہے کہ ہماری کسی تفصیل و تشریح کی مطلق ضرورت نہیں۔ آپ کے علم کی انتہائی حالت یہ ہے کہ ہر وقت سکوت و خاموشی مہر لب بنی رہتی تھی قلت تقریر اور کثرت سکوت آپ کی خاص سیرت میں داخل تھی۔ کسی مجلس میں کسی صحبت میں عام اِس سے کہ وہ خاص آپ ہی کی کیوں نہ ہو۔

آپ کا ہمیشہ یہی عالم دیکھا جاتا تھا تا وقتیکہ آپ سے کسی امر خاص کی نسبت استفسار نہ کیا جاوے آپ کبھی تقریر میں اپنی طرف سے ابتدا نہیں فرماتے تھے اور یہ امر آپ کی کمال احتیاط پر دال تھا۔

یعقوب ابن داؤد کا بیان ہے۔ کہ جب ہارون کے حکم سے آپ کو گرفتار کیا اور بجبر و ستم روضۂ مطہر جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے چھڑایا اور کشاں کشاں لے چلے تو آپ نے اُن ستمگاروں کے حق میں ایک حرف شکایت کیا کوئی کلمہ خلاف شان بھی نہ نکالا۔ اور نہایت صبر و سکوت کے ساتھ گردن جھکائے۔ سر نہوڑائے اُن کے ہمراہ چلے گئے۔

یہی اوصاف تھے اور یہی محامد۔ جنہوں نے بالاتفاق تمام فرقہائے اسلام سے عام اس سے کہ وہ آپ کی کوئی عقیدت و ارادت رکھتے ہوں یا نہیں۔ آپ کو وکان حلیماً لکھنے پر مجبور بنادیا جیسا کہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں وسمی الکاظم علیہ السلام لکثرۃ تجاوزہ وحلمہ۔ آپ کا لقب کاظم علیہ السلام۔ آپ کے حلم اور عفو جرائم کی خاص رعایتوں سے مشہور ہوا ہے۔ خواجہ محمد پارسا فصل الخطاب میں لکھتے ہیں۔ وکان علیہ السلام صالحا عابدا جوادا حلیما کریما کبیر القدر وکثیر العلم۔ آپ بہت بڑے صالح بہت بڑے سخی۔ بہت بڑے حلیم۔ بہت بڑے ذیقدر اور بہت بڑے علم والے تھے۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے کرم وجود

آپ کے ان اوصاف مشہورہ کی نسبت امام ابن صباغ مالکی اپنی کتاب فصول المہمہ میں رقمطراز ہیں۔

کان موسی الکاظم علیہ السلام اعبد اهل زمانه واعلمهم واسخاهم کفا واکرمهم نفسا وکان یتفقد فقراء اهل المدینة فیحمل الیهم الدراهم والدنانیر الی بیوتهم لیلا وکذلك النفقات ولا یعلمون من ای جهة وصلهم ذلك ولم یعلموا بذلك الا بعد موته۔

یعنی جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے زمانہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ عابد۔ سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ سخی۔ اور فیاض دست اور صاحب نفس پاک تھے۔ آپ عام طور سے فقرائے مدینہ کے حال پر مہربانی فرماتے تھے اور اُن کے گھروں پر درہم و دینار۔ اور کھانے پینے کی چیزیں پوشیدہ طور پر اس طرح بھیجا کرتے تھے کہ اُن کو نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ چیزیں کہاں سے آئی ہیں۔ اور یہ راز اُن پر اُس وقت تک نہ معلوم ہوا جب تک کہ جناب امام

موسیٰ کاظم علیہ السلام نے رحلت نہ فرمالی۔ اور طبقات الحفاظ میں تحریر ہے۔

وکان علیہ السلام یکنیٰ بعبد الصالح لکثرۃ عبادتہ واجتہادہٖ وقیامہ اللیل وکان اذا بلغہ عن احد یوذیہ یبعث الیہ مال۔

بہ باعث کثرت عبادت اور اجتہادات اور شب بیداری وغیرہ کے آپ کو عبد الصالح کہتے تھے۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوتا تھا کوئی آپ کی ایذا رسانی کے درپے ہے تو آپ کچھ مال اپنی طرف سے اُس کے پاس بھیجدیا کرتے تھے۔

صواعق محرقہ میں لکھا ہے۔

وکان علیہ السلام معروف عند اھل العراق بباب قضاء الحوائج عند اللہ اعبد اھل زمانہ واسخاھم۔

یعنی عراق میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام خدا کی طرف سے۔ حاجتوں کے پورے ہونے کا دروازہ مشہور تھے اور اپنے زمانہ میں سب لوگوں سے زیادہ عبادت اور سخاوت کرنے والے مشہور تھے۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی کثرت عبادت

یہ محاسن عادات اور مکارم اوقات آپ کے اس قدر مشہور خاص و عام ہیں کہ میری کسی تشریح و توضیح کے مطلق محتاج نہیں ہیں۔ فصل الخطاب میں خواجہ محمد پارسا تحریر فرماتے ہیں۔

وفی کل یوم یسجد للہ سجدۃ طویلۃ بعد ارتفاع الشمس الی الزوال۔

آپ بلاناغہ ہر روز خالق معبود کے سجدے میں اتنی طوالت سے کام لیتے تھے کہ آپ کا ایک سجدہ آفتاب کے اونچے ہونے کے وقت سے شروع ہوتا تھا اور زوال کے وقت تمام ہوتا تھا۔

سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جس ذات ملکوتی صفات کے صرف ایک سجدہ کی یہ کیفیت ہو تو اُس کی اور عبادت وریاضت کے مشاغل کا کیا عالم ہوگا۔

محبس کے عالم اضطراب وانتشار میں آپکی عبادت اور ریاضت کی مفصل اور مکمل کیفیت ہم ابھی ابھی اوپر لکھ آئے ہیں۔ آپ کے یہ معمولات روزانہ۔ کچھ ایک شخص واحد ہی کے مشاہدات میں نہیں آئے تھے۔ بلکہ محمد ابن عیسیٰ اوّل محافظ اور نگہبان سے لیکر۔ مسیب ابن زہیر۔ آخر

اور پانچویں محافظ اور نگہبان تک۔ ان میں سے سب نے۔ رات دن برابر۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو ان ہی مشاغل میں مصروف پایا۔ ان لوگوں کے علاوہ۔ اور جو لوگ مجلس میں آتے تھے۔ ہر دم و ہر لحظہ آپکو انہیں مشاغل میں مصروف پاتے تھے۔ چنانچہ عبداللہ قزوینی اور خود ہارون الرشید کی چشم دید شہادتیں۔ تاریخ کے معتبر اسناد سے اوپر لکھی گئی ہیں۔ کثرت عبادت سے آپ اس قدر ضعیف اور لاغر ہو گئے تھے۔ کہ نہ عبداللہ ہی آپ کو پہچان سکا نہ ہارون۔ بلکہ دونوں نے آپ کے پیکر نورانی کو سجدہ کی حالت میں۔ سفید کپڑے کی ایک چیتھڑ خیال کیا۔ اور کچھ نہیں۔ ہارون رشید تو آپ کی ریاضت اور کثرت عبادت کی یہ حالت مشاہدہ کر کے اسی وقت کہنے لگا کہ بیشک۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام زاہد ترین عباد اور خاندان بنی ہاشم کے رہبانان اور زہاد سے ہیں۔ اس سے بڑھکر آپکی ریاضت اور کثرت عبادت کے ثبوت اور کیا ہو سکتے ہیں کہ ہارون رشید کے ایسے مخالف شدید نے بھی لکھوائے الفضل ما شهدت به الاعداء۔ آپ کی عبادت الٰہی اور زہد و اتقائے لامتناہی کی ایسی صاف اور کامل گواہی دی۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی تلاوت قرآن مجید

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ اسیری کے طول طویل زمانہ میں۔ آپ کے روزانہ مشاغل سوائے عبادت ربانی اور تلاوت قرآنی کے کچھ اور نہیں تھے۔ اس دائرہ زمانہ کی حسن تلاوت اور خوش الحانی بے نظیر اور لاثانی خیال کی جاتی تھی۔ چنانچہ صاحب روضۃ الصفا تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام قرآن الغایت نیکو خواندے۔ و در قرآن خواندن بگریستے و سامعان نیز بگریستندے۔ و در آں زمان تجوید و ترتیل او ہیچ کس کلام الٰہی را قرات نمیکرد۔ ازیں جہت او را زین المجتہدین میگفتند۔

ہم آپ کی حسن تلاوت کی کیفیت بھی کامل تفصیل کے ساتھ۔ آپ کی اسیری کے حالات میں لکھ آئے ہیں۔ اور محمد ابن عیسیٰ کے غلام حبشی کے موثر ہونے کے واقعہ کو۔ جو صرف آپ کی قرآن خوانی اور خوش الحانی کے باعث۔ ارادہ ضلالت سے تائب ہو کر جادۂ ہدایت پر آ گیا۔ کامل وضاحت سے قلم بند کر چکے ہیں۔ اسی واقعہ سے۔ صاحب روضۃ الصفا کی تحریر کی کامل تصدیق اور توثیق ہو جاتی ہے

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی ذاتی وجاہت

یہ تو ظاہر ہے کہ مثل آپ کے آبائے طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین کے۔ مخالفین اور دنیاوی سلاطین

نے۔ آپ کے مدارج و مراتب گھٹانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ اِس کے متعلق جیسی جیسی ترکیبیں کیں اور جو جو چالیں چلیں۔ وہ تمام دنیا کو معلوم ہیں مگر بحکم العزۃ للہ وللرسول و للمومنین۔ خدا کی دی ہوئی توقیر۔ اور اُس کی عطا کی ہوئی عظمت و جلالت۔ جو ان بزرگانِ ربانی اور خاصانِ یزدانی کو اُس کے مصدرِ عزت و جلال سے تفویض فرمائی گئی تھی اُن کے مٹائے۔ نہ مٹی۔ نہ مٹی۔ اور اُن کے گھٹائے نہ گھٹی۔ نہ گھٹی۔ اسیری کی مصیبتیں۔ ترکِ وطن کی آفتیں۔ قیدِ سخت کی اذیتیں۔ ایک ایک کر کے سب پہنچائی گئیں۔ کہ زمانہ اور زمانہ کے لوگ۔ اُن کو ایسے خراب اور پر اضطراب حالوں میں گرفتار دیکھ کر اُن کی وقعت اور منزلت کا کوئی خیال اپنے دل میں نہ پیدا کر سکیں۔ اور اپنے دل میں کسی طرح کوئی تعظیم و تکریم کا ارادہ نہ قائم کر سکیں۔ مگر جیسا کہ اوپر مختلف مقامات پر لکھا گیا ہے۔ اُن کی اتنی تدبیروں میں سے کوئی تدبیر اور اُن کی اتنی تجویزوں میں سے کوئی تجویز کارگر نہ ہوئی۔ اور خدائے تبارک و تعالےٰ اِن تمام موقعوں پر۔ اِن حضرات کے مراتب اعلا۔ اور اِن کی شان دوبالا کرتا چلا گیا۔ و هذا فضل الله يؤتيه من يشاء۔

صاحب روضۃ الصفا۔ دفتر سوم میں تحریر فرماتے ہیں۔ اُن کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ایک مرتبہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام (ہارون کی اوائل حکومت کے زمانہ میں) ہارون رشید کے پاس گھوڑے پر سوار تشریف لیے جاتے تھے۔ جب آپ دروازہ پر پہنچے۔ تو دربان شاہی نے آپ کو دیکھتے ہی۔ کھڑے ہو کر آدابِ تعظیم ادا کیے اور بلا تامل آپ کو اندر جانے کی اجازت دے دی۔

نفیع انصاری جو عبدالعزیز کے ساتھ دیر سے بغرض داخلۂ دربار سلطانی۔ منتِ دربان کر رہا تھا اور کسی طرح اندر جانے کی اجازت نہ پاتا تھا۔ صورت حال دیکھ کر جل گیا۔ اور اپنے غایت حسد و نفسانیت سے۔ عبدالعزیز کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ کہ تم نے دنیا میں کسی قوم کو بنی عباس سے بھی زیادہ بزدل اور ناعاقبت اندیش دیکھا ہے؟ اُن کی بزدلی۔ اور ناعاقبت اندیشی کی اِس سے بڑھ کر کیا مثال ہو سکتی ہے۔ کہ وہ اپنے ایک ایسے دشمن کی جسے وہ اپنی سلطنت کا قومی مخالف سمجھتے ہیں۔ اِس خلوص و عقیدت سے تعظیم و تکریم بجا لاتے ہیں۔ تم دیکھتے رہو کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام باہر آئیں تو میں اُن کو اپنے حسن تقریر سے کیسا عاجز اور رنج کرتا ہوں کہ وہ بھی یاد کریں۔

یہ سنکر عبدالعزیز نے اُسے اِس حرکت سے باز رکھنا چاہا۔ ہرچند منع کیا اور کہا کہ یہ بزرگوار سلسلۂ اہلبیت اطہار علیہم السلام میں ہیں۔ جن کا ادب و پاس ہر شخص پر واجب ہے۔ اور یہ

بھی یاد رکھو کہ یہ حضرات وہ بزرگوار عالی مقدار ہیں کہ تم اِن پر کسی قسم کی تعریض نہیں کر سکتے۔ تمہاری سخت کلامیوں کے جواب میں۔ اِن کا ایک ایک کلمہ ایک ایک فقرہ تمہارے تمام محاسن واوصاف میں ہمیشہ کے لیے ایسا عیب لگادے گا۔ کہ پھر اُن سے قیامت تک برائت ممکن نہیں ہے۔

یہ ذکر ہو ہی رہا تھا کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فوراً واپس ہوئے۔ اپنے مرکب کے پاس آئے اور چاہتے تھے کہ سوار ہوں۔ کہ اتنے میں۔ نفیع نے آپ کے گھوڑے کی لگام تھام لی اور نہایت گستاخی اور سختی سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کس سے ہیں؟ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے نہایت متانت سے اُس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ کہ اگر تیری یہ خواہش ہے کہ میں کس خانوادے کا چشم وچراغ ہوں۔ تو سُن لے کہ میں پسر محمد حبیب اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابن اسمٰعیل۔ ذبیح اللہ ابن ابراہیم خلیل اللہ علےٰ نبینا وآلہ وعلیہم السلام ہوں اور میرے موطن ومسکن کی نسبت جاننا چاہتا ہے تو آگاہ ہو کہ میں اُس بقعہ مبارکہ اور عتبہ عالیہ کا رہنے والا ہوں کہ جس کی زیارت کرنے کو خدائے سبحانہ تعالےٰ نے تمام اہل اسلام پر (اگر تو بھی اُسی فرقہ میں ہے) فرض وواجب کیا ہے۔ تاکہ وہ اس سعادت کی بدولت ثواب اخروی کے سزادار اور مستحق ہوں۔ اور اگر اس استفسار سے تیرا یہ مقصود ہے کہ میری اہانت ہو اور تیری مفاخرت۔ تو یقین کرلے۔ کہ ایک زمانہ میں ہمارے وطن کے مشرکین اِس امر پر راضی نہیں ہوئے کہ مدینہ کے تازہ مسلمان اُن کے مقابلہ میں بھیجے جاویں۔ اِس لیے اُنہوں نے صاف صاف لفظوں میں ہمارے جد بزرگوار حضرت رسولخدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کہلا بھیجا کہ ہمارے قبیلہ اور قوم کے لوگوں کو ہمارا مقابل اور مبارز بنا کر بھیجو۔

اپنی اس تقریر میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے واقعہ بدر کی کیفیت اُس مرد انصاری کو یاد دلائی ہے اور وہ یوں ہے۔ کہ جب بدر کے میدان میں عتبہ۔ شیبہ اور ولید اپنی صف سے لڑائی کے لیے باہر نکلے تو فوج اسلامی سے تین مرد انصاری اُنکے مقابلہ کو بھیجے گئے۔ اُن لوگوں نے اِن سے نام پوچھے۔ اِنہوں نے بتلائے، تو مشرکین نے وہی کلمات جو اوپر لکھے گئے ہیں۔ کہکر۔ اُن تینوں مرد انصار کو واپس بھیجدیا۔

پھر اس کے بعد۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر تیری مراد اس سوال سے میری منقصت ہے تو یقین کرلے کہ ہم اُس خاندان اعلےٰ اور دودمان والا کی یادگار اور مایۂ افتخار ہیں۔ جن پر۔ حکم قرآنی اور ارشاد ربانی کے مطابق۔ تمام اہل ایمان اور صاحبان عرفان روزانہ کم سے کم پانچ وقت ہمیشہ درود وصلوات بھیجا کرتے ہیں۔ اگر تو بھی مسلمان ہے تو میں یقین

کرتا ہوں کہ تو بھی اگر ہمیشہ نہیں۔ تو اپنی پنجگانہ نمازمیں تو برابر کہا کرتا ہوگا اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ لے اب میرے گھوڑے کی لگام چھوڑ دے کہ میں اپنے مقام پر واپس جاؤں عبدالعزیز کا بیان ہے کہ نفیع نے آپ کے مرکب کی فوراً لگام چھوڑ دی اور اُس کو تو سکتہ سا ہو گیا۔ اور آپ تشریف لے گئے۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی تبحرِ علمی اور کمال استعداد

سلسلۂ اہلبیت طاہرین علیہم السلام میں علوم کاظمیہ پوری خصوصیت کے ساتھ مشہور و معروف ہیں۔ اور اس میں کسی مسلمان کو شک نہ ہوگا کہ آپ اپنے زمانہ کے افضل ترین اعلم ترین عالم تھے کوئی شخص عام اس سے کہ وہ کتنی ہی بڑی استعداد و جامعیت کا کیوں نہ ہو۔ آپ سے علمی حیثیت اور جامعیت میں مقابلہ تو درکنار۔ مکالمہ کی قوت نہیں رکھتا تھا۔ آپکا تبحرِ علمی علمائے فریقین کے مسلمات میں داخل ہے۔ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں وکان علیہ السلام وارث ابیہ جعفر الصادق علیہ السلام علماً و معرفۃ و کمالاً آپ علم معرفت اور کمال میں اپنے پدر بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے وارث اور قایم مقام تھے اور امام ابن صباغ مالکی اپنی کتاب فصول المہمہ میں لکھتے ہیں وکان علیہ السلام اعلم الناس فی زمانہ آپ اپنے زمانہ کے تمام آدمیوں سے زیادہ علم جاننے والے تھے۔ اِسی طرح خواجہ محمد پارسا اپنی کتاب فصل الخطاب میں لکھتے ہیں وکان علیہ السلام کبیر القدر و کثیر العلم آپ صاحبِ قدرِ کبیر اور علم کثیر تھے"

ہارون رشید کے سوالوں کا جواب

صاحب لواعج الاحزان فضل ابن ربیع کے اسناد سے تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار ہارون رشید حج کرنے مکہ آیا۔ طواف کرنے کے وقت حکم عام دے رکھا تھا کہ کوئی دوسرا شخص میرے ساتھ طواف نہ کرے۔ یہ حکم دیکر اُس نے جونہی اپنا طواف شروع کیا تھا کہ ایک عربی جوان آیا اور طواف کرنے لگا۔ دربانوں نے کہا کہ خلیفہ کے پاس سے ہٹ جاؤ۔ اُس جوان نے متعجب ہو کر پوچھا کہ بھائی آخر میں کیوں اُٹھوں۔ یہ تو وہ مقام مقدس ہے۔ جہاں خداوند عالم نے سب کو برابر رکھا ہے اور فرمایا ہے سَوَآءَنِ العاکف فیہ والباد۔ یہ سنکر ہارون نے ملازموں کو منع کر دیا اور طواف کرنے لگا اور وہ جوان بھی طواف میں مشغول ہوا۔ ہارون جب طواف شروع کرتا تھا تو وہ جوان اُس کے آگے ہو جاتا تھا۔ طواف کے بعد۔ ہارون نے حجر الاسود کو

کے بوسہ کا قصد کیا۔ وہ جوان آگے بڑھ گیا۔ اور اُس سے پہلے اُس نے حجرالاسود کا بوسہ لے لیا۔ اسی طرح پھر اُس نے مقام ابراہیم علیہ السلام پر پہنچکر نماز پڑھنی چاہی تو پھر وہی جوان نمودار ہوگیا اور اُس کے آگے بڑھکر۔ پہلے اُسی نے اپنی نماز ادا کی۔

جب ہارون رشید نماز سے فارغ ہوا۔ تو اُس جوان کو بُلا بھیجا۔ ہارون کے خادم اُس جوان عربی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کو سلطان وقت اور خلیفۂ عصر نے بُلایا ہے جوان عربی نے نہایت آزادی اور متانت سے جواب دیا کہ مجھے کوئی ایسی غرض نہیں پڑی ہے کہ میں اُس کے پاس جاؤں۔ اگر اُس کو مجھسے کوئی ضرورت ہے تو مناسب ہے کہ وہ خود میرے پاس آئے۔

ملازمان سلطانی یہ سُنکر واپس گئے۔ اور جو کچھ اُس جوان خوش جمال سے سُنا تھا۔ ہارون رشید سے تمام وکمال دُہرادیا۔ چنانچہ ہارون خود آیا۔ اور کہنے لگا کہ اگر تم اجازت دو تو میں بیٹھ جاؤں اُس جوان نے کہا کہ یہ میرا مکان نہیں ہے جو مجھ سے اجازت طلب کی جاتی ہے۔ یہ خانۂ خدا ہے۔ تمہارا جی چاہے بیٹھ جاؤ۔ چاہے کھڑے رہو۔ چاہے چلے جاؤ۔ یہ سُنکر ہارون سے کچھ جواب نہ چلا۔ بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا اے جوانِ عرب۔ تو بڑی جرأت کرتا ہے کہ سلاطین زمانہ سے اسطرح پیش آتا ہے۔ اُس جوان نے کہا۔ ہاں۔ ہے تو ایسا ہی۔ ہارون نے کہا میں تم سے چند مسائل پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر اُنہیں تم نہ بتاؤ گے تو سزا پاؤ گے۔ اُس جوان نے استفسار کیا کہ اُن مسائل کو استفادتاً پوچھنا چاہتے ہو یا امتحاناً۔ ہارون رشید نے کہا۔ نہیں میں استفادتاً پوچھتا ہوں۔ یہ سُنکر ارشاد کیا کہ جب اِس قصد سے دریافت کیا جاتا ہے۔ تو پھر جس طرح ایک متعلم عالم سے یا ایک شاگرد معلم سے کسبِ حقیقت کرتا ہے۔ اُسی طریق پر تم بھی تحقیق مسائل کرو۔ یہ سُنکر ہارون مؤدب ہو بیٹھا۔ اور پوچھنے لگا۔ کہ اچھا بتاؤ۔ واجب شرعی کتنی چیزیں ہیں۔؟

اُس جوانِ رعنا نے فوراً جواب میں ارشاد کیا۔ کہ ایک۔ اور پانچ۔ اور سترہ۔ اور چونتیس۳۴۔ اور چورانوے۹۴۔ اور ایک سو ترپن۱۵۳۔ اور پھر بارہ۱۲ میں ایک۔ چالیس۴۰ میں ایک۔ دو سو میں پانچ اور تمام عمر میں ایک۔ اور ایک کے عوض ایک۔

یہ جواب سُنکر۔ ہارون ہنس پڑا اور کہا کہ میں تم سے واجبات عملیہ پوچھتا ہوں اور تم مجھے حساب گناتے ہو۔ اُس جوان نے کہا کہ کیا تم کو اب تک معلوم نہیں کہ دین و دنیا کا دارومدار بالکلیہ حساب پر ہے۔ نہیں تو خداوند عالم قیامت میں خلائق کا کیوں حساب لیتا۔ ہارون نے کہا اچھا۔ تم نے جو کچھ بیان کیا اُس کی توضیح و تشریح بھی کردو۔ نہیں تو میں تمہیں ابھی صفا و مروہ کے درمیان قتل کر ڈالوں گا۔

اُس کے خادموں سے ایک خادم نے کہا کہ اے امیر۔ اس جائے مقدسہ کی عظمت کے خیال سے۔ اِس جوانِ رعنا کے قتل کا قصد نہ فرمایا جاوے۔ یہ سُنکر وہ جوان عربی بیساختہ ہنس پڑا۔ اور کہنے لگا۔ افسوس ہے اور پھر افسوس۔ ہارون نے پوچھا کہ تم کیوں ہنسے۔ اُس نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں تم دونوں میں سب سے زیادہ کون بیوقوف ہے۔ آیا وہ جو کسی کی موت آچکی ہے اور وہ اُسے معاف کر دینا چاہے۔ یا وہ جو کسی کی مَوت نہیں آئی ہے اور وہ اُسے بُلانا چاہتا ہے۔

ہارون نے کہا بہتر اب اپنے بیان کی تفصیل کرو۔ اُس جوان عربی نے ارشاد کیا کہ یہ جو میں نے کہا کہ واجب ایک ہے۔ وہ دین اسلام ہے کیونکہ سوائے دین اسلام کے کوئی دوسرا دین خدا کے نزدیک قبول نہیں۔ اور پھر جو میں نے کہا کہ پانچ واجب ہیں۔ وہ پانچ نمازیں ہیں اور سترہ واجبات سے اُن کی ستّرہ رکعتیں مراد ہیں۔ اور چونتیس واجبات سے۔ ہر رکعت میں دو سجود مراد ہیں۔ اور چورانوے واجبات سے۔ وہ چورانوے تکبیریں مراد ہیں جو ہر رکعت میں رکوع و سجود کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔ اور ایک سو ترپّن واجبات سے وہ تسبیحات مراد ہیں۔ جو نماز پنجگانہ کے ساتھ ادا کی جاتی ہیں۔ اور ان کے بعد جو میں نے کہا ہے کہ چالیس میں ایک واجب ہوتا ہے وہ رقم زکوٰۃ ہے کہ چالیس دینار میں ایک دینار کے شمار سے ادا کی جاتی ہے اور بارہ میں ایک واجب جو بتلایا ہے وہ سال کے بارہ مہینوں میں سے ایک مہینہ رمضان کا ہے۔ جس کے پورے مہینے بھر کے روزے واجب کیے گئے ہیں۔ اور دو سَو میں سے پانچ واجب جو کہا گیا ہے۔ وہ خمس کی رقم واجب الادا ہے جب انسان کے پاس تمام مصارف سالانہ کے بعد دو سَو درہم بچیں تو اُس میں سے پانچ درہم واجب الادا ہو جاتے ہیں۔ اور سوائے اولادِ پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کوئی دوسرا شخص اِس کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اور عمر بھر میں ایک فرض جو بتلایا گیا ہے وہ فریضہ حج ہے۔ جو انسان کی تمام عمر میں ایک بار فرض کیا گیا ہے۔ اور ایک کے عوض ایک جو کہا ہے وہ خونِ ناحق ہے جیسا کہ حق عزّ اسمہ نے ارشاد فرمایا ہے النّفس بالنّفس۔ جب قاتل مقتول کو مار ڈالتا ہے۔ تو قاتل مقتول کے عوض میں واجب القتل ہو جاتا ہے۔

اُس جوانِ عربی کے یہ مدلّل و مکمل جواب سُنکر ہارون تو حیران ہو گیا اور ایک تھیلی اشرفیوں کی جو اُس کے پاس رکھی ہوئی تھی۔ اُٹھا کر آپ کی خدمت میں پیش کی۔ یہ دیکھکر اُس جوانِ رعنا نے کہا کہ یہ رقم مجھے میرے مسئلہ بتانے کے عوض میں دی جاتی ہے۔ یا میری باتوں سے منتفع ہونے کے صلہ میں۔ ہارون نے کہا۔ صرف آپ کی خدمت سے مستفید ہو کر یہ ہدیہ

پیش کش کیا جاتا ہے۔ فرمایا ٹھہر جاؤ۔ اب میں تم سے بھی ایک مسئلہ پوچھتا ہوں۔ اگر تم نے جواب دیا تو تم ہی یہ اشرفیاں اسی مقام پر تقسیم کر دیجیو۔ عطا ہے تو بلقائے تو۔ اور اگر جواب نہیں دیا تو یاد رکھو کہ ایک تھیلی اور دینی ہوگی کہ میں اپنی قوم و قبیلہ کے محتاجین اور مستحقین پر انہیں تقسیم کر دوں۔ جو اپنی عسرت اور ناداری کی وجہ سے سخت پریشان حال ہیں۔ ہارون رشید تو اس وقت بالکل گرویدہ ہو رہا تھا اُس نے فوراً دوسری تھیلی بھی اشرفیوں کی منگوا کر سامنے رکھ لی۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور ہارون رشید سے خنثائے مشکل کا سوال

اِس کے بعد اُس جوانِ عظیم الشان نے ہارون رشید سے پوچھا کہ جب خنثائے مشکل کے بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اُسے دانہ بھراتا ہے یا دُودھ پلاتا ہے؟

ہارون نے یہ سُنکر کہا کہ تعجب ہے مجھ سے ایسا سوال کیا جاتا ہے۔ اُس جوان عربی نے کہا کہ جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی کا امیر ہوتا ہے اُس کو اُن ہی کے ایسی عقل دی جاتی ہے۔ تو اس وقت امت مرحومہ مصطفویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امیر و سردار ہے۔ اس لیے اُن لوگوں کی بہ نسبت اِن باتوں کے جواب دینے کے لیے بدرجۂ اولیٰ مستحق ہے۔

ہارون رشید نے کہا بہتر ہوتا کہ مجھے معاف رکھتے۔ اور اِس کا جواب تم آپ دے لیتے۔ اور یہ اشرفیوں کی دونوں تھیلیاں اُٹھا لیتے۔ اُس جوانِ رعنا نے۔ بیان کیا کہ خداوند عالم نے جب زمین کو پیدا کیا۔ تو اُس میں بہت سے حشرات الارض بھی پیدا کیے۔ جن کی خلقت صرف مٹی سے ہوتی ہے۔ جب اُن کے بچہ ہوتا ہے تو اُس بچہ کی ماں نہ دودھ پلاتی ہے اور نہ دانہ بھراتی ہے۔ بلکہ اُس کی زندگی اُسی مٹی سے ہوتی ہے۔ یہی حال خنثائے مشکل کا ہے۔

یہ سُنکر ہارون رشید نے کہا۔ خدا کی قسم ایسا مسئلہ کسی نے آج تک سُنا بھی نہیں پھر اُس جوان عربی نے وہ دونوں تھیلیاں اُٹھائیں اور اُسی مقام پر اُن کے اصلی مستحقین پر تمام و کمال تقسیم کر دیں اور چلا گیا۔ ہارون کے بعضے ملازموں نے آگے بڑھکر لوگوں سے اِس جوانِ رعنا کا نام پوچھا تو معلوم ہوا۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے بیٹے اور جناب امام محمد باقر علیہ السلام کے پوتے۔ آپ ہی ہیں۔ ہارون کو اس کی خبر لگی تو اُس نے کہا کیوں نہ ہو۔ ایسے عظیم الشان درخت کے ایسے ہی پتے ہوتے ہیں اللھم صل علے محمد و آل محمد

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کی خدمت میں راہب نصرانی کا اسلام لانا

یعقوب ابن جعفر ابن ابراہیم ناقل ہیں کہ میں ایک دفعہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں مقام عریض پر حاضر تھا کہ ایک مرد نصرانی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اُس نے بیان کیا کہ میں ایک مسافت بعیدہ سے آپ کی زیارت کا از حد مشتاق ہو کر آرہا ہوں۔ اور میں ہمیشہ اپنے خدا سے یہی دعا کرتا تھا کہ وہ اپنی قدرت کاملہ سے مجھے اپنے ایک ایسے مقرب اور برگزیدہ اور پسندیدۂ درگاہ سے ملاقات کرادے۔ جو دین و دنیا میں سب سے اچھا اور پرہیزگار ہوا۔ ایک عرصہ کے بعد میں نے ایک دن عالم رویا میں دیکھا کہ ایک شخص آیا اور مجھ سے کہا کہ تجھے جس کی تلاش ہے وہ تجھے ناحیۂ دمشق میں ملے گا۔ یہ مژدہ پاکر میں صبح ہی کو اپنے مقام سے اُٹھا۔ اور اُس مقرّب خدا کی تلاش و تجسس میں نواحی دمشق میں آپہنچا اور آخر کار دریافت سے معلوم ہوا کہ ایک مرد راہب ایک پہاڑ پر اپنے صومعہ میں عزلت نشین ہے۔ اور وہی اسوقت تمام خلائق سے فاضل ترین اور عالمترین خیال کیا جاتا ہے۔

یہ خبر پاکر میں اُس مرد راہب کی خدمت میں گیا۔ اُس سے ملا۔ اور اپنے آنے کی پوری کیفیت اُس سے عرض کی۔ اُس پیر مرد نے مجھسے کہا کہ تو جیسے کامل شخص کی تلاش میں ہے۔ وہ میں نہیں ہوں کیونکہ میں تو صرف اپنے ہی علوم مذہبی میں کمال رکھتا ہوں۔ اور تجھ کو جس بزرگ کی جستجو ہے اُس کو تمام مذاہب و ادیان پر عبور رکھنا چاہیے۔ تو بھائی۔ میں تجھے یاد دلاتا ہوں کہ میں ایسا ہرگز نہیں۔

اُس کی یہ تقریر سنکر میں نے اُس سے کہا کہ بہتر۔ آپ کی نظروں میں اس کمال و جامعیت تک پہنچے ہوئے کوئی بزرگ ہوں۔ تو مہربانی فرماکر بتلا دیجئے کہ میں یہاں سے اُن کی خدمت میں واپس جاؤں سفر دور و دراز اور مسافت بعیدہ کا کوئی خیال نہ فرمائیے۔ کیونکہ جب اپنے مقام سے سفر کی زحمتیں اُٹھاکر۔ میں یہاں تک پہنچ چکا ہوں۔ تو میرے لیے مصلحت وقت اسی میں ہے کہ تا وقتیکہ اپنے حصول مقصود تک نہ پہنچ لوں۔ اپنے آرام و آسایش کیطرف کوئی توجہ نہ کروں۔ اور یہ بھی یقین رہے کہ میں نے انجیل۔ زبور اور توریت کے تمام اخبار و اسفار پڑھے ہیں۔ اور قرآن مجید کے ظاہری احکام کو بھی جانتا ہوں۔"

میرا یہ کلام سنکر اُس مرد راہب نے میری قدر و منزلت فرمائی اور مجھسے کہا کہ اگر تجھے

صرف مذہب یہود کی حقیقت معلوم کرنی ہے۔ تو اُس وقت سطح ابن شرحبیل الشامی سے بڑھکر یہودیوں کا کوئی دوسرا عالم نہیں ہے۔ اور اگر تیرا ارادہ یہ ہے کہ میں ایک ایسے کامل الصفات اور جامع البرکات بزرگ سے مشرف ہو۔ جو علم الزبور۔ علم التورات۔ علم الانجیل اور علم القرآن میں پوری جامعیت۔ اور قابلیت رکھتا ہو۔ اور جملہ انبیائے مرسلین علیہم السلام کے اخبار و آثار سے واقف ہو عام اس سے کہ وہ اس سے پہلے گزرے ہوں یا اُس کے خاص زمانہ میں۔ اور وہ اُن تمام احکام آسمانی اور ارشاد ربانی کے جملہ اطراف و اوصاف کی پوری معرفت رکھتا ہو۔ اور اُن کے محکمات متشابہات او منسوخات وغیرہ کو کماحقہ جانتا اور پہچانتا ہو۔ اور اوصاف طہارت و عصمت سے بھی بخوبی معروف و موصوف ہو اور وہ اپنے پاس اُن تمام چیزوں کا ذخیرہ جمع رکھتا ہو۔ جن چیزوں سے لوگ اپنا مدعا اور اپنی شفاء طلب کرتے ہیں۔ اور اپنی روح کی تسکین و اطمینان چاہتے ہیں اور اُس سے ایسی کامل بصیرت اور نور حقیقت کے طالب ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے خدائے سبحانہ تعالےٰ و تقدس انسان کو توفیق خیر عنایت فرمائے۔ اور سعادت و رشادت کے طریق بتلاتا ہے۔ تو میں تجھے۔ تیری تمنا کے مطابق ایک ایسے کامل الصفات اور جامع الکمالات بزرگ کا نشان بتلائے دیتا ہوں جو اپنی عظمت اور جلالت کے اعتبار سے حقیقت میں ایسا ہی ہے۔ کہ اگر اُس کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے۔ تیرے پاؤں میں قوت نہیں ہے۔ تو اپنے زانوؤں کے بل جا۔ اور اگر تیرے زانوؤں میں اتنی قدرت نہ ہو تو اپنے مُنہ کے بل جاؤ۔ اور اُس کے قدموں پر اپنے سر کو گراؤ۔ یہ سُنکر میں نے کہا۔ سبحان اللہ۔ ایسے کامل۔ اور جامع خدا رسیدہ بزرگ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے میں ہر طرح کے سفر کرنے کی مصیبت اُٹھانے پر تیار اور مستعد ہوں۔ اگر یہ سفر میری جسمانی قوتوں سے ناممکن ہوگا۔ تو میں اُسے اپنے مالی امکان سے تمام لاؤں گا۔ اور مجھ سے جس طرح ہو سکے گا اُن کی خدمت سے زیارت کا شرف ضرور حاصل کرونگا۔

میرا ایسا کامل ارادہ اور عزم بالجزم پاکر اُس مرد راہب نے کہا کہ خدائے سبحانہ تعالےٰ تیری توفیقات کو اور وسیع کرے۔ چنانچہ میں تمہیں بتلائے دیتا ہوں کہ تم یہاں سے یثرب کی طرف چلے جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں یثرب کو تو نہیں جانتا۔ اُس نے کہا کہ اچھا تم مدینہ پوچھتے چلے جاؤ جہاں جناب پیغمبر عرب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قبیلہ بنی ہاشم کے مایۂ افتخار۔ جن کا ذکر ہماری کتاب آسمانی میں بھی موجود ہے۔ مبعوث ہوئے تھے۔ جب تم اُس شہر میں پہنچنا تو غنم ابن مالک ابن نجار کے مکان پر پہنچنا اُس کا مکان مسجد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب واقع ہے

مگر خبردار۔ تم مسلمانوں کے لباس میں وہاں نہ جانا۔ بلکہ اپنے لباس ترسائی پہنے رہنا۔ کیونکہ
وہاں کا حاکم اُس مرد بزرگ کے معاملات کا سخت مخالف ہے۔ اور وہاں کے حاکم سے
زیادہ سلطان وقت اُس امر خاص میں اُس سے زیادہ سخت مخالف ہے وہ نہیں چاہتا ہے
کہ اُس مرد بزرگ کے پاس مسلمانوں کا اجماع ہو۔ پس تمہاری اور اُن کی بھلائی کے لیے یہی
مناسب اور مصلحت ہے کہ تم اپنے خاص لباس و وضع میں اُن سے ملاقات کرو۔ بہر حال
غنم ابن مالک کے مکان کے پاس پہنچکر تم عمر میذول کے مکان کا پتہ پوچھ لینا۔ اور اُس کا
مکان بقیع زبیر میں واقع ہے۔ جب تم بقیع زبیر تک پہنچ جاؤ۔ تو وہاں حضرت امام موسی کاظم
علیہ السلام کا نام نامی اور اسم گرامی لوگوں سے دریافت کر لینا۔ اور یہ بھی اُسی وقت پوچھ لینا
کہ وہ اسوقت کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ اور اُن کی دولت سرا کس طرف ہے۔ موجود ہیں۔
یا کہیں باہر تشریف لے گئے ہیں۔ ان تمام باتوں کو اچھی طرح تحقیق کر کے جب تمہیں اُنکی
قدمبوسی اور زیارت کا شرف خاص حاصل ہو تو کہنا۔ مطران راہب۔ ساکن ناحیہ دمشق نے مجھکو
آپ کا نشان بتلایا ہے۔ اور آپ کی خدمت بابرکت میں بھیجا ہے۔ اور اپنا سلام کہا ہے
اور پیغام دیا ہے کہ میں ہمیشہ اپنے پروردگار عالم سے دست بدعا رہتا ہوں کہ وہ اپنے فضل
وکرم سے مجھے آپ کے دست مبارک پر اسلام لانے کی توفیق عنایت فرماوے۔

یعقوب کا بیان ہے کہ اتنی مفصل روئداد بیان کر کے وہ مرد راہب اپنے عصا پر تکیہ کر کے
کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ یا مولا۔ اگر مجھے اجازت دیں تو میں آپ کی وہی تعظیم وتکریم بجالاؤں جسطرح
ہم اپنے بادشاہوں کی تعظیم وتکریم کیا کرتے ہیں اور بعد اس کے بیٹھ جاؤں۔

یہ سنکر جناب امام موسی کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ تم بیٹھ جاؤ۔ میں خوشی سے کہتا ہوں
مگر جس تعظیم وتکریم کے لیے تم نے استدعا کی ہے اُس کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ سنکر وہ مرد راہب
بیٹھ گیا اور اپنے کاندھے سے اپنا بالاپوش اُتار کر فرش پر رکھ دیا۔ اور خدمت بابرکت میں
عرض کرنے لگا کہ یا مولا۔ میری جان آپ پر قربان ہو۔ اگر مجھے اجازت ہو تو میں کچھ استفسار
کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں تم تو خاصکر اسی واسطے یہاں آئے ہو۔ اُس نے کہا
کہ پہلے تو میرے اُس محسن کے سلام کا معاملہ ہے۔ یا تو اُس کا سلام لیا جاوے یا
واپس دیا جاوے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اُس کو اُس کے سلام کا جواب کامل میں اُس وقت دوں گا جب
خدائے سبحانہ تعالے اُسے سلام لانے کی توفیقات عنایت فرمائے گا۔ مگر اس وقت اسکے
سلام کا یوں جواب عارضی طور پر دیتا ہوں کہ خدائے تبارک وتعالے اُسے قبول اسلام کی توفیق

عنایت فرمائے۔
یہ سنکر مرد راہب خموش ہو گیا۔ اور پھر پوچھنے لگا کہ یا مولا۔ خدا آپ کو محفوظ رکھے۔ میں کچھ اور پوچھوں۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں ضرور۔ پوچھو۔ اُس نے کہا قرآن مجید کے کسی آیہ کا نشان دیجیے۔ جس میں خدائے سبحانہ تعالےٰ نے جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص آپ کا نام لیکر خطاب کیا ہو۔ اور اُس میں آپ کے ایسے اوصاف و محامد بیان کیے ہوں۔ جن صفات کے لیے ان کی ذات ستودہ آیات خصوصیت کے ساتھ موصوف و معروف پائی جاتی ہو ؟
جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا۔ وہ آیۂ شریفہ یہ ہے۔
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ حٰمٓ ۝ والکتاب المبین۔ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ انا کنا منذرین فیھا یفرق کل امر حکیم۔
پھر آپ نے اِس کے اصلی مقاصد و مطالب اُس سے اِس طرح بیان فرمائے کہ خداوند تعالےٰ و تبارک نے اِس آیۂ کریمہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نیز قرآن مجید کی ایک ہی مقام پر توصیف فرمائی ہے۔ چنانچہ حٰمٓ سے مراد محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جیسا کہ صحیفۂ ہود علیٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام میں بھی آپ کا ذکر اسی لفظ سے آیا ہے۔ اِس مقام پر خداوند تعالےٰ نے آپ کے ذکر کے بعد قرآن کا ذکر فرمایا ہے۔ حقیقت میں میں نے اِس کتاب واضح اور روشن کو شبِ قدر میں نازل فرمایا ہے۔ خاصکر اس لیے کہ وہ خلائق کے لیے۔ خلاف احکام الٰہیہ سے ڈرانے والا قایم ہو۔ اور وہ شب قدر ایسی ہے جس میں تمام امور حکما کے نازل ہوتے ہیں۔ اے راہب۔ کتاب مبین سے مراد جناب امیر المؤمنین علیہ السلام اور لیلۃ القدر سے حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا مقصود ہیں۔ اور جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا سے تمام امارت مستحکم ہوتی ہے یعنی آپ کے بطن سے حکماے و امراے امت پیدا ہوے۔ جن میں ہر ایک امام وقت اور حکیم عصر ہے۔ اوّل حکیم اُن کا جناب امام حسن علیہ السلام اور دوسرا حکیم حضرت امام حسین علیہ السلام اور اِسی طرح اُن کے بعد جناب قایم آل عبا علیہ التحیۃ والثنا تک ہر ایک حکیم اور امام اُمت ہے۔
یہ سنکر اُس مرد راہب نے کہا کہ اب ان بزرگواروں کے اوصاف بیان فرمائے جائیں۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اُن بزرگواروں کو امامت و امارت میں تو کسی توضیح و تشریح کی حاجت نہیں۔ مگر ہاں۔ ان میرے بزرگوار کے لیے یہ صفت خاص حاصل ہے کہ امر امامت تا بقیامت ان کی نسل طاہرہ سے باہر جانے والا نہیں ہے۔ اور نبی آخرالزمان

علیہ السلام کی خلافت کا منصب کبھی اِس مقدس سلسلہ سے باہر نہ جائے گا۔ اور یہ مسئلہ الیا مسلمہ اور کلیہ ہے جو کتب سابقین میں مرقوم ہے۔ اور اِسی طرح قدیم آسمانی کتابوں میں مسطور ہے۔ اگر تم لوگوں نے اُس میں کوئی تغیر نہ پیدا کیا ہوگا۔ اور اُس میں تحریف کر کے اپنے کافر ہونے کا پورا ثبوت نہ دیا ہوگا۔ جیسا کہ امم سابقہ کے ایسے حرکات اکثر ثابت ہوتے آئے ہیں جن کی طرف خدائے سبحانہ تعالےٰ نے قرآن مجید کے سورۂ شعرا میں انہ لفی زبر الاولین ارشاد فرما کر اشارہ کرتا ہے۔

یہ سُنتا تھا کہ وہ مرد راہب سناٹے میں آگیا اور تھوڑی دیر کے بعد نہایت ادب سے عرض کرنے لگا۔ کہ خدائے بزرگ و برتر کی قسم ہے کہ اُس امر کو جسے میں جانتا ہوں کبھی آپ سے چھپا رہ سکتا۔ اور کبھی آپ سے خلاف نہیں کہہ سکتا۔ حالانکہ مجھے یقین کامل ہے کہ میں جو کچھ آپ سے کہتا ہوں وہ خود آپ جانتے ہیں۔ میرے کہنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے اپنے تمام فضل و کمال اور نعمتِ عطایا کو آپ کی ذات مجمع الصفات میں مجتمع فرمادیا ہے اور یہ ایک ایسا نمایاں شرف ہے کہ اُسے کوئی۔ منع کرنے والا منع نہیں کرسکتا۔ اور کوئی پوشیدہ کرنے والا اُسے پوشیدہ نہیں کرسکتا۔ اور کوئی جھٹلانے والا جھٹلا نہیں سکتا پس جو کچھ میں آپ کے حق میں اس وقت کہتا ہوں درست ہے اور جو کچھ کہ آپ نے تحریفات کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ بجنسہ ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ ارشاد کیا گیا۔

یہ سُنکر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا۔ اچھا۔ میں تجھسے اب ایک سوال کرتا ہوں اور اُس کو وہی بتلائے گا۔ جو کتب سماویہ کے علوم پر پورا عبور رکھتا ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ جناب مریم بنت عمران علیہا السلام کا کیا نام تھا۔ اور وہ کون روز تھا۔ اور کون سا وقت تھا جہاں اور جس وقت تھا جہاں اور جس وقت حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا وآلہ وعلیہ السلام کی ولادت واقع ہوئی۔ اُس مرد راہب نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جناب مریم علیہا السلام کی ماں کا نام زبان یونانی میں مرثا ہے جو زبان عربی میں وھیبہ کے ہم معنی ہے۔ جس دن آپ کو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا حمل ہوا وہ جمعہ کا دن تھا۔ اور ظہر کا وقت تھا اُسی وقت اور اُسی دن جناب جبرئیل علیہ السلام آسمان سے حضرت مریم علیہ السلام پر نازل ہوئے۔ اسیوجہ سے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت میں کوئی عید اُس دن سے بڑھکر نہیں ہے۔ اور اسی رعایت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ تمام اہل اسلام ایک مقام پر جمع ہوکر اُس وقت خاص پر عبادت الٰہی جو اس دن کے لیے خاص مقرر فرمائی گئی ہے۔ بجالایا کریں۔ اور جس دن کہ آپ کی ولادت ہوئی وہ

منگل کا دن تھا اور ساڑھے چار گھنٹہ دن چڑھا تھا۔ اور اے راہب۔ جس دریا کے کنارے آپ کی ولادت واقع ہوئی اُس کا نام تجھے معلوم ہے۔ وہ بولا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ دریائے فرات ہے۔ اور اُس کے کنارے انگور و خرما کے درخت کثرت سے اُگتے ہیں۔ اور آپ کی برکت کی وجہ سے اس نہر کی پانی میں خداوند عالم نے ایسی تاثیر عنایت فرمائی ہے کہ زراعت پیشہ لوگ نہر فرات کو خرمے اور انگور کی زراعت کے لیئے خاص طور پر مفید بتلاتے ہیں۔ اور اسی کی طرف خدائے سبحانہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے وجعلنا ربک تحتک سریا اور پھر اُسی روز جناب مریم علیہا السلام نے کسی سے بات نہیں کی اور قیدوس (ھردوس) نے اپنے تمام اعوان و انصار کو جمع کر کے حکم دیا کہ ذریات عمران کو بلالاؤ۔ جب وہ لوگ بلالائے گئے۔ تو اُن سے کہا کہ جا کر حضرت مریم علیٰ نبینا و آلہ وعلیہا السلام سے اس ولادت کا حال تو پوچھو۔ جیسا کہ اُن لوگوں نے قیدوس کے کہنے سے۔ حضرت مریم علیہا السلام سے خطاب کیا۔ چنانچہ پروردگار عالم قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے۔ لقد جئت شیئا فریا یا اخت ھارون ما کان ابوک امرا سوء وما کانت امک بغیا۔ یعنی حقیقت میں اے مریم علیٰ نبینا و آلہ وعلیہا السلام تم نے تو عجیب کام کیا۔ اے ہارون کی بہن۔ نہ تمہارا باپ بدکار تھا نہ تمہاری ماں بدچلن تھی بس اب تم اُس روز کو سمجھ گئے۔ اب تمہیں بتلاؤ کہ وہ کون روز تھا۔ یہ سُنکر اُس مرد راہب نے کہا کہ میں نے انجیل میں اُس دن کی نسبت صرف "روز تازہ" لکھا ہوا پایا ہے۔ اور اسی سے میں سمجھ گیا کہ عبارت انجیل میں ضرور تغیر و تاویلات کی گئی ہیں۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ اب تو نے سچی اور ایمان کی بات کہی۔ کیا اب بھی تو اپنے ایسے مذہب سے جو تحریفات و تاویلات سے مملو ہے۔ دست بردار نہ ہوگا۔

یہ ارشاد سُنکر وہ مرد راہب تھوڑی دیر تک خموش رہا۔ اور پھر خدمت بابرکت میں عرض کی کہ اچھا میری ماں کا کیا نام تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تیری ماں کا نام زبان سریانی میں عنقالیہ ہے۔ جس کا ترجمہ ملیتہ ہے۔ تیرے دادا کا نام عنغور تھا۔ اور تیرے باپ کا نام عبدالمسیح تھا۔ مگر ہمارے نزدیک اُس کا نام عبداللہ موزوں ہے۔ کیونکہ مسیح کا کوئی بندہ نہیں ہو سکتا۔ پھر اُس مرد راہب نے پوچھا۔ میری جد مادری کا کیا نام تھا۔ آپ نے فرمایا جبرئیل۔ مگر میں اُسے عبدالرحمن کہنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ ملائکہ کے ساتھ نام میں مشارکت جائز نہیں ہے۔ اب تو اپنے دادا کے مارے جانے کا حال بھی سن لے کہ اُس کو شام کے لشکر والوں نے۔ گھر میں محاصرہ کر کے قتل کیا۔ اُس مرد راہب نے

کہا۔ اب بتلائیے تو کہ میرا نام کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تیرا نام عبدالصّلیب ہے مگر میں تیرا نام عبداللہ تجویز کرتا ہوں۔ یہ سُنکر اُس نے کہا کہ بہتر۔ میں آج سے اپنا یہی نام مشہور کرونگا۔ اتنا کہکر اُس مرد راہب نے تمام حاضرین کو مخاطب کر کے کہا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ سوائے خدائے وحدہٗ لاشریک کے کوئی دوسرا خدا نہیں ہے۔ وہ ایسا خدا نہیں ہے۔ جیسے اُس کی صفات نصارےٰ اور یہود بیان کرتے ہیں۔ وہ ایسی شئے نہیں ہے۔ جس پر کسی قسم کے شرک کا شبہہ ہوتا ہو۔ اور ساتھ ہی اُس کے اس امر کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم برحق ہیں اور جن کو حق تعالےٰ نے پوری سچائی کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اور آپ کی ہدایت سے اہل حق نے طریقۂ حق اختیار کیا اور کور باطن راہ باطل اور ضلالت پر قایم رہ گئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت تمام خلائق کے لیے تھی۔ اور اُس میں دنیا کی تمام سفید و سیاہ قومیں داخل تھیں۔ پس جس کو خدائے تعالےٰ نے توفیق بصیرت عنایت فرمائی۔ اُس نے آپ کی رسالت سے ہدایت پائی اور اہل باطل ویسے ہی کور باطن بنے رہے۔ اور پھر اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ وقت موجودہ میں اُس کے ولی یعنی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ سب عین حکمت خداوندی ہے۔ اور اِن سے پہلے جو اولیاء یعنی حضرت امیرالمومنین علیہ الصلوٰۃ والسّلام و امام حسن علیہ السّلام و امام حسین علیہ السلام و امام زین العابدین علیہ السلام و امام محمد باقر علیہ السّلام و امام جعفر صادق علیہ السّلام گزرے ہیں اُن سب بزرگواروں نے یہ تمام باتیں حکمت خداوندی کے مطابق تبلائی ہیں۔ اور ان تمام حضرات نے طاعت خدائے سبحانہٗ تعالےٰ کے امور میں خلائق کی پوری تعلیم و استمداد کی ہے اور حق سبحانہٗ تعالےٰ نے اِس لیے اُن کو تمام گناہوں سے پاک و صاف کر دیا۔ یہ مقدس بزرگوار خدا عزوجل کی طرف سے دنیا کے امام اور پیشوا ہیں۔ اور دین مبین اسلام اور شرع متین خیرالانام علیہ السلام کے معین اور مددگار ہیں۔ کیونکہ یہی وہ ذوات مقدسہ اور حضرات مطہرہ ہیں۔ جو تمام خلائق کے لیے نیکی کا حکم کرتے ہیں۔ اور نیکی کی راہ دکھلاتے ہیں۔ پس میں اِن کے تمام چھوٹے اور بڑوں پر کمال صداقت سے ایمان لایا ہوں۔ عام اس سے کہ میں اُن کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں یا نہیں اور میں اُن کے پورے خلوص و اعتقاد کے ساتھ تا دم زیست قائم رہونگا اور اپنے رب العالمین کی بھی شہادت اِن ہی بزرگواروں کی شہادت کے ساتھ دیتا ہوں۔

یہ کہکر اُس مرد راہب نے اپنا زنار وغیرہ توڑ ڈالا۔ اور وہ صلیب طلائی بھی۔ جسے وہ گردن میں

پہنے تھا - توڑ ڈالا - اور خدمت بابرکت جناب امام موسی کاظم علیہ السلام میں عرض کی کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں ہمیشہ آپ کی خدمت میں نہیں حاضر رہوں - آپ نے اُس کے خلوص و عقیدت کا یہ حال دیکھکر - ارشاد فرمایا - کہ اچھا تم قبیلہ قیس ابن ثعلبہ میں جو تمہاری ہی طرح قبل میں نصارے تھے - اور اب مسلمان ہو گئے ہیں - اپنی سکونت اختیار کرو - اور اُن لوگوں کے ساتھ رابطۂ محبت و الفت قایم کرو اور فیمابین حقوق ہمسائگی کا لحاظ رکھو - اور میں انشاءاللہ تعالے تمہاری اعانت اور خبر گیری سے کسی وقت باز نہ آؤنگا -

جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کے یہ محاسن اخلاق و مکارم اشفاق دیکھکر اُس مرد راہب نے بیان کیا کہ میں اپنے وطن میں ایک ہزار اونٹ اور تین سو گھوڑے - جو نجابت و شرافت میں مشہور و معروف ہیں چھوڑ آیا ہوں اُس میں حضور کا استحقاق تقرب زیادہ - میرے اُس استحقاق تصرف کے مقابلہ میں جو مجھکو حضور کے عطا فرمودہ رقم میں حاصل ہے -

یہ سنکر حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اپنے گھر پر اپنے گھر کے مالک ہو - اور یہاں ہرچند مرفہ الحال نہ ہو - مگر تاہم مسافر - غریب الوطن اور ہر طرح سے واجب النفقہ ہو - لئے مجھپر تمہاری اعانت ضروری ہے - اِس میں تمہارے شرم کرنے کی کوئی بات نہیں -

یعقوب - اصل راوی حدیث کا بیان ہے کہ پھر وہ مرد راہب مسلمان کامل اور مومن مخلص ہوا - مدینۂ منورہ زاداللہ شرفہا - میں ہمیشہ کے لیئے سکونت پذیر ہوا - اور قبیلہ بنی فہر میں اپنی شادی کرلی - اور جناب امام موسی کاظم علیہ السلام نے پچاس دینار اُس کے دین مہر کے اپنے پاس سے ادا فرمائے - اور پھر اُس کے بعد آپ نے موقوفات جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی رقم سے اُس کا وظیفہ ماہانہ مقرر فرمادیا - جس سے اُس کی گزر اوقات ہوتی رہی - پھر حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے اُس کے لیئے ایک غلام اور ایک لونڈی خرید فرمادی اور ہر طرح سے اُس کی حالت درست کردی -

جب ہارون الرشید کے حکم سے آپ گرفتار ہوکر بغداد تشریف لے گئے - تو اُس واقعہ سے اٹھائیس دن کے بعد اُس نے ۱۷۹ ہجری میں ۱۸ ذیقعدہ کو انتقال کیا - کیونکہ امام علیہ السلام جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے - ۲۰ شوال ۱۷۹ ہجری کو قید کرکے مدینہ سے بصرہ کی طرف بھیجے گئے تھے -

ایک دوسرے نصارے کا مشرف باسلام ہونا

یعقوب ابن جعفر کا بیان ہے کہ میں - جناب امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ یمن کے مشہور اور قدیم قبیلہ بنی نجران کا ایک عیسائی - جو اپنے وقت کا بہت بڑا عالم

بہت بڑا عابد اور بہت بڑا خدا رسیدہ مشہور و معروف تھا۔ فضل ابن سوید کے ہمراہ آیا۔ اور فضل نے اُس کے لیے آپ کی خدمت سے اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ تعالےٰ۔ میں اُس سے کل چاہ ام الخیر پر ملوں گا۔

راوی کا بیان ہے کہ کل ہم مقام موعودہ پر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تھوڑی دیر میں فضل اپنے ہمراہ چار آدمیوں کو لیکر جس میں وہ مرد عیسائی بھی تھا۔ آپہنچا۔ اُن لوگوں میں ایک عورت بھی تھی۔ آپ نے اُس ضعیفہ کو دیکھکر فرمایا کہ ایک موٹا کپڑا اس کو اُڑھادو کہ اس کا پورا پردہ ہو جاوے اور وہ مردوں کی نظر سے محفوظ رہے۔ پس یہ فرما کر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بیٹھ گئے اور آپ بھی بیٹھ گئے۔ مگر سب سے پہلے اُس عورت نے انواع و اقسام کے مسائل دریافت کیے۔ اور جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اُس کے خاطر خواہ جواب دیئے۔ جنہیں سنکر وہ کامل طور سے مسلمان ہوگئی۔

اُس عورت کے بعد۔ وہ مرد عیسائی آیا۔ اور آپ سے مختلف مسائل پوچھے۔ آپ نے اُسے بھی جواب کافی دیئے۔ آپ کی جامعیت اور قابلیت کا پورا موازنہ کرکے وہ مرد راہب کہنے لگا۔ کہ میں حدود مصر کا رہنے والا ہوں۔ اور اُس اطراف میں کسی عالم عیسائی کو اپنے سے زیادہ عالم و فاضل نہیں سمجھتا۔ میں نے ہندوستان کے ایک عالم کے متعلق یہ اوصاف سُنے کہ وہ راتوں رات ہندوستان سے بیت المقدس تک کا سفر کرتا ہے۔ اور پھر اپنے مقام پر واپس جاتا ہے۔ یہ سنکر اُس سے ملنے کا مجھے بیحد اشتیاق پیدا ہوا۔ میں نے دریافت کیا کہ وہ ہندوستان کے کس حصہ کا رہنے والا ہے تو معلوم ہوا علاقہ سندھ کا رہنے والا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ آخر اُس کے ایسے سریع التاثیر ہونے کی کیا وجہ ہے۔ معلوم ہوا اُس کو اسم اعظم الٰہی یاد ہیں۔ جن کی برکت سے وہ اتنی دور و دراز مسافت کو اتنی قلیل مدت میں طے کرلیتا ہے اور یہ وہی اسمائے مبارکہ ہیں جن کے ذریعہ سے حضرت آصف ابن برخیا علیٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام نے جناب سلیمان علیٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام کے لیے۔ طرفۃ العین میں حضرت بلقیس کا تخت منگالیا تھا۔ جس کا ذکر خدائے تبارک نے تمہاری کتاب میں بھی کیا ہے اور اس کتاب میں بھی

یہ سنکر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے نزدیک ایسے اسمائے الٰہی کتنے ثابت ہیں۔ جن کے واسطہ سے کبھی کسی بندہ کی کوئی دعا مسترد اور غیر مقبول نہیں ہو سکتی اُس مرد راہب نے کہا کہ ایسے اسمائے مبارکہ یوں تو بہت سے سنے جاتے ہیں۔ مگر اکثر اتفاق اسی پر ہے کہ وہ اصل اسمائے اعظم جن کے وسیلہ سے کسی کی دعا کبھی مسترد اور غیر مقبول نہیں رہ سکتی۔ وہ کل سات ہی ہیں۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ اُن میں سے

جتنے علم تجھے یاد ہوں۔ بتاؤ تو۔ اُس نے کہا۔ کہ مجھے تو ان میں سے بھی ایک بھی یاد نہیں ہے کہ عرض کروں۔ اور میں اپنے اس اقرار پر اُس خدا کو گواہ دیتا ہوں جس نے کتاب توریت کو حضرت موسے علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کے لیے نازل فرمائی۔ اور حضرت عیسے علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کے وجود کو دنیا کی عبرت کے لیے خلق فرمایا۔ اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دنیا کے لیے رحمت و برکت بنایا۔ اور حضرت علی علیہ السلام کو اہل زمانہ کی تشفی اور حقیقت کے لیے پیدا کیا۔ اور تمام اوصیا علیہم السلام اور نسل محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو انہی کے صلب سے خلق کیا ہے اور پھر کہتا ہوں کہ میں اُن ساتوں میں سے کسی کو نہیں جانتا۔ اور اگر میں اُن کو جانتا تو پھر آپ کی خدمت میں حاضر کیوں ہوتا۔ اور اپنے مسائل کے جواب کی زحمت کیوں دیتا۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے جواب دیا کہ اچھا پھر تم اُس مرد ہندی کی نقل کو تمام کرو۔ راہب نے عرض کی یا مولا میں صرف اُن اسماے اعظم کا نام ہی سنا کرتا ہوں اور یہ نہیں جانتا کہ حقیقت میں وہ کیا ہیں۔ اور کتنے ہیں۔ اور اُن کی خاصیت کیا ہے۔ اور وہ کس طرح دعاؤں کے وسیلے بنائے جاتے ہیں۔

اتنا کہکر اُس مرد راہب نے پھر اُس مرد ہندی کا قصہ یوں شروع کیا کہ اُس کے ایسے محامد و اوصاف سنکر میں روانہ ہوا اور ہندوستان پہنچا اور اُس کو دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اُس نے ایک پہاڑ پر اپنا صومعہ بنا رکھا ہے اور سال بھر میں صرف دو مرتبہ باہر نکلتا ہے اُس کی نسبت اہل ہند کا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم نے اُس کی راحت و آرام کے جملہ سامان وہیں فراہم کر دئے ہیں۔ اس لیے اُس کو اور لوگوں سے رسم و راہ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہاں تک کہ ایک چشمہ بھی قدرتی طور پر اُس کی عبادت گاہ کے پاس جاری ہے اور بغیر بوئے ہوئے یا جوتے ہوئے اُس کے لیے آپ ہی آپ ہر قسم کے غلے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو اُس کی خوراک کے لیے کفایت کرتے ہیں۔ الغرض میں اُس مرد راہب کی قیامگاہ تک پہنچا۔ اور تین روز تک اُس کے دروازہ کھلنے کا انتظار کرتا رہا۔ اور وہ باہر نہ آیا۔ چوتھے دن۔ ایکبار ایک گائے جس پر لکڑیاں لدی تھیں۔ اور اُس کے تھن بھی بہت بڑے تھے دروازہ پر آئی اور اپنے سینگوں سے مکان کے کواڑے کو زور زور سے ہلایا۔ حتے کہ وہ مکان کھل گیا۔ میں یہ دیکھکر فوراً اندر داخل ہوا۔ دیکھا کہ وہ مرد کہن سال صحن مکان میں کھڑا ہے اور آسمان کی طرف دیکھ دیکھکر روتا ہے۔ اور کبھی پہاڑوں کی طرف نظر کرکے روتا ہے اور کبھی اُس صحرا کی طرف دیکھکر روتا ہے۔

ہیں اُس کی تضرع وزاری اور گریہ و انکساری کا یہ عالم دیکھکر۔ اُسی وقت سے اس کا قائل اور اُس کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ حقیقت میں تمہارے ایسے مردانِ خدا دنیا میں نہایت کم ہیں۔ یہ سنکر اُس نے کہا کہ سبحان اللہ۔ افسوس ہے تجھپر۔ تو مجھے دیکھکر ایسے کلمات کہتا ہے حالانکہ تو نے ایک ایسے مردِ بزرگوار اور نیکوکار اور وحید روزگار کو پیچھے چھوڑا ہے کہ جس کے محاسن میں سے ایک محاسن بھی میری ذات میں موجود نہیں ہے۔

یہ سنکر میں نے اُس سے کہا کہ میں نے سُنا ہے آپ کو اسم اعظم الہٰی یاد ہیں۔ میں اُن کی تعلیم کے اشتیاق میں اتنی بڑی دور دراز مسافت طے کر کے یہاں تک آیا ہوں امید کہ آپ مجھے اُس کی تعلیم سے محروم نہ فرمائیں گے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ اُن کی برکت سے راتوں رات ہندوستان سے بیت المقدس تک اور پھر بیت المقدس سے ہندوستان تک آیا جایا کرتے ہیں۔

میرا یہ کلام سُنکر اُس نے پوچھا کہ تم بیت المقدس کو جانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں بیت المقدس ملکِ شام میں ہے اُس نے کہا کہ ہاں شام میں تو بیت المقدس ہے۔ مگر اگر اصلی بیت المقدس کے معنی مراد لیے جائیں تو اُس مقدس گھر سے سوائے حضرات آلِ محمد علیہم السلام کے کوئی دوسرا سلسلۂ والا اور خاندان اعلا مراد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ تم جس مقام کو بیت المقدس کہتے ہو وہ زمانہ قدیم میں بیت المقدس نہیں کہلاتا تھا۔ بلکہ اُس کو خطیر المحاریب کہتے تھے حضرت عیسےٰ ابن مریم علیہ السّلام اور جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان میں۔ جب تمام قومیں کفر و شرک اختیار کر کے بے توفیق ہوگئیں اور اُن کی پوشیدہ ضلالت و گمراہی دیدہ و دانستہ اور علانیہ ہوگئی تو جہاں اُنہوں نے تمام باتوں اور ناموں میں تحریف کی اور اُن کو اِدھر سے اُدھر کر دیا۔ وہاں اِس نام کو بھی۔ حالانکہ بیت المقدس کسی مقام کا نام نہیں بلکہ اِس سے جناب آلِ محمد علیہم السلام مراد ہیں۔ اور انہی ذواتِ علیا اور نفوسِ مطہرہ علیہم السلام کی طرف حق عزّوجلّ قرآن مجید کے سورۂ والنجم میں ارشاد فرماتا ہے۔ ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم وآباءکم ما انزل اللہ من سلطان۔

یہ سنکر میں نے اُس پیر مرد سے کہا کہ میں تو اتنے دور دراز سفر سے آپ کے پاس آیا ہوں اور اِس عرصہ میں ہر قسم کی مصیبتیں۔ آفتیں۔ مثلاً دریا۔ پہاڑ۔ جنگل میں۔ رات دن برابر جھیلتا۔ اُٹھائی ہیں۔ صرف اِسی لیے کہ میں اپنے شاہد مدعا سے ہم آغوش ہوں۔ اور مجھے آپ کے ذریعہ سے وہ اسماے اعظم الہٰی معلوم ہو جائیں۔ جو حضرت آصف بن برخیا علیٰ نبینا وآلہ وعلیہ السلام کو معلوم تھے۔ میری اِس تقریر کے جواب میں اُس مردِ کہن سال نے کہا کہ اِس میں شک نہیں

جیسا کہ خود مجھے معلوم ہے کہ تیری ماں بہت بڑی عفیفہ روزگار تھی اور دنیا میں تیرا وجود نہایت عصمت اور ملائکہ قربت کے ذریعہ سے ہوا ہے اور تیرا باپ بھی بہت بڑا پارسا عابد اور شب زندہ دار اور وہ ایسا مقدس بزرگوار تھا کہ ایک رات میں توریت و انجیل کے تمامی اسفار کی تلاوت کر جاتا تھا۔ تیری دنیا بھی بخیر ہو اور عقبےٰ بھی۔

اب میں تجھے صلاح نیک دیتا ہوں کہ تم اسی وقت یہاں سے اپنے ملک کی طرف چلے جاؤ اور پھر وہاں سے مدینۂ محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم میں۔ جسے طیبہ بھی کہتے ہیں چلے جاؤ۔ وہاں پہنچکر کسی والی سرائے کا نشان پوچھنا۔ اور اُس سرائے میں اُترنا جسے سرائے مروان کہتے ہیں اور وہاں اُتر کر تین روز قیام کرنا۔ تاکہ لوگوں کو فوراً تمہارے آنے کی ضرورت نہ معلوم ہوسکے تین روز کے بعد۔ ایک بوڑھے حبشی سے۔ جو اُسی سرائے میں رہتا ہے اور چٹائی بنا کرتا ہے۔ اور اُن چٹائیوں کو حوالی مدینہ منورہ میں خصف کہتے ہیں۔ کہنا کہ مجھے تیرے پاس تیرے اُس دوست نے صرف اس غرض سے بھیجا ہے۔ جو اس سرائے میں بڑے کواڑے والی کوٹھری میں اُترا کرتا ہے تو تو مجھے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا نشان بتلا دے کہ وہ کہاں رہتے ہیں اور اسوقت کہاں ملیں گے۔ پس وہ حبشی تم سے بالکل حقیقت حال بیان کر دیگا اور اُس خاصہ خدا کی زیارت سے تمہیں مشرف کرا دیگا۔ جس کا ذکر تم نے کیا ہے۔ اور میں تم سے پہلے۔ بہت جلد اُنکی خدمت میں پہنچ جاتا ہوں۔ اور تمہارے حال سے انہیں مطلع کئے دیتا ہوں۔

یہ سنکر میں نے اُس کی خدمت میں عرض کی کہ اچھا یہ سب تو ہوا۔ اگر وہاں میں اُن کی خدمت میں جاؤں تو انہیں کس طرح پہچانوں اور آپ کے قول کی تصدیق معلوم کروں۔ اُس مرد راہب نے کہا کہ اُن سے ہر قسم کے سوال۔ حال۔ ماضی اور استقبال کے متعلق کرنا۔ اور تمام ادیان و مذاہب۔ جو گزر گئے ہیں یا ابتک باقی ہیں۔ اُن کے متعلق سوال کرنا۔ تمہیں میرے کلام کی تصدیق ہو جائیگی۔

اتنا سنکر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ بیشک اُس مرد کہن سال نے تمہیں صلاح نیک دی ہے۔ اُس مرد عیسائی نے کہا کہ اچھا اُس کا نام تو بتلایئے۔ آپنے فرمایا کہ اُسے متمم ابن فیروز کہتے ہیں اور وہ ملوک عجم کی اولاد سے ہے۔ اور وہ ایسا شخص ہے جو کمال خلوص و عقیدت خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی وحدانیت پہ ایمان لایا ہے اور اپنی قوم سے علیحدہ ہو کر نہایت آرام و اطمینان سے اپنے رب الاکرام کی عبادت میں ہمیشہ مصروف رہتا ہے اس لئے کہ اُسے خوف تھا کہ اس کی قوم کے لوگ اُس کو خدا کی عبادت میں تنگ کرینگے اور آزار پہنچائیں گے۔ خداوند عالم نے اُسے حکمت و بصیرت عطا فرمائی اور اُسے بندگانِ

تقوے میں شمار کیا اور اُس کو اپنے دوسرے مقرب بندوں سے۔ جو اُس کے خالص بندے ہونے کی پوری شان رکھتے ہیں اور اُن میں کوئی نقص اور عیب نہیں ہے۔ ملایا اور ملاقات کرائی اور اُس کا کوئی سال خالی نہیں جاتا ہے کہ وہ موسم حج میں یا حرم محترم کا حج وغیرہ بجا لاتا ہو اور وہ ہر مہینہ میں ایک بار ضرور ہم کو منتظر ہی آتا ہے اور اِن تفضلات الٰہی کے ذریعہ سے جنہیں خداوند تبارک و تعالےٰ نے اپنے اُن بندوں کے لیے مخصوص کر رکھا ہے۔ جو اہل حق کی مدد و استعانت کرتے ہیں۔ اور خدا سبحانہ تعالےٰ اسی طرح اپنے شکر گزاروں کو جزائے خیر عنایت فرماتا ہے۔

یہ سنکر اُس مرد عیسائی نے عرض کی۔ اچھا یہ تو بتلائیے کہ وہ کون سے آٹھ کلمات ہیں جو عرش سے نازل ہوئے۔ اور اُن میں سے چار تو زمین پر آئے اور چار ہوا میں رہ گئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اُن کلمات کو سوائے قایم آل محمد علیہم السلام کے اور کوئی دوسرا بتلا نہیں سکتا۔ اور نہ اُن سے قبل آج تک کسی اولیاء اور اوصیاء علیہم السلام نے بتلایا ہے تب اُس مرد عیسائی نے پوچھا کہ وہ چار اسماء جو زمین پر اُترے اُن میں سے صرف دو کو بتلا دیجیے۔ یہ سنکر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام متبسم ہوئے اور فرمایا کہ اب مجھسے اُن چاروں کے نام سن لے۔ اُن میں سے اوّل توحید ذات باریتعالےٰ عزاسمہ ہے اور وہ تمام احکام و احوال میں واجب اور فرض ہے۔ دوم۔ رسالت ہے۔ جو قیامت و ظنیات سے بالکل مبرّہ و منزّہ ہے۔ سوم۔ ہماری امامت ہے۔ کیونکہ ہم اُن انبیائے مرسلین سلام اللہ علیہم اجمعین کے قایم مقام اور وصی ہیں جو حجت اللہ زمانہ اور رحمت للعالمین تھے۔ چہارم ہمارے متبعین ہیں۔ جن کو ہم سے رابطۂ اتحاد مستحکم ہے۔ اور ہم کو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رابطۂ محکم قایم ہے اور جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدائے وحدہٗ لاشریک سے رابطۂ اتحاد حاصل ہے۔

اتنا سُنکر اُس مرد عیسائی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے سبحانہٗ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نیز وہ تمام شے جسے وہ اپنے ہمراہ لائے ہیں سب برحق ہے۔ اور اِس امر کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ حضرات اُن کے اوصیاء برحق ہیں۔ اور آپ کے تمام متبعین سب پاک و پاکیزہ ہیں۔ اور اُن سب کی عاقبتیں بخیر ہیں۔ پس اپنے اِن تمام اُمور کے لیے میں پروردگار عالم کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ یہ حالات مشاہدہ فرما کر جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اُسے ایک جُبّہ۔ ایک کفش۔ اور ایک کلاہ خاص عنایت فرمائی۔ اور اُس شخص نے نماز ظہر

ادا کی - پھر آپ نے اُس کو حکم دیا کہ تو اپنا ختنہ کرالے -
راوی حدیث کا بیان ہے کہ اپنے اسلام لانے کے سات دن بعد اُس نے اپنا ختنہ کرالیا اور ایسا پاک و پاکیزہ ہو گیا - جیسا کہ اپنی ماں کے پیٹ سے نکلا تھا -

ایک تیسرے راہب نصرانی کا مشرف باسلام ہونا

جناب امام موسیٰ علیہ السّلام نے حالت سفر میں - پہاڑ پر ایک مرد نصرانی کو دیکھا کہ پند و وعظ میں مصروف ہے - معلوم ہوا کہ سال بھر میں ایک مرتبہ وعظ کہتا ہے - اور حسن اتفاق ہے وہ دن وہی تھا - جب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ الصلوٰۃ والسّلام اُس کے پاس گئے - تو اُس کے دل میں آپ کی جاہ و جلالت سے خوف عظیم طاری ہوا اور آپ سے پوچھنے لگا کہ تم تو مسافر معلوم ہوتے ہو - آپ نے فرمایا - ہاں - اُس نے کہا تم ہمارے مذہب سے ہو یا ہمارے مذہب کے خلاف - آپ نے جواب دیا - میں تیرے دین پر نہیں ہوں - اُس نے کہا تم اُمت مرحومہ سے ہو - ارشاد فرمایا - ہاں - اُس نے کہا علمائے امت سے ہو یا جاہلوں سے آپ نے فرمایا میں جاہلوں سے نہیں ہوں - اُس نے کہا کہ اچھا میں تم سے چند باتیں دریافت کرتا ہوں بتاؤ تو - آپ نے فرمایا - پوچھو - اُس نے پوچھا کہ ہم نصرانی مذہب والے کہتے ہیں کہ درخت طوبیٰ کی جڑ حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا و آلہ و علیہ السلام قصر بہشت میں ہے - اور تم لوگ کہتے ہو کہ جناب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قصر میں ہے اور اُس کی شاخیں تمام پہنچی ہوئی ہیں - یہ کیونکر ممکن ہے - آپ نے ارشاد فرمایا کہ اِس کی مثال ایسی ہے جیسے آفتاب ایک مقام پر ہے اور اُس کی روشنی تمام میں پہنچتی ہے -

پھر اُس نے پوچھا کہ لوگ بہشت میں نعمتیں کھائیں گے یا میوے کھائینگے اور وہ کم نہ ہو گا - اِسکی مثال کیا ہے - آپ نے فرمایا اُس کی مثال ایک چراغ کی ہے کہ اگر اُس سے ہزار چراغ جلائے جائیں تب بھی اُس کی روشنی چراغ جلانے سے کم نہ ہو گی - پھر اُس نے پوچھا کہ لوگ بہشت میں کھائیں گے لیکن اُس سے بول و براز جدا نہ ہو گا - اِس کی مثال کیا ہے ؟ ارشاد ہوا کہ اِس کی مثال جنین کی ہے - جو ماں کے شکم میں رہتا ہے - اور جس کو نو مہینے تک غذا برابر پہنچتی رہتی ہے - مگر وہ بول و براز نہیں کرتا - پھر اُس نے پوچھا کہ کنجیاں بہشت کی سونے کی ہیں یا چاندی کی ؟ ارشاد فرمایا - نہ سونے کی نہ چاندی کی - بلکہ بہشت کی کنجی انسان کی زبان ہے اُس نے اِدھر زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اُدھر بہشت کے دروازے کھل گئے یہ سُنکر وہ متحیر ہو گیا - اور ایکبار آپ کی تصدیق کامل کر کے کلمہ شہادت پڑھا اور اقرار رسالت

واامامت صدق دل سے کیا اور خالص مسلمان ہو گیا۔ اُس کے مسلمان ہوتے ہی وہ تمام مجمع کا مجمع جو وہاں اُس کے پاس موجود تھا۔ اسلام سے اُسیوقت مشرف ہوا۔

ان واقعات کے پڑھنے سے آپ کی جامعیت اور استعداد و قابلیت معلوم ہو جانے کے علاوہ اور بہت سے فوائد پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے۔ سب سے پہلے جو بات اِن واقعات سے معلوم ہوتی ہے۔ وہ اِن ذوات علیا کی شہرت فضل وکمال ہے۔ جو باوجود ایسے سکوت۔ ایسی خموشی۔ اتنی خانہ نشینی اور عزلت گزینی کے بھی۔ اتنی دور دور پہنچی ہوئی تھی۔ اور وہ ممالک اور اُن کی قومیں۔ جن سے آپ کو کوئی علاقہ اور کوئی سروکار نہیں تھا۔ وہ ظاہری یا باطنی طریقوں سے آپ کے فضل وکمال کی بیمثال اور یکتائی کی ایسی معترف ہو رہی تھیں کہ خود تو خود اور دوسرے طالبان حق۔ جو اُن سے ہدایت وارشاد پانے کی غرض سے اُن کے پاس آیا کرتے تھے اُن کو بھی آپ ہی کی خدمت سے فیضیابی کا شرف حاصل کرنے کی ہدایت کرتی تھیں۔

اِس کے ساتھ ہی دنیا کو یہ امر بھی بخوبی معلوم ہے۔ کہ سلاطین عصر نے خاصکر ان حضرات پر ان امور کی ممانعت اور قطعی استیصال اور روک وتھام کے لیے کیسے کیسے ستم ڈھائے اور کیسے کیسے آزار پہنچائے۔ مگر تاہم اُن کا شہرۂ کمال اور آوازۂ جاہ وجلال اپنے عرش الکمال تک پہنچ گیا۔ اب اگر ان حضرات رفیع الدرجات کے اخبار و آثار کے ساتھ تائید ربانی اور تقدیر یزدانی جاری نہیں تھی اور اگر یہ بھی بخیال اُن کے انہی کے ایسے تھے۔ یا ان سے بھی اُتر کر محض عامہ امت میں داخل تھے۔ تو پھر۔ ایسی کس مپرسی۔ ناقدری۔ مجبوری۔ اور گمنامی کی حالت میں بغیر کسی تحریک اور کوشش کے۔ یہ فروغ۔ یہ شہرت اور یہ نمود کیسے ممکن ہو سکتی ہے وان ھذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء

شقیق بلخی اور جناب امام موسی کاظم علیہ السلام

اس واقعہ کو علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں یوں لکھتے ہیں۔

ومن بدیع کراماتہ ماحکاہ ابن جوزی وزمہریری وغیرھما عن شقیق بلخی انہ خرج حاجا سنہ تسع واربعین ومائۃ فراہ بالقادسیۃ منفرد اعن الناس فقال فی نفسہ ھذا فتی من الصوفیہ ان یکون کلا علی الناس فمضی الیہ فقال یا شقیق اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم فاراد یحاللہ فغاب عنہ عن عینہ فما راہ الا بالواقصہ یصلی واعضاہ یضطرب ودموعہ یتجاوز فجاء الیہ التعذ

فخفف فی صلوٰته فقال له وانی غفار لمن تاب وامن فلما نزلنا زبالہ راہ علی بئر سقطت رکوۃ فیھا فی فطلی الماء حتی اخذھا وتوضأ وصلی اربع رکعات ثم قال الی کثیب رمل فطرح منه فیھا وشرب فقال له اطعمنی من فضل ما رزقک اللہ تعالی فقال یا شقیق ان یزل لم تزل انعم اللہ تعالی الینا ظاھرۃ و باطنة فاحسن ظنك بربك فناولنیھا وشربت منھا فاذا سویق و سکر ما شربت الذ منه ولا اطیب ریحا فشبعت ورویت واقمت ایاما لا اشتھی شرابا ولا طعاما ثم لم اره الا بمکه وھو نعلمان غاشیة وامور علی خلاف ما کان علیه بالطریق۔

آپ کی کرامات بدیعہ میں سے ایک وہ واقعہ ہے جس کو امام ابن جوزی اور زاہد ہریری نے شقیق بلخی علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ ۱۴۹ ہجری میں شقیق حج کرنے کو گئے اور مقام قادسیہ میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو دیکھا کہ لوگوں سے خریدہ طور پر علیحدہ تشریف لئے جاتے ہیں شقیق اپنے دل میں کہنے لگے کہ یہ نوجوان صوفی چاہتا ہے کہ لوگوں کا بار خاطر بنے۔ آپ شقیق کے پاس سے ہو کر نکلے اور یہ آیہ وانی ھدایہ تلاوت فرمایا۔ کہ اے شقیق تم پرہیز کرو شک کرنے سے۔ کیونکہ بہت سے ظنات گناہ ہوتے ہیں شقیق کا بیان ہے کہ میں چاہتا تھا کہ کسی مقام پر آپ کے ساتھ قیام کروں۔ لیکن آپ میری نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے۔ پھر میں نے آپ کو منزل واقصہ پر نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ کے تمام اعضا کانپ رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں میں اسی وقت آپ کی خدمت میں معذرت مانگنے کے لیئے حاضر ہوا۔ آپ نے نماز میں تخفیف فرما کر یہ آیت پڑھی۔ کہ میں بخشنے والا ہوں اُسکے لیے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا۔ جب زبالہ میں پہنچے۔ تو میں نے پھران کو دیکھا کہ ایک کنوئیں میں آپ کا لوٹا گر گیا ہے آپ نے اُس لوٹے کو مانگا۔ کنوئیں کا پانی بلند ہو گیا یہاں تک کہ آپ نے اپنا لوٹا پکڑ لیا اور وضو فرمایا اور چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر ریت کے ایک ٹیلہ کی طرف لیگئے۔ اُس سے تھوڑی سی ریت لیکر لوٹے میں ڈالی اور پینے لگے۔ یہ دیکھکر میں نے عرض کی کہ آپ کو جو کچھ خدائے سبحانہ تعالے نے عنایت فرمایا ہے اُس میں سے کچھ مجھے بھی عنایت فرمائیے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ نہیں۔ اے شقیق اگر تم جانتے ہو کہ خدائے قادر و توانا تمہیں اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں نازل فرمایا کرے تو تمہیں چاہیے کہ تم اپنے پروردگار کی طرف اپنے گمان صحیح اور درست رکھو۔ یہ کہکر وہ لوٹا آپ نے مجھے عنایت فرمایا میں نے اُس میں سے پیا تو اُس میں ستو شکر کے ساتھ گھلا ہوا پایا۔ میں نے کبھی ایسے ستو لذیذ اور خوشبودار

نہیں پیے تھے۔ میں بالکل سیر ہو گیا۔ اور پھر کئی روز تک مجھے بھوک اور پیاس نہیں معلوم ہوئی
پھر میں نے آپ کو نہ دیکھا۔ ہاں جب مکہ میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ اپنے نوکروں
اور حشم خدم کے ساتھ سوار تشریف لیے جاتے ہیں اور جن امور کو میں نے راہ میں نہیں
دیکھا تھا۔ اُن کے برخلاف بڑی شان و شوکت سے آپ کی سواری جا رہی ہے۔ اِس واقعہ
کو علامہ ابن حجر۔ ابن جوزی زاہر میری کے علاوہ۔ خواجہ محمد پارسا۔ امام قندوزی۔ ابن اثیر
اور روضۃ الصفا میں اِسی طرح مرقوم ہے۔

آپ کی ان کرامات روحانی اور مشاہدات یزدانی کو پڑھکر جس کے حرف حرف اور لفظ لفظ
سے آپ کے فضل و کمال کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ ہر شخص حضرت امام موسیٰ کاظم
علیہ السلام کے فضل و کمال کے پورے احوال معلوم کر سکتا ہے۔ واضح رہے کہ ان واقعات
سے کوئی معمولی شخص متاثر نہیں ہوا ہے۔ بلکہ ایک ایسا شخص جو اسلام کے ایک بہت
بڑے وسیع اور وقیع فرقہ کا راس الرئیس اور سید الطائفہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ صوفیاے کرام
کے تمام شجرے۔ عام اُس سے کہ وہ کسی خانوادے کے ہوں۔ اُن کے سلسلے میں شقیق بلخی
کا نام ضرور پایا جائے گا۔

اگر ان متعدد واقعات کو پڑھکر ہمارے بعض دیر فہم ابناے زمانہ کی اِس امر خاص میں تسکین خاطر
نہ ہو۔ تو ہم اُن کے مزید اطمینان کے لیے۔ پھر بھی حاضر ہیں اور لکھے دیتے ہیں۔ اور اُن کی
دیر فہمی سکوت اور تامل کو تھوڑی دیر کے لیے مناسب سمجھکر عرض کرتے ہیں کہ فرض کیا جاوے
کہ آپ ہی حضرات کا خیال صحیح ہے۔ اور اوپر واقعات جو لکھے گئے۔ وہ موجودہ زمانہ کے
آزادانہ مذاق کے مطابق۔ رہبانان اور زاہدان محض کے صرف خلوص و اعتقاد کی ہی
باتیں تھیں۔ جو بیان ہوئیں۔ اُنہوں نے ان واقعات سے۔ پہلے کبھی آپ سے ملاقات
بھی نہیں کی تھی۔ اور فیما بین کوئی واسطہ یا رابطہ قایم نہیں تھا۔ اِس لیے اُن لوگوں کو آپ کے
فضل و کمال کا پورا اندازہ نہیں ہوا تھا۔ ہاں بر وقت جیسا سوال کیا ویسا جواب پایا۔ اور اُس پر
اعتبار کر کے اُنھوں نے اپنے قبول ایمان کے ساتھ آپ کی جامعیت و استعداد کا بھی اعلان
کر دیا۔ اِس لیے اُن لوگوں کے بیانات سے پوری تصدیق نہیں ہو سکتی۔

شقیق کا واقعہ بھی انہی کے ایسا اُن کی خوش اعتقادی اور خلوص پر مبنی ہے اور شقیق بھی نوعے
اسلامی راہب تھے۔ اِس لیے انھوں نے بھی آپ کے امور میں اُسی طریقہ سے کام لیا
جس طریقہ سے وہ عیسائی راہب کام لے چکے تھے۔ غرض ان تمام لوگوں نے محققانہ نظر
سے آپ کے فضل و کمال کی جانچ پرتال نہیں کی تھی۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ شقیق کے بیانات

سے بھی خاطر خواہ تسکین نہیں ہو سکتی۔ اچھا یوں ہی سہی۔ مگر ہم اس کے جواب میں اُن کے مزید اطمینان کے لیے۔ ہارون الرشید کا قول اور اُس کی معرفت کا احوال۔ اُس کے بیٹے اُس کے قایم مقام اور ولیعہد۔ مامون الرشید کی زبانی لکھتے ہیں۔ جو اُس نے اُس سے کچھ معمولی طور پر نہیں۔ بلکہ خاص کر وصیت کے طور پر۔ واجب التعمیل بتلا کر علےٰ رؤس الاشہاد بیان کئے تھے۔ ہم کو یقین ہے اور ہر شخص کو ہونا چاہیے کہ اُس کے کلام سے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے افضل الناس۔ اعلم زمانہ۔ وصی رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے تمام فضائل و مناقب کا کامل اعتراف ہوتا ہے۔ خواجہ محمد پارسا فصل الخطاب میں اس واقعہ کو اس عبارت کے ساتھ لکھتے ہیں۔

قال الرشید للمامون یا بنی ھذا وارث علم النبیین ھذا موسیٰ ابن جعفر علیھما السلام ان اردت العلم الصحیح عند ھذا قال المامون من حینئذ نغرث فی قلبی حبہ۔

ہاروں رشید نے مامون سے کہا کہ جناب امام موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام۔ جملہ انبیاء مرسلین سلام اللہ علی نبینا و آلہ وعلیہم اجمعین کے علوم کے وارث ہیں۔ اگر تم کو علم صحیح کے حاصل کرنے کی خواہش ہے تو انھی کی خدمت سے حاصل کر۔ مامون کا بیان ہے کہ اُسی وقت سے آپ کی محبت میرے دل نشین ہو گئی۔

پھر مؤلف ممدوح۔ آگے چلکر۔ اس واقعہ کو ذیل کے الفاظ میں تحریر کرتے ہیں۔

روی المامون عن ابیہ الرشید قال لبنیہ فی حق موسیٰ الکاظم علیہ السّلام ھذا امام الناس وحجۃ اللہ علی خلقہ وخلیفتہ علی عبادہ انا امام الجماعۃ فی الظاھر والغلبہ والقھر وانہ واللہ لاحق بمقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم منی ومن الخلق جمیعا وواللہ لو نازعنی فی ھذا الامر لاخذت بالذی فیہ عیناہ فان الملک عقیم۔

مامون نے اپنے باپ رشید سے نقل کی ہے کہ اُس نے اپنے بیٹوں سے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے حق میں کہا کہ آپ تمام لوگوں کے امام ہیں۔ اور بندگان خدا کے لیے خدا کی حجت اور خدا کے نائب ہیں۔ ہم لوگوں نے ظاہری طور پر غلبہ اور سطوت سے۔ جماعت اسلامی کی امامت لے لی ہے۔ ورنہ اصل میں جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قایم مقام اور وارث اصلی ہونے کے پورے مستحق آپ ہیں۔ مگر بات یہ ہے کہ آپ کیا۔ اگر میری اولاد بھی میرے امور حکومت میں میری مخالفت پر آمادہ ہو۔ تو میں اُس کی بھی

آنکھیں نکلوالوں۔ کیونکہ ملک و دولت عقیم ہے۔

صاحب روضۃ الصفا۔ اس واقعہ کی نسبت ذیل کی عبارت تحریر فرماتے ہیں۔

مامون از پدرِ خویش ہارون الرشید روایت کردہ کہ در شان جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام با پسران خود گفت کہ ایں مرد امام مردم است و حجت حق بر خلق و خلیفہ حق بر کافہ عباد و من امام جماعتم بر حسب ظاہر از روے قہر و غلبہ۔ و بخدا سوگند کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سزاوار تر است از من و از سائر خلق بجاے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و من این سخن بجہت آن نگویم کہ مہم ملک و کار خلافت را سہل می انگارم و آسان می شمارم واللہ اگر عزیز ترین اولاد من در حکومت با من منازعت ورزد۔ و چشم او را از حدقہ بیروں کنم کہ ملک عقیم است"

ہم نے تین معتبر اسانید و تاریخی مشاہدے سے خود ہارون الرشید کے قول لکھدئے۔ ان کو دیکھکر کون عقل کا اندھا اور دل کا پتھر ہوگا۔ جو جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خلیفہ برحق اور حجت اللہ مطلق۔ وصی سید المرسلین اور جانشین حضرت ختم النبیین صلے اللہ علیہ و آلہ اجمعین کے تسلیم کرنے ہیں۔ ہارون کی طرف سے اب بھی شک کرے گا۔ اور پھر ایسے واضح اقرار اور کامل اعتراف کیساتھ۔ کہ اُن کی جائز اور حقیقی امامت و امارت کے مقابلہ میں۔ ہماری موجودہ حکومت و سطوت کی اصلی نہیں ہے۔ بلکہ ظاہری۔ جو محض غلبہ اور استیلا کے ذریعوں سے ہاتھ لگی ہے۔ ورنہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قایم مقامی۔ جانشینی۔ وراثت اور خلافت کے سزاوار ہیں تو یہ اور مستحق ہیں تو یہ۔

اگر دنیا کی آنکھوں میں ذرا بھی بصیرت کا احساس۔ اور دل میں حقیقت اور عدالت کا پاس ہو تو یہیں سے ہارون کی وہ تمام طمطراق اور ساری لاف و گزاف۔ رخصت ہوگئی۔ جو وہ اپنی موجودہ ثروت و دولت کے زوروں پر باندھی جاتی تھیں۔ اور جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنی امارت کو ویسا ہی برحق تمام دنیا سے تسلیم کرانا چاہتا تھا۔ اور جس کے لئے اُس نے آپ کی تکلیف دہی۔ ایذا رسانی۔ ذلت اور تحقیر کے مظالم برپا کیے۔ وہ ع

پنداشت ستمگر کہ ستم بر ما کرد

بر گردنِ او بماند و بر ما بگذشت

کے پورے پورے مصداق بنکر آخر کار خاک میں مل گئے اور ایک باری چلتے ہوئے صاحبان حقیقت اور ارباب بصیرت اسی کو حق بر زبان جاری کہتے ہیں اور اسی کو قدرت باری۔ ورنہ ہارون۔ جس نے اپنے دادا منصور کی طرح۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

کی مخالفت میں۔ اپنے آغاز حکومت سے آخر سلطنت تک۔ اپنی جان کھپادی۔ دولت کی دولت مٹادی۔ کتنے بندگان خدا کو ستایا۔ آزار پر آزار پہنچایا۔ صرف انکے ساتھ عقیدت اور محبت والفت رکھنے کے محض شبہ ہی شبہ پر۔ اپنے اچھے اچھے مقربان درگاہ اور بہی خواہان بارگاہ کو شکنجۂ سیاست اور پنجۂ عقوبت میں کھینچا۔ اُن کو ذلیل و رسوا کیا۔ غرض کیا کیا نہ کیا۔ سب کچھ تو کیا۔ مگر نتیجہ کیا نکلا۔ وہی جو خدائے برحق اور اُس قادر مطلق کو منظور تھا۔ اور اُس کی لوح محفوظ میں مسطور۔ اخیر میں ان تمام مظالم کے برپا کرنے کے بعد اپنی زبانی اور اپنے منہ سے اتنے بڑے مخالف اپنے اتنے بڑے دشمن کی علی الاعلان ایسی صاف تشریح اور واضح تفصیل کے ساتھ۔ تمام وکمال اوصاف بھی بیان کیے۔ اور استحقاق امامت وامارت بھی۔ تعجب ہے اور سخت تعجب صدق اللہ العلی الکریم ان ھذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء انہ ذوالفضل عظیم۔

ہارون کی یہ تمام وکمال تقریر لکھکر ہم کو یقین ہے۔ کہ ہمارے مشتبہ ابنائے زمانہ جن کی طرف خصوصیت کے ساتھ ہمارے روئے سخن تھا۔ پوری تشفی وتسلی ہوجائے گی۔ مگر ابھی ایک امر کی نسبت اُن کا اطمینان ہمارے ذمہ باقی رہا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہارون نے اپنی اس طول وطویل تقریر میں۔ جہاں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے تمام فضائل ومناقب اور حقوق کا ایسے زوروں سے اعتراف کیا ہے۔ وہاں یہ بھی تو بیان کیا ہے کہ اگر آپ امر حکومت میں میری منازعت نہ فرماتے تو میں آپ کی تعظیم وتکریم میں کوئی فرق نہ کرتا۔ اور اُنہیں کیا منحصر ہے۔ اگر میری کوئی اولاد بھی۔ اس امر خاص میں میری مخالفت کرے۔ تو میں اُسکی بھی آنکھیں نکلوالوں۔ کیونکہ ملک وامارت عظیم ہے۔

ہارون کی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو ہارون کے مقابلہ میں ملک گیری اور حکمرانی کی خواہش ضرور تھی۔ اور ان امور کے متعلق آپ سے کچھ ایسی باتیں مخالف طبع ہارون کے ظاہر ہوئیں جن کی وجہ سے اُس کا مزاج آپ کی طرف سے برگشتہ ہوگیا۔ اور تعظیم وتکریم کے عوض آپ کی تکلیف دہی اور ایذارسانی کے درپے ہوا۔ اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کسی وقت ایسے امور سرزد ہوئے یا نہیں۔ اور آپ کی حیات میں کسی واقعہ سے۔ آپ کے ایسے ارادوں کا پتہ ملتا ہے یا نہیں۔ پھر دیکھ

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو امارت کی خواہش تھی یا نہیں؟

ہم نے جہاں تک اِس امر کی تحقیق کی ہے۔ ہم کو تاریخ وسیر کی کسی کتاب میں آپ کے اِن ارادوں کا پتہ نہیں ملا ہے۔ اِس لئے جیسا کہ ہم اوپر چند مقامات پر لکھ آئے ہیں۔ ویسے ہی اس مقام پر بھی لکھے دیتے ہیں کہ ہارون کے یہ اقوال صرف اُس کے شبہ اور شک پر مبنی ہیں۔ جو حقیقت میں اپنے مظالم چھپانے اور دنیا کو دام فریب میں لانے کی غرض سے تمام عالم میں مشتہر اور منتشر کئے گئے تھے ان حضرات کی طرف اُس کا یا اُس سے پہلے اُس کے اسلاف کا۔ ایسا شبہ اور ایسا گمان اُن کی نفسانیت۔ حسد اور مخالفت کے باعث سے تھا اور کچھ بھی نہیں۔ ورنہ کسی تاریخ سے کہیں نہیں ثابت ہوتا ہے کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے کسی وقت یا کسی موقع پر۔ ہارون سے ملکی معاملات میں کسی مداخلت یا مخالفت کا قصد فرمایا۔ اور نہ کسی سیر و حدیث کے مضامین سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے کسی قوم یا قبیلے سے اس لیے خاصکر سازش کی ہو کہ اُن کو اپنا مطیع و منقاد بنا کر اُن کی موجودہ جماعت اور مجموعہ قوت سے ہارون پر یا ہارون کے کسی مقرر کردہ عامل اور والی ملک پر اُس کے زیر اثر ممالک کے کسی حصہ یا کسی گوشہ میں۔ فوج کشی کی جاوے اور اُس کی حکومت اُٹھا کر اپنی حکمرانی اور امارت کا رنگ جمایا جاوے۔

زمانہ موجود میں۔ کثرت سے تاریخ وسیر کی کتابیں۔ اطراف عالم میں چاروں طرف ذائع و شائع ہیں۔ ہم کیا ہر شخص بذات خاص۔ ان امور کی خود تلاش کر سکتا ہے اور میرے دعوے کی بھی تصدیق کر لے سکتا ہے۔ اِس لئے ہمیں اس بحث میں اس سے زیادہ لکھنے کی کوئی ضرورت اور محتاجی نہیں ہے۔ اب رہی یہ بات کہ سادات کرام کے مقدس سلسلہ میں اکثر حضرات نے اکثر سلطنت سے مقابلہ کیا اور اِس وجہ سے فرمانروایان ملکی کو ان ذوات مقدسہ کی شرکت کا ضرور خیال ہوا۔ ہم اِس شبہ کو بھی قوی دلیلوں اور مستحکم ثبوتوں کے ساتھ مفصل اور مشرح طور پر۔ اپنی کتاب آثار جعفریہ میں لکھ آچکے ہیں۔ اور تاریخ و سیر کے مستند اور معتبر اسناد سے۔ سادات بنی حسنؑ کے معاملات میں۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کی قطعی بے سروکاری اور علیحدگی ثابت کر آئے ہیں۔ بلکہ ان امور کے خلاف ایک موقع پر نہیں۔ کئی موقعے پر۔ سادات بنی حسن کو ان امور خلاف سلطنت اختیار کرنے

کے لیے سمجھانا اور ہدایت فرمانا۔ دکھلا آئے ہیں۔ اور کامل طور سے بتلا آئے ہیں۔ کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کو ان امور سے کوئی واسطہ اور سروکار نہیں تھا۔ بلکہ آپ کی یہ ہدایت۔ یہ مآل اندیشی۔ بزرگان سادات کے خلاف مزاج اور ناگوار بھی گزری۔ اور اُن لوگوں نے اپنی بشریت کے تقاضہ سے آپ کے ان ارشادات و ہدایات کو معاذ اللہ۔ حسد و نفسانیت پر محمول کیا۔ جیسا کہ عبداللہ محض کے اکثر اقوال سے اُس کتاب میں اپنے خاص مقام پر لکھا جاچکا ہے۔

ان امور میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بھی وہی روش پائی جاتی ہے۔ جن لوگوں کو تاریخی واقعات کے دیکھنے اور یاد رکھنے کی پوری مہارت حاصل ہے وہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مساوی طرز عمل کا بہت اچھی طرح سے موازنہ اور مقابلہ کر سکتے ہیں۔

اب ہم کو یہ دکھلانا ہے کہ ہارون کے ایام حکومت میں۔ سادات کرام کے مبارک سلسلہ میں کن کن حضرات نے سلطنت کے خلاف کوششیں کیں۔ اور اپنی مخالفت کے علم بلند کیے۔ اس امر کے سراغ لگانے میں۔ ہمکو سوائے۔ یحییٰ ابن عبداللہ کے اور کسی دوسرے سید کا نام خصوصیت کے ساتھ نہیں پایا جاتا ہے۔ ہارون کے تمام ایام حکومت میں ایک انھی کی مخالفت کی شکایت علاقہ دیلم سے آئی تھی۔ جس کی مفصل کیفیت ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ مگر جہاں تک ہم نے یحییٰ کے حالات کی تحقیق کی ہے تاریخی مشاہدے سے ثابت ہوا ہے کہ یحییٰ کے تمام امور فضل برمکی کے ذریعہ سے بمصالحت انجام پاگئے تھے اور جانبین سے مقابلہ اور مقاتلہ کی نوبت بھی نہیں آئی تھی۔ یحییٰ مصالحت کے بعد بغداد میں بلائے گئے۔ اور اپنے معاہد پر قایم رہے۔ مگر ہارون الرشید البتہ۔ نہ اپنے شرائط صلح پر قایم رہا اور نہ ان کی تکلیف دہی اور ایذا رسانی کی ترکیبوں سے چوکا۔ ان کو تو۔ آگے چلکر قید کیا۔ اور قید ہی میں مار ڈالا۔ باقی رہے فضل۔ اُس کے ایسے جلیل القدر رکن السلطنت اور خیر خواہ دولت کو بھی صرف ان کی رعایت کے جرم میں اپنی سیاست سلطانی کی ایسی سخت حد و د تک پہنچایا۔ جو کبھی کسی کے خیال میں بھی نہ آئی ہوگی۔

بہرحال۔ اگر یحییٰ کی مخالفت کے معاملات پر غور کیا جاوے تو وہ سلطنت کے لیے کچھ ایسی تکلیف دہ۔ فتنہ و فساد اور عام خونریزی کے باعث بھی نہیں ہوئے۔ نہ ان سے سلطنت کے کاروبار میں کوئی بدامنی پھیلی۔ اور نہ بادشاہ کو کوئی ایسا نقصان یا تاوان اُٹھانا ہوا۔ پھر یحییٰ کی ہم کون ایسی سخت اور اہم مہم تھی۔ جس میں شریک ہونے یا سازش رکھنے کے صرف قیاسی

اور وہی اسباب کو مدنظر رکھکر ہارون الرشید نے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اتنی تکلیف پہنچائی کہ آخر کار مار ہی ڈالا۔

تھوڑی دیر کے لیے ہم ہارون کے ان قیاسی اور وہمی اسباب اور اُن کی ضرورتوں کو تسلیم بھی کئے لیتے ہیں تو اب ہم کو یہ دکھلانا چاہئے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خیالات یحییٰ کی طرف یا ان کے موجودہ معاملات کے متعلق کیسے تھے۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم معتبر اسانید سے اس کا پورا پتہ لگائیں اور ان کی اصلیت اور کیفیت پوری تفصیل کے ساتھ لکھیں۔

بہرحال۔ ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بھی ان معاملات میں اپنے پدر بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرح بالکل علیحدہ تھے۔ اور ان حضرات سے یا ان کے امور سے کوئی اندرونی یا بیرونی واسطہ نہیں رکھتے تھے۔

ہم اسی کتاب میں ابھی ابھی۔ بذیل تذکرہ سلطنت مہدی ابن منصور حسین ابن علی کے خروج کی کیفیت لکھ چکے ہیں۔ اور ان کے معاملات میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بے سروکاری اور دست برداری پورے طور سے ثابت کر آئے ہیں۔ بلکہ اس علیحدگی کے علاوہ۔ اُن کو آپ کا ہدایت فرمانا۔ سمجھانا۔ اور وعظ و پند کرنا۔ بھی کامل تفصیل کے ساتھ مندرج کر دیا ہے۔ مگر چونکہ وہ مہدی کے ایام سلطنت کا واقعہ ہے۔ اس لیے ہم اُسکو ہارون کے ایام حکومت کے واقعات کے مقابلہ میں اپنی دلیل کے اثبات کے لئے پیش نہیں کر سکتے۔ اس وجہ سے اب ہم حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وہ گفتگو ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔ جو سلطنت کی خلاف ورزی کے معاملہ میں خاص طور پر۔ آپ کے اور یحییٰ کے درمیان واقع ہوئی۔ اس واقعہ کو پڑھکر ہر شخص کو بآسانی۔ جانبین کے خیالات کا کافی طور پر اندازہ ہو جائیگا۔ اور ہر شخص بسہولیت تمام سمجھ جائیگا کہ ان امور میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کیسے بے لوث۔ بے غرض اور پاک وصاف ثابت ہوتے ہیں۔ بلکہ سادات کے موافق۔ معین اور شریک ہونے کے خلاف ہارون الرشید کے مؤید اور ہمدرد پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے خاص ارشاد ہدایت بنیاد سے مترشح ہوتا ہے۔ صافی شرح کافی میں مرقوم ہے۔

کتب یحییٰ ابن عبداللہ ابن حسن الی موسیٰ جعفر علیہ السلام اما بعد فانی اوصی بتقوی اللہ وبہا اوصیت فانہا وصیۃ اللہ فی الاولین ووصیۃ فی الآخرین خبرنی من ورد علی من اعوان اللہ علی دینہ ونشر طاعۃ اللہ بما کان من تحننک

وخذ لا تلت وقد شاورت فی الدعوة الرضاء من آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد احتجبها ابوك من قبلك وقد بما ادعو عيتم ما ليس لكم وبسطتم امالكم مالم يعطكم الله واستهوتهم واضللتم وانا يحذرك ما حذرك الله من نفسه۔ "الصافی شرح الکافی"

ترجمہ۔ یحییٰ ابن عبداللہ ابن حسن نے جناب موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام کی خدمت میں لکھا کہ میں تمہیں خدا سے ڈرنے کے لیے وصیت کرتا ہوں۔ اور یہ ایسی تاکیدی وصیت ہے جو تم سے پہلے تمام امم سابقہ کے اولین اور آخرین کو ہمیشہ پہنچائی گئی ہے۔ اب وہ وصیت تمہیں اس غرض سے پہنچائی جاتی ہے کہ تم اپنی امارت وامامت پر از حد مشتاق اور حریص ہو۔ حالانکہ خداے سبحانہ تعالےٰ نے اس امر خاص میں تمہاری ذرہ بھی رعایت نہیں فرمائی اور تم کو اس کے حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ عنایت نہ فرمایا۔ نہ تمہارے پاس کوئی اثاثہ ہے اور نہ لشکر۔ مگر تم نے رضائے آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہانہ سے ہمارے آدمیوں کو اپنا معتقد بنا لیا۔ اور بہت بڑا فساد برپا کیا۔ اور تم سے پہلے بھی اسی طرح تمہارے بدرعالیمقدار نے پوشیدہ طور پر ایسا ہی کیا تھا۔ اور تم لوگ تو مدت سے دعوئے امامت کرتے چلے آئے ہو۔ حالانکہ تمہیں اس کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ اور تم لوگ ایک عرصہ سے اپنی اُمیدوں کے دامن کو حصول امارت کی تمناؤں میں پھیلائے ہوئے بیٹھے ہو۔ حالانکہ وہ تمہارے لیے بالکل انہونی بات ہے۔ تم نے آدمیوں کی عقل وفہم کو چُرا لیا ہے۔ اور میں تم کو تمہارے نفس کی طرف سے اُسی طرح ڈرانے والا ہوں جس طرح خداوند عالم نے اپنے تمام بندوں کو ڈرایا ہے۔

بہر حال۔ اس خط کے مضمون سے صاف صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ یحییٰ سے ان معاملات میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سخت مخالفت رکھتے تھے۔ اور اسی کے ساتھ اس امر کا بھی اچھی طرح پتہ لگ گیا کہ یحییٰ کو آپ سے اسقدر کبیدہ اور کشیدہ خاطر ہونے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بہت سے اہل اسلام کو جو یحییٰ کی استمداد و اعانت پر آمادہ تھے۔ اپنے ارشاد وہدایت سے اُن کو باز رکھا۔ اور منع فرمایا۔ جیسا کہ خود یحییٰ کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے۔

اور پھر یہ بھی اُنہی کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس سے پہلے۔ آپ کے پدر عالیمقدار جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی ایسے ہی موقعوں پر۔ اہل اسلام کی ہدایت عام کے لیے یہی طریقہ اختیار فرمایا تھا۔ تو اب اُنہیں کی تحریر سے۔ اُن کے معاملات میں

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بہت سے اہل اسلام کو جو یحییٰ کی استمداد و اعانت
پر آمادہ کر چکے تھے۔ اپنے ارشاد و ہدایت سے اُن کو باز رکھا۔ اور منع فرمایا جیسا کہ خود یحییٰ
کی تحریر سے اُن کے معاملات میں جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی سازش اور شرکت
کی جگہ پوری مخالفت بھی ثابت ہو گئی اور قطعی بے سروکاری اور دست برداری بھی انہی
امور کے سلسلہ میں آپ کی روش اور آپ کا طریقہ۔ ان معاملات میں بالکل آپ کے
پدر بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے طریقہ سے مساوی اور مماثل ثابت
ہو گیا۔ جیسا کہ ابھی ابھی اوپر بیان کیا گیا ہے۔

بہر حال۔ اس خط کے جواب میں۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے جو عبارت
تحریر فرمائی۔ وہ یہ ہے جس سے اِس مسئلہ کے تمام شبہات پورے طور سے
صاف ہو جاتے ہیں۔

فکتب الیہ ابو الحسن موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام من موسیٰ ابن ابی
عبد اللہ جعفر و علی ابن موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام مشترکین فی التذلل
للہ وطاعتہ الی یحییٰ ابن عبد اللہ ابن الحسن اما بعد فانی احذرک اللہ ونفسی
واعلمک الیم عذابہ وشدید عقابہ وتکامل نقماتہ واوصیک ونفسی و
بتقوی اللہ فانہا زین الکلام وتثبیت النعم اتانی کتابک تذکر فیہ انی
مدع وابی من قبل وما سمعت ذلک منی وستکتب شہادتہم ویسئلون
ولم یدع حرص الدنیا ومطالبہا لاہلہا مطلبا لآخرتہم حتی یفسد علیہم
مطلب آخرتہم فی دنیاہم وذکرت انی ثبطت الناس عنک لرغبتی فیما
فی یدیک وما منعنی من مدخلک الذی انت فیہ لو کنت راغبا ضعف
عن سنۃ ولا قلۃ بصیرۃ بحجۃ ولکن اللہ تبارک وتعالیٰ خلق الناس امشاجا
وغرائب وغرائز واخبرنی عن حرفین اسئلک عنہما ما العترف فی ذلک وما
الصہلج فی الانسان ثم کتب الی بخبر ذلک وانا متقدم الیک واحذرک
معصیۃ الخلیفۃ واحثک علی برہ وطاعتہ وان تطلب لنفسک امانا قبل ان
تاخذک الاظفار ویلزمک الخناق من کل مکان فتروح الی النفس من
کل مکان ولا تجدہ حتی یمن اللہ علیک بمنہ وفضلہ ورقۃ الخلیفۃ
ابقاہ اللہ فیؤمنک ویرحمک ویحفظ فیک ارحام رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم والسلام علی من اتبع الہدیٰ انا قد اوحی الینا ان العذاب

علے من کذب وتوی لی قال الجعفری فبلغنی ان کتاب موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام وقع فی ایدی ہارون فلما قراءہ قال الناس یحملونی علی موسیٰ ابن جعفر علیہما السلام وھو بری مما یرمی بہ

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنی طرف سے اور اپنے صاحبزادے حضرت امام موسیٰ رضا علیہ السلام کی جانب سے یحییٰ ابن عبداللہ کو خط کے جواب میں خدائے سبحانہ تعالےٰ کا خوف اور عجز وانکسار حاصل کرنے کی موعظت میں تحریر فرمایا کہ حمد الٰہی ونعت حضرت رسالت پناہی کے ادا کرنے کے بعد یحییٰ ابن عبداللہ کو معلوم ہو کہ میں تم کو بھی اور اپنے نفس کو بھی خوف الٰہی کی طرف سے ڈراتا ہوں اور اُسکی عقوبت کے برے نتیجوں سے متنبہ کرتا ہوں کیونکہ ان اُمور کی ہدایت انسان کے کلام کی زینت ہے۔ اور یہ سفارش نطق بشری کی خاص آرائش ہے اور اس کی وجہ سے نزول نعمات الٰہیہ کے ذریعے قایم ہوتے ہیں۔ تمہارا خط آیا جس میں تم نے لکھا ہے کہ میں امر امامت کا دعویدار ہوں اور مجھسے پہلے میرے پدر بزرگوار بھی امامت کا دعوےٰ رکھتے تھے۔ مگر چونکہ تم میرے مدعی امامت ہونے کے وقت حاضر نہیں تھے اس لیے تم نے اُن گواہوں کی شہادت کو نہیں سنا ہوگا۔ جنہوں نے میری امامت کی شہادت دیکر اس کی پوری تصدیق فرمائی ہے۔ اس لیے میں اُن لوگوں کی تحریری شہادتیں تمہارے ڈرانے کے لیے تمہارے پاس بھیجے دیتا ہوں جنہیں دیکھکر تم خود اس امر کا تصفیہ کر سکتے ہو کہ آیا ان کی گواہی جھوٹی ہے یا سچی۔ کیونکہ اہل دنیا حصول دنیا کی فکروں کے باعث اپنی آخرت اور عاقبت کے تمام وکمال مقاصد بھی ہر طرح کے نقصانات اور مفاسد سے مملو کر دیتے ہیں۔ تم نے اپنے خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے عموماً لوگوں کو تمہاری بیعت اختیار کرنے سے اس لیے منع کر دیا ہے کہ وہ بیعت میں خود اپنے لیے چاہتا ہوں۔ یہ امر تو میں اُسوقت کرتا اور یہ طریقہ میں البتہ اُس وقت اختیار کرتا جب میں علم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح احکام الٰہی کے تمام محکمات۔ متشابہات اور منسوخات کی حقیقت پر پوری بصیرت نہ رکھے ہوتا اور اُن کو نہ سمجھے ہوتا۔ تو البتہ میری خواہشیں یہ ہوتیں کہ جو شئے تمہارے دونوں ہاتھوں میں ہے وہ میرے ہاتھوں میں آجاتیں یا میں اُسے لے لیتا یا میں اُسے حاصل کر لیتا جو تمہیں حاصل ہو چکا ہے۔ مگر خدائے تبارک وتعالےٰ نے انسان کو انواع واقسام کے عجائب وغرائب کے ساتھ خلق فرمایا ہے

اب میں اُنہیں اسرار میں سے جو مجھے جناب باری تعالےٰ عزاسمہ کی طرف سے تفویض فرمائے گئے ہیں۔ صرف دو باتیں تم سے پوچھتا ہوں وہ یہ کہ عترف جو تمہارے بدن میں موجود ہے۔ وہ نشان کیا چیز ہے اور بسلیج جو میرے بدن میں ہے۔ وہ کونسی علامت ہے۔ اب اگر دونوں نشان کے متعلق تمہیں کوئی حدیث جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہنچی ہو۔ انہیں لکھ بھیجو۔ اب میں تمہیں خلیفہ عصر کی نسبت سفارش کرتا ہوں اور تمہیں موجودہ امیر کی مخالفت سے ڈراتا ہوں اور میں تمہیں اُس کی فرمانبرداری اور اطاعت کی عام طور پر ہدایت کرتا ہوں اور تمہیں دنیا و آخرت کے تمام عذابوں کی نجات کی فکر اس وقت سے پہلے کرنا چاہتا ہے۔ جبکہ تمکو شیر (موت) اپنے پنجہ میں گرفتار کر لے۔ اور ہر طرف سے رسّوں کے پھندے تمہاری گردن میں پڑ جائیں۔ پس نہایت افسوس کا وہ وقت ہوگا کہ جسوقت تم طلب امان اپنے لیے چاہو اور تمہیں نہ ملے۔ وہ طلب امان یہی ہے کہ خدائے سبحانہ تعالےٰ و تقدس اپنے فضل و کرم سے خلیفۂ عصر کے دل میں تمہاری طرف سے نرمی پیدا کر دے جس کی وجہ سے وہ تمہیں امان دے۔ اور تمہارے حقوق اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق قرابت کی رعایت ملحوظ رکھتے۔ اور خاطر خواہ عافیت اور دلخواہ اطمینان اُسی کے لیے ہے۔ جو راہِ راست پر قایم رہے۔ کیونکہ اس میں جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے وحی الٰہی کے یہ مضمون دستیاب ہوئے ہیں کہ خدا کے تمام عذاب کا مستحق وہی ہے کہ جو خدا اور رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھوٹا سمجھے اور اوامر و نواہی کے محکمات سے اختلاف کر کے اپنے قیاس و ظن کے مطابق کام کرے۔ اور راہ راست سے روگردانی کرے۔ عبداللہ جعفر راوی حدیث کا بیان ہے کہ جب ہارون الرشید کے ہاتھ میں آپ کی یہ تحریر پہنچی تو وہ کہنے لگا کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پر لوگ ہم سے برابر حملہ کراتے تھے۔ اور حالانکہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ان تمام الزامات اور شبہات سے مبرّا اور منزہ تھے۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی یہ پرتاثیر تحریر جو ہم نے ہارون الرشید کے اُن تمام الزامات کی تردید اور اُس کے سارے شبہات کی قطع و برید میں لکھی ہے جو اُسے عام فریب دہی کے تنہا باعث سے آپ کی ذات پر لگائے گئے۔ ایسی جامع۔ مانع اور کامل ہے۔ جس سے ہارون کیا تمام دنیا کی تشفی اور تسلی ہو جائیگی اور وہ شبہے اور مغالطے جو امام علیہ السلام کی نسبت تمام دنیا میں مشہور کئے گئے تھے۔ بکلّم زائل اور مسترد ہو جائیں گے۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اس تحریر پر اگر کامل غور کیا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنی اسی ایک تحریر میں یحییٰ ابن عبداللہ کو اُنکے

تمام دینی اور دنیوی مصالح اکیبارگی بتلادئے تھے۔ اور وہ تمام دینی اور دنیاوی منافع
اور فوائد۔ جو اِس طریقہ سے حاصل ہونے والے تھے۔ دکھلادئے اور بتلادیئے۔ ہارون تو
خیر ابھی اپنی جگہ ہی پر تھا۔ پہلے تو یحییٰ ابن عبداللہ ہی نے آپ کی امامت میں شک کیا
تھا اور ہارون کی امارت کو چھوڑ کر سب سے پہلے جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام کے امر
امارت پر دعوےٰ کیا تھا۔ مگر آپ نے جس سنجیدگی اور خوبی سے اِس مسئلہ میں اُن کا
اطمینان کردیا اور اُن کو سمجھادیا۔ اور آخر میں امر امامت کے اُن اسرار مخصوصہ سے مطلع
کیا۔ جن کی خبر دنیا میں سوائے معصوم یا امام منصوب من اللہ کے۔ اور کسی کو نہیں ہوسکتی
وہ اپنی آپ مثال اور اپنی آپ نظیر ثابت ہوتی ہے۔ وہذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

اب ہارون کے خاص معاملات میں۔ جیسے تاکیدی الفاظ میں سلطنت کی ترک
مخالفت اور موجودہ متابعت کے لیے لکھا گیا ہے۔ وہ ایسا ہی ہے کہ ہارون بھی یحییٰ
کو اگر اِس امر میں خصوصیت کے ساتھ لکھتا۔ تو بس اتنا ہی۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
کی کریم النفسی۔ عالیظرفی اور سلامت روی کے ثبوت میں یہ تحریر پورے طور سے
کافی ہے۔ کچھ انہی الفاظ ترک مخالفت پر اکتفا نہیں فرمائی گئی۔ بلکہ مصلحت زمانہ اور
صلاح وقت کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھکر خلیفۂ زمانہ اور سلطان عصر سے۔ امان طلبی
کو دینی اور دنیوی نعمات کے حصول کا پورا ذریعہ بتلایا گیا۔ جیسا کہ آپ کی تحریر ہدایت
و شہادت تاثیر سے پورے طور پر معلوم ہوتا ہے۔

ان تمام احوال و قرائن کو پڑھکر اور معلوم کرکے وہ کونسا ایسا آنکھوں کا اندھا اور عقل سے
بے بہرہ ہوگا۔ جو ایسی بہی خواہانہ اور ہمدردانہ تحریر لکھنے والے کو۔ اور اُس کے ایسے سچے
خلوص اور ہمدردی کے مضامین کو سلطنت کے مخالف اور فرمانروا کے اختلاف و انحراف
سے تعبیر کرے گا۔ اور اُس پر کسی دوسرے مخالف سلطنت کی سازش میں شریک اور
موافق ہونے کے الزام لگائے گا۔ اگر یحییٰ کے معاملات میں جناب امام موسیٰ کاظم
علیہ السلام کی خاص ذات بابرکات کی طرف سے کوئی سازش ہوتی تو آپ کبھی اُن کو
ہارون کے متعلق ایسی صاف اور واضح تحریر نہ لکھتے۔

ہارون کے اختلاف سلطنت کے علاوہ یحییٰ کو جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ
بھی تو اختلاف تھا۔ کیونکہ یحییٰ۔ امامت اور امارت دونوں امور کے بیکوقت دعویدار
تھے تو اگر بخیال قرابت اور یکجہتی جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام یحییٰ کے شریک سمجھے
جاتے ہیں تو یہ شرکت ناممکن الوقوع ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں تو بالذات اختلاف تھا اور

یگانگی کی پوری پوری دوری اور بیگانگی ظاہر ہے۔ پھر ایسے مخالف شخص سے جو خود اپنا مخالف ثابت ہو رہا ہو۔ اُس کی شرکت یا رفاقت کا الزام کسی عقل والے کا کام نہیں ہو سکتا۔ جناب امام موسی کاظم علیہ السلام نے اپنی اس تحریر ہدایت تاثیر میں اپنی برائت اور صفائی کے علاوہ ہارون رشید کے ساتھ۔ اپنے محاسن اخلاق اور محامد اشفاق۔ کے اظہار میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا اور یہ آپ کے حسن تدبیر۔ سلامت روی اور نیک نفسی کی ایسی یکتا مثال ہے کہ مشکل سے دنیا کے کارناموں میں پائی جائے گی۔

یحیٰے ابن عبد اللہ پر آپ کی اس معجز نما تحریر نے کیا اثر پیدا کیا۔ وہ ظاہر ہے کہ آپ ہی کے ارشاد و ہدایت کی قدرتی تاثیریں تھیں۔ جس نے یحیٰے کے خیالات میں ایکبارگی کچھ ایسی قیامت کا تغیر پیدا کر دیا کہ کہاں تو وہ سلطنت کے خلاف۔ مقابلہ مقاتلہ۔ غرض سب کچھ کرنے کو موجود تھا۔ اب کہاں۔ فضل ابن یحیٰے کی ذراسی تحریک پر۔ فوراً بے لڑے بھڑے اپنے تمام اسباب و سامان سے دست بردار ہو کر۔ جسے اُس نے مدتوں میں جمع کیا تھا اور اپنے تمام اعوان و انصار کو چھوڑ چھاڑ کر۔ جنہیں اُس نے مدتوں میں فراہم کیا تھا۔ مصالحت کے شرائط پر اتنا جلد راضی ہو گیا۔ اور بیک بینی و دو گوش۔ مہر بلب اور خاموش ہو کر ہارون رشید کے دربار میں از خود حاضر ہو گیا۔

جب امام موسی کاظم علیہ السلام کی شرکت صحیح تھی اور یحیٰے کے ساتھ اُن کی اعانت در حمایت کا خیال قرابت کے اعتبار سے درست تھا۔ تو کبھی تو ایک شریک اپنے دوسرے شریک کی مشارکت اور اعانت کا ذکر کرتا۔ حالانکہ یحیٰے اور جناب امام موسی کاظم علیہ السلام دونوں شاہی اسیروں میں تھے۔ اور اسی حیثیت میں یہ دونوں حضرات زیر حراست رکھے گئے۔ مگر نہ یحیٰے نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کا نام لیا اور نہ کبھی جناب امام موسی کاظم علیہ السلام نے یحیٰے کا۔

اگر اس معاملہ کے ایک دوسرے پہلو پر غور کیا جاوے تو معلوم ہو جائے گا کہ ہارون الرشید کو آپ کی اس تحریر کے لیے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے اخلاق و اخلاص کا بورا منت گزار ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ آپ ہی کی تحریر کی تاثیر نے یحیٰے کی تمام مخالفتوں کو مصالحت سے بدل دیا۔ اور ہارون کو مقابلہ و مقاتلہ سے چھڑا دیا مگر ہم کو ہارون کے ایسے حاسد اور فاسد طبیعت سے کب ایسی امید ہونی چاہیے۔ کہ وہ ہماری خیر خواہی کو بد خواہی اور ہماری موافقت کو بھی صریح مخالفت سمجھے گا۔ جیسا کہ اسی کے مظالم سے ثابت ہے۔ مگر اہل بصیرت پر روشن ہے اور اہل حقیقت جانتے ہیں کہ جناب موسی کاظم

علیہ السلام امام تھے اور ہارون الرشید۔ ایک معمولی بادشاہ۔ اس وجہ سے جو امام کی شان تھی یا امامت کے شایاں تھا وہ آپ کی طرف سے ظاہر ہوا۔ اور جو مقدار اور رفتار ہارون کی معمولی فطرت کی تھی۔ اُس کے مطابق اُس نے کام کیا۔

جن انفاس قدسیہ کو اعلےٰ مراتب عطا کئے گئے ہیں اُن کو تمام اوصاف سے پہلے اعلا اخلاق اور تہذیب عنایت فرمائی گئی ہے اور اُن تک دنیا کی معمولی فطرت والے نہیں پہنچ سکتے اور اُن کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ اسی لئے ہارون الرشید کے ایسا معمولی فطرت والا آدمی جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ان محاسن اخلاق اور مکارم اشفاق کے اصل مدعا تک نہ پہنچ سکا۔ اور اپنے مخالفانہ اصول کے مقابلہ میں آپ کے ان محاسن اخلاق کی کوئی قدر نہ کر سکا۔ اُس کی شریر اور مفسد فطرت نے جو جو تبلایا۔ وہ اُس نے جناب امام موسیٰ کاظمؑ علیہ السلام کے ساتھ کیا۔ یہاں تک کہ جو اُس کے ظالم ارادوں میں آیا تھا وہ آخر کر گزرا۔ اور آپ کی مقدس جان کو ہزاروں حیلوں اور لاکھوں تدبیروں کے ساتھ لے چھوڑا۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ امام کی ہدایات اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتیں چنانچہ مامون اور اپنی دیگر اولاد کے مقابلہ میں۔ ہارون الرشید نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فضائل و مناقب کا جیسا کچھ اظہار اور اقرار کیا ہے۔ وہ پوری تفصیل کے ساتھ اوپر لکھا گیا ہے اسی طرح اس تحریر کے دیکھنے کے بعد۔ قول امام علیہ السلام کی روحانی تاثیروں سے موثر ہو کر۔ ہارون نے پھر اپنی خطا کا اقرار اور آپ کی برائت کا اظہار کیا۔ جیسا کہ عبداللہ جعفری کی اسناد سے اوپر تحریر ہوا۔ مگر افسوس۔ ہارون رشید کی طرف سے یہ آخری اعتراف اور انصاف اُس وقت کیا گیا جب وہ اپنی دلی خواہشوں کو پورا کر چکا تھا۔ اور جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اُس کے زہر دغا سے شہید ہو چکے تھے۔

ہم کو یقین ہے کہ ہماری اس طول طویل اور پر تفصیل تحریر کو پڑھکر اب کوئی شخص ہارون کے اُن الزامات اور شبہات کو صحیح نہیں مان سکتا اور نہ اُن کی طرف کوئی توجہ کر سکتا ہے یہ تمام باتیں بنی خواہان بنی عباسیہ نے اپنے فرمانروایان ملکی کو۔ ان حضرات کے خون ناحق کے الزام اور اُن نفوس قدسیہ کی تکلیف دہی کے مطاعن کے مٹانے۔ چھپانے اور دنیا کو دام فریب میں لانے کی غرض سے پیدا کی تھیں۔ اور ان جھوٹی اور مصنوعی ملکی ضرورتوں کو دکھلا کر۔ ان حضرات کی سیاسی معاملات میں سلاطین عصر کو مجبور ثابت کرنا چاہا تھا۔ چنانچہ شمس العلما مولوی شبلی صاحب کے ایسا لائق بزرگ بھی اسی غلط فہمی میں گرفتار نظر آتا ہے۔ جیسا کہ رسالہ المامون کی تالیف تک اُن کے خیالات ایسے ہی پائے جاتے ہیں۔ مگر

خیریت ہوئی کہ سیرۃ النعمان کے زمانہ تالیف میں ہمارے قابل اور فاضل ہمعصر نے اپنے خیالات کی بہت جلد اصلاح فرماکر۔ سادات کرام کے تمام جوش وخروش کا باعث منصور اور اُس کے اعقاب کے مظالم کو قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ہم اپنی کتاب آثار جعفریہ میں اُن کی تحریر سے نقل کر آئے ہیں۔

اتنا لکھکر زمانۂ موجودہ کے اعلیٰ مدبرین کے آگے۔ ہم جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے حسن تدبیر کی اعلا مثال انھی واقعات میں پیش کرتے ہیں اور اُن کو دکھلاتے ہیں کہ خاصان الٰہی کچھ اپنے فرائض منصبی کے تعلیمی امور ہی میں کامل دستگاہ نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ اُن کو تمام دینی اور دنیاوی امور میں بھی ویسا ہی کمال اور عبور حاصل تھا۔ ہارون اور اُس کے بہی خواہوں نے آپ کے ملزم بنانے اور مجرم ثابت کرنے میں اپنی کوششوں کا کوئی ذریعہ اُٹھا نہیں رکھا انواع واقسام کی تدبیروں کے ساتھ قید کیا۔ مختلف اور متفرق لوگوں کی حراست میں رکھا غرضکہ ہر طرح سے دنیا کے سامنے۔ آپ کی کم وقعتی۔ کمزوری۔ ذلت اور حقارت دکھلاکر۔ آخرکار آپ کا خاتمہ کردیا۔ مگر تاہم جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اُن کے ان تمام مظالم۔ مصائب اور شدائد کی غیر متحمل اور دشوار گزار تکلیفوں کے مقابلہ میں۔ اپنی خموشی۔ سکوت اور صبر ورضا کے تنہا طریقوں سے ایسا کام لیا اور اپنی سلامت روی اور نیک نفسی کی وہ شان دکھلائی کہ آپ کے ملزم بنانے کی تمام کوششیں۔ آپ کے مجرم ٹھہرانے کی تمام تدبیریں کالعدم ہوگئیں اور ان کے خلاف آپکے ایک اس حسن تدبیر نے تمام دنیا میں ایسی قوی اور وسیع تاثیر دکھلائی کہ آپ کے معاملات میں۔ اُس وقت سے لیکر اِس وقت تک۔ اسلام کے مختلف فرقوں کے علاوہ۔ تاریخی واقعات سے دلچسپی لینے والی تمام قومیں اور مذاہب ہارون رشید ہی کی گردن پر حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خون ناحق کا بار کرتے ہیں۔ اور اُسی کو ان تمام امور میں از اولہا تا آخرہا۔ ملزم۔ مجرم۔ اور قصور وار بتلاتے ہیں ع جہاں کہہ رہا ہے کہ قاتل یہی ہے۔ جب صورت معاملہ ایسی صاف اور روشن ہو۔ تو کوئی شخص کبھی آپ کی طرف ان معاملات کے متعلق اعتراض یا الزام کیسا۔ گلہ اور شکایت کرنے کے لیے بھی جرأت نہیں کرسکتا۔ ایسی حالت میں ہمارے موجودہ زمانہ کے نامبردہ اور سربرآوردہ مدبران زمانہ۔ اِس سے بڑھکر کسی اور کے حسن تدبیر کی دوسری مثال مشکل سے پیش کرسکتے ہیں۔ ہمارے زمانہ کی نئی اور خام تعلیم کے زیر اثر آئے ہوئے حضرات۔ جو بے محابا اپنی دینی جماعت کے بزرگواروں کو حسن تدبیر سے بالکل خالی بتلاتے ہیں وہ ہماری اس بحث سے عبرت کا سبق حاصل کریں اور یقین کرلیں کہ آج بھی وہ مقدس جماعت جو اُن بزرگواروں کی

نیابت میں کام کر رہی ہے اور جن کو تم عابد مرتاض۔ زاہد خشک وغیرہ وغیرہ تعریفی الفاظ سے خطاب کر رہے ہو۔ اِن امور میں پوری مہارت اور کامل دستگاہ رکھتی ہے۔ مگر یہ تمہاری ہی آنکھیں ہیں جو بینا نہیں ہیں۔ اور یہ تمہارے ہی کان ہیں جو شنوا نہیں ہیں حقیقت میں تصور وار تم ہو۔ وہ نہیں۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اخیر تحریر

بہر حال۔ ہم اپنی موجودہ بحث کو۔ جس میں ضرورت سے زائد طوالت ضرور ہوگئی ہے تمام کرکے ایک اور امر اپنے ناظرین کو دکھلانا چاہتے ہیں۔ جس کو ہم نے اِس وقت تک بیان نہیں کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ کی قید و شدید اور اسیری کے تمام افسوسناک واقعات پوری تفصیل کے ساتھ درج کر چکے ہیں۔ مگر با ایں ہمہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے فرائض کی انجام دہی سے۔ ایسی نازک اور مجبورانہ حالتوں میں بھی غافل نہیں رہے۔ اور جس صورت۔ جس تدبیر اور جس شکل سے بن پڑا۔ اپنے فرائض من اللہ کی ضرورتیں انجام دیتے رہے۔ اسی سے آپ کی امامت حقہ کے پورے ثبوت ملتے ہیں۔ اگرچہ آپ سے ارشاد و ہدایات کا اثر زیادہ تر باطنی طریقوں سے پایا جاتا ہے تو اس سے عموماً یہ شبہہ دل میں ہو سکتا ہے کہ اپنے قید کے زمانہ میں آپ نے کوئی ہدایت کسی کو ظاہری طور پر نہیں پہنچائی۔ اور اس سے قطعی طور پر مجبور رہے۔

مگر ہم نے جہاں تک اِس امر کے متعلق غور کیا ہے۔ یہ معلوم ہوا ہے کہ نہیں۔ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنی ایسی ضیق النفسی اور تنگی کے خاص زمانہ میں بھی۔ ارشاد و ہدایت کے کاموں سے غافل نہیں رہے۔ چنانچہ علی موید ناقل ہیں کہ جن دنوں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہارون الرشید کے پاس قید تھے۔ مجھے چند مسائل کے استفسار کی شدید ضرورت پیش آئی میں نے ایک عریضہ آپ کی خدمت میں لکھا۔ اور اُس میں اُن تمام مسائل کو قلمبند کیا اور وہ عریضہ بہت بڑی احتیاط کے ساتھ اپنے ایک معتمد علیہ آدمی کی معرفت خدمت بابرکت میں بھیج دیا۔ میرے خط کا جواب جس عبارت میں عنایت فرمایا گیا وہ یہ ہے۔

اما بعد تم نے مجھسے چند مسائل خط لکھکر پوچھے تھے۔ میں اُن کے جواب میں تامل کرتا تھا اور اُس کا انتظار اور تامل میری موجودہ حالت میں میرے لیے جائز بھی تھا۔ اب جونکہ میں نے سمجھ لیا ہے کہ سلطنت جباروں کی میرے زمانۂ حیات کے لیے تمام ہونے والی ہے

اور اب اُس کی تحت فرمان رہنے کی زیر باریوں سے آزاد ہو کر ایک ایسے جلیل المراتب اور عظیم الشان حکمران کے زیر حکومت ہونے والا ہوں جو مالک ملک عظیم ہے اور اس دنیا سے جلد ہونیوالا ہوں جس نے اپنے کسی دوست سے وفا نہیں کی۔ ہر چند کہ ان لوگوں نے اُس کی محبت میں اپنے پروردگار کی مخالفت کی اب میں تیرے جواب لکھنے پر پورے طور سے آمادہ ہوں۔

واضح ہو کہ ضعفائے شیعہ کو لازم ہے کہ میرے بعد۔ اپنے دین میں حیران نہوں۔ خدا کا خوف کرکے۔ اسے کسی غیر کو نہ دکھلانا۔ جو میں نے تجھکو لکھا ہے۔ کیونکہ تیرا اُنہیں دکھلانا تیرے امام کے لیے فتنہ و بلا کا باعث ہوگا۔ سب سے پہلے جس کی خبر میں تجھے دیتا ہوں وہ میری موت ہے کہ میں انہی ایام میں دنیا سے بہت جلد مفارقت کرنے والا ہوں۔ بغیر اس کے کہ میں اس کی مفارقت پر کوئی افسوس یا کوئی حسرت کروں یا اپنے اُن اعمال سے جو میں نے راہ خدا میں کیئے ہیں نادم و پشیمان ہوں۔ یا یہ کہ مشیت الٰہی اور اُس کی قدرت لامتناہی میں کسی قسم کا شک کروں۔ پس اُنہیں لازم ہے (ضعفائے شیعہ کو) وہ ولایت و اطاعت اہلبیت علیہم السلام کے عروۃ الوثقےٰ کے ساتھ متمسک ہوں۔ اور ہر ایک امام کے یکے بادیگرے قائل ہوں اور ہر ایک وصی کا بعد دوسرے وصی کے اقرار کریں۔ اور ان سے بمقام انقیاد و تسلیم راہ اور ان کے گفتار و کردار سے راضی رہیں۔

ملا مجلسی علیہ الرحمہ والغفران کا بیان ہے کہ یہ نامہ بہت طول و طویل ہے ہم انشاءاللہ المستعان مذہب واقفیہ کے متعلق اپنی آیندہ کتاب میں اس کی پوری تفصیل قلمبند کریں گے۔

اس نامہ ہدایت آمہ کے اسیقدر مضامین ہمارے موجودہ مدعا کے لیے۔ پوری طور سے کافی ہیں۔ اور ہر شخص اتنی ہی عبارت سے بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنی ایسی ضیق النفسی اور اسیری کی حالتوں میں بھی۔ ہدایت و ارشاد کے کام کس خوبی اور خوش اسلوبی سے انجام فرماتے تھے۔ اور اپنی مجبوری کی انتہائی اوقات میں بھی۔ اپنے فرائض منصبی کی تعمیلوں سے غافل نہیں تھے۔ بلکہ بخلاف اس کے آپ نے ایسے نازک وقتوں میں نظام امت کے فرائض کی پورے طور سے نگرانی کی۔ اور اپنی مجبوری کے باعث غیروں کو مجبور اور معذور رہنے کی تکلیف اور زحمت نہیں دی۔ اور اپنے تمام مصائب اور شدائد سے قطع نظر کرکے۔ اپنے متبعین کے انجاح مطالب کو اپنے اوپر لازم اور واجب سمجھا۔

ہارون رشید کی عام سادات کشی

ہماری کتاب کے ناظرین کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہارون نے اگرچہ اسوقت آپ کی تحریر جو پہلے اُسکے جواب میں لکھی گئی تھی۔ دیکھکر۔ آپ کی برائت کا پورا اقرار کرلیا تھا۔ اور اُس سے پہلے بھی اپنے بیٹے مامون سے آپ کے فضائل و مناقب کا اعتراف کیا تھا۔ اور اپنے مقابلہ میں آپ کو امر امامت اور امارت کا ہر طرح سے مستحق اور سزاوار سمجھا تھا یہ سب کچھ زبانی اقرار اور لسانی اعتراف ہو چکا تھا۔ مگر چاہے ان تمام واقعات کے گزرجانے کے بعد بھی۔ آپ کی طرف سے اُس کے دل کی لگی بجھی ہو۔ اور مخالفت سادات کی دلی نالش بجھی ہو۔ نہیں۔ کبھی نہیں۔ یہ شعلہ ہمیشہ اُس کا دل جلائے دیتا تھا۔ اور یہ آگ اُسکی تمام دلی تمناؤں کو خاک میں ملائے دیتی تھی۔ وہ ان فکروں سے اس لیے مجبور تھا۔ اور ان کی طرف سے کبھی غافل نہیں رہا۔ اور امام موسیٰ کاظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کرانے کے بعد بھی۔ سادات کشی کے آبائی طریقہ کو ہارون الرشید نے نہ چھوڑا۔ نہ چھوڑا۔ کچھ پیچھے اور جناب امام موسیٰ کاظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معاملات تک بس نہیں کی بلکہ تمام سادات کے لیے اُس کا بار عام یہی حکم تھا۔ ہم اس کے ثبوت میں صرف ایک واقعہ اس مقام پر لکھتے ہیں۔

عبداللہ بزاز نیشاپوری ناقل ہے کہ مجھ میں اور حمید ابن قحطبہ طوسی میں۔ جو اُس وقت ہارون کی طرف سے۔ ممالک ایران کا عامل تھا۔ بہت بڑا اتحاد قایم تھا۔ ایک مرتبہ میں کسی ضرورت سے اُس کے پاس گیا۔ وہ ماہ رمضان کے مبارک ایام تھے۔ زوال آفتاب کے وقت اُس کے پاس پہنچا۔ دیکھا کہ وہ نہایت آراستہ مکان میں ایک پُرتکلف فرش پر بیٹھا ہے۔ مجھکو اُس نے نہائیت قدر سے اپنے پہلو میں بٹھلالیا۔ اتنے میں آفتابہ اور لگن سامنے لائے۔ اُس نے پہلے اپنا ہاتھ منھ دھوکر مجھسے کہا کہ تم بھی ہاتھ منھ دھو ڈالو میں نے اُس کے حکم کی تعمیل کی۔ پھر اِس کے بعد ایک پُرتکلف خوان سامنے رکھا گیا۔ میں اسوقت اپنے روزہ کو بالکل سہو کر گیا۔ جب میں نے اُس کے ساتھ کھانا کھانے کا قصد کیا تو مجھے اپنے صوم سے ہونیکا فوراً خیال آیا۔ میں نے معاً اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور کھانا کھانے سے رک گیا۔ حمید ابن قحطبہ نے مجھسے وجہ پوچھی تو میں نے کہا کہ رمضان المبارک کے ایام میں اور میں صائم ہوں۔ میں اس وقت بیمار ہوں اور نہ میرے لئے کوئی سبب شرعی ایسا عارض ہے کہ میں افطار کروں۔ ہاں غالباً آپ کو کوئی عذر ایسا لاحق ہوگا۔ یہ سنکر

حمید بولا۔ سچ تو یہ ہے کہ میں بھی نہ بیمار ہوں اور نہ میرے پاس افطار صوم کے لئے کوئی عذر شرعی موجود ہے۔ اتنا کہکر حمید ابن قحطبہ ڈ ہاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ میں اُس کی یہ کیفیت دیکھکر سخت متعجب اور متفکر ہوا۔ اور اُس سے اُس کے ایکبار رونیکی وجہ پوچھنے لگا۔ جب اُس کے آنسو تھمے اور رقت کم ہولی تو اُس نے مجھے مخاطب ہو کر کہاکہ بھائی۔ میرے اس وقت بیساختہ رونے کا باعث یہ ہے کہ جب ہارون رشید شہر طوس میں آیا تو ایک مرتبہ رات کو مجھے بلایا۔ جب میں اُس کے پاس گیا تو دیکھاکہ اُس کے قریب شمع روشن ہے۔ اور اُس کے آگے ایک شمشیر برہنہ رکھی ہوئی ہے۔ اور ایک خادم بھی حاضر ہے۔ جب اُس نے مجھے دیکھا تو کہاکہ میرے ساتھ تمہاری اطاعت کس درجہ ہے۔ مینے کہاکہ میں اپنے جان و مال سے آپ کا مطیع و فرمانبردار ہوں۔ یہ سنکر تھوڑی دیر تک اُس نے تامل کیا۔ پھر مجھے رخصت کردیا۔ مگر جونہی میں اپنے گھر واپس آیا۔ ویسے ہی شاہی چوبدار پھر آموجود ہوا۔ اور پھر میری طلبی کا حکم سنایا۔ اگلی بار میں ڈر گیا۔ اور کہاکہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ گویا میرا قتل اُسنے منظور ہے۔ پہلی بار وہ مجھے قتل کرنے سے باز رہا تھا۔ مگر اگلی بار وہ باز نہیں رہے گا بہر حال میں اٹھا اور اس کی خدمت میں پہنچا۔ مجھے دیکھکر پھر ہارون نے مجھسے پوچھاکہ تم کس درجہ میرے مطیع و منقاد ہو۔ مینے جواب دیاکہ اپنی زن و فرزند اور جان و مال سے آپ کا مطیع و فرمانبردار ہوں۔ یہ سنکر وہ تبسّم ہوا اور پھر مجھے رخصت کر دیا۔ جیسے ہی گھر میں قدم رکھتا ہوں کہ سلطانی چوبدار موجود۔ اور حاضر ہی۔ پھر چلا۔ اور ہارون کے پاس پہنچا۔ تو اُس نے پھر وہی سوال پیش کیا۔ مینے کہاکہ اپنی جان و مال۔ زن و فرزند اور دین وایمان سے زیادہ آپ کا مطیع و منقاد ہوں۔ جب اُسنے اگلی بار میرا یہ جواب سنا تو ہنسنے لگا۔ اور مجھسے کہاکہ اِس شمشیر برہنہ کو اُٹھالے۔ اور میرا ہمراہی خادم جو تجھسے کہے اُس کی فوراً تعمیل کر۔ اُس کے خادم نے وہ تلوار اٹھاکر مجھے دے دی۔ اور وہاں سے مجھے ایک مکان میں لے گیا۔ جس میں قفل لگا ہوا تھا۔ پھر اُس خادم نے اُس کا قفل کھولا۔ اور مجھے اندر لے گیا۔ میں نے اندر جاکر دیکھاکہ اُس کے صحن میں کنوئاں بھی ہے اور تین علیحدہ کوٹھریاں ہیں جو مقفل ہیں۔ اُس خادم نے اُن کوٹھریوں میں سے بیس آدمی بوڑھے جوان اور بچے نکالے۔ جن کے سروں پر کاکل اور شانوں پر گیسو پڑے ہوئے تھے وہ سب کے سب زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اور وہ سب کے سب سادات اولاد جناب امیر المومنین علیہ السلام و فرزندان حضرت فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا

سے تھے۔ میں نے یہ دیکھکر اُس خادم شاہی سے اِن غریبوں کی نسبت پوچھا۔ تو اُس نے کہاکہ خلیفہ کا حکم ہے کہ یہ سب کے سب تمہارے ہاتھ سے قتل کرائے جائیں۔ کیونکہ تم پر سادات کی محبت کا خاص طور پر شبہ کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ خادم ایک ایک کرکے اُن سادات کو لاتا گیا۔ اور میں کنوئیں کے کنارے بیٹھا ہوا۔ اُن کو قتل کرتا گیا۔ یہاں تک وہ بیسوں سید میں نے مار ڈالے۔ اور اُن کے سروں اور لاشوں کو کنوئیں کے اندر ڈالدیا۔ پھر اُس خادم نے دوسری کوٹھری کھولی اُس میں سے بیس سادات نکالے۔ اور اُن کو بھی ایک ایک کرکے میرے سامنے لاتا گیا۔ اور میں اُن کو قتل کرتا گیا۔ جب یہ بھی تمام ہو گئے تو پھر اُس نے تیسری کوٹھری کھولی۔ اور اس میں سے بھی بیس سادات علویؑ و فاطمیؑ کو باہر نکالا۔ اور اُن کے سروں پر بھی کاکل اور شانوں پر گیسو۔ جو اُس وقت سادات ہونے کی خاص علامتیں تھیں۔ موجود تھے۔ اُس خادم نے کہاکہ تمہیں اِن کے قتل کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ یہ کہکر وہ بدستور قدیم ایک ایک کو میرے پاس لاتا گیا۔ اور میں اُن کو قتل کرتا گیا۔ جب میں اُن میں سے اُنیس ۱۹ سیدوں کو قتل کر چکا۔ تو وہ خادم اُن کے بیسویں بزرگ کو میرے سامنے لایا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ مرد کہن سال دنیا کے تمام کاموں سے بالکل بیکار مجبور اور قطعی معذور ہے۔ جب وہ بزرگ میرے سامنے آئے۔ تو آبدیدہ ہو کر مجھسے کہنے لگے کہ اے ظالم۔ خدا کرے۔ تیرا ہاتھ خشک ہو جائے تو قیامت کے دن۔ میرے جد بزرگوار جناب احمد مختار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا جواب دیگا۔ جب وہ تجھسے سوال فرمائینگے کہ تو نے بیک وقت و بیک جا اُن کے ساٹھ فرزندوں کو قتل کیا ہے۔ یا نہیں۔ جب میں نے اُن کا یہ کلام سُنا تو خوف و دہشت کا ایسا عالم مجھپر طاری ہوا کہ میرا سارا جسم کانپنے لگا اور عضو عضو تھرانے لگا۔ میری یہ حالت دیکھکر اُس خادم نے مجھے زور سے ڈانٹا اور غضب سلطانی سے مجھے ڈرایا۔ اور دھمکایا۔ آخر میں نے اُن کو بھی قتل کر ڈالا۔ اور اُن سب کو بھی اسی کنوئیں میں ڈالدیا۔ یہ واقعہ سنکر۔ اے عبداللہ تمہیں انصاف کرو کہ جب میں نے فرزنداں رسول خدا۔ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ساٹھ بزرگواروں کو بیکوقت اور بیک جا قتل کیا ہو پھر میری نماز یا میرا روزہ مجھے کیا فائدہ پہنچا سکے گا۔ سب بیکار ہے مجھے یقین ہے کہ میں ہمیشہ جہنم میں پڑا جلتا رہوں گا۔ ہارون کی سادات کشی کا یہ ادنےٰ نمونہ ہے جو اُس کے ایرانی گورنر۔ حمید ابن قحطبہ طوسی

کی زبانی لکھا گیا۔ نہیں معلوم کتنے غریب سیدوں کی جائیں ۔ان بیرحموں سے گئی ہونگی اور کتنے کنوئیں ہیں ۔ ان غریبوں کی لاشوں سے پاٹ دیے گئے ہوں گے ۔ کیونکہ ہارون رشید کو ان مظلوموں کی جان لینے کے لئے جیسی پڑی تھی وہ اس واقعہ سے بخوبی ظاہر ہے پھر ہمارا یہ اندازہ کرنا بالکل صحیح ہو سکتا ہے کہ جس فرمانروا کی تمنائیں کسی امر خاص کی طرف ۔ اس حد تک پہنچی ہوں ۔ وہ اتنی بڑی وسیع سلطنت کا حکمراں ہو۔ اور اتنے بڑے بڑے جلیل القدر۔ اور عظیم الشان عمالان مالی اُس کے زیر فرمان ہوں۔ اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں اپنے جان و مال ۔ زن و فرزند اور دین و ایمان سے ہمہ وقت اور ہمہ دم تیار اور موجود ہوں تو پھر اُس فرمانروا نے ۔ اپنی تمناؤ کے پورا کرنے کی کوششوں کو کہاں تک پہنچایا ہو گا۔ اس لئے ہمکو سمجھ لینا چاہیئے کہ شہر طوس ہی میں یہ تنہا کنواں نہیں تھا۔ اور اکیلا مکان نہیں تھا جس میں غریب سادات قید کئے گئے۔ اور نکال نکال کر قتل کئے گئے تھے ۔ بلکہ شہر طوس کے ایسے بہت سے مقامات ہیں جہاں ملک کے چاروں طرف سے غریب سادات پکڑ پکڑ لائے جاتے تھے ۔ قید کئے جاتے تھے اور حمید ابن قحطبہ طوسی کے ایسے مختلف امرا اور اراکین سلطنت کے ذریعہ سے قتل کرائے جاتے تھے ۔

چونکہ ہم نے اپنے موجودہ سلسلہ تالیف میں ۔ جناب ائمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین کے مقدس احوال کے ساتھ فرقہ شیعہ کے مصائب و شدائد کے لکھنے کا بھی انتظام قائم رکھا ہے ۔ اور اس سے پہلی تمام کتابوں میں شیعوں کے احوال لکھ چکے ہیں ۔ اس ضرورت سے ۔ یہاں بھی اُسی سلسلہ کے قائم رکھنے کے مدعا کو مدنظر رکھکر ۔ ہم نے ۔ جو اس زمانہ پر سادات اور اُن کے متبعین پر گذری ۔ وہ نمونہ کے طور پر لکھدی ۔

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اسیری کی مدت

جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی مدت اسیری میں اختلاف ہے ۔ بعض کتابوں سے چودہ[۱۴] برس بعضوں سے سات برس پائے جاتے ہیں ۔ اور بعض اقوال سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی حیات مبارک کا تمام زمانہ قید کی حالت میں گذر گیا ۔ ہم نے جہانتک اس اختلاف کے متعلق تحقیق کی ہے ۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی اسیری کی مدت چودہ[۱۴] اور سات برس کے درمیان تھی ۔ مگر آخر الاقوال بھی اس بنا پر ضرور اعتبار کے قابل ہے کہ آپکی حیات کا تمام زمانہ اسیری کی حالت میں گذرا ہے ۔ کیونکہ آپ کو آپکی ابتدائی زمانہ امامت میں مہدی ابن

ابن منصور نے قید کیا۔ پھر سال بھر کے بعد چھوڑ دیا۔ مہدی کے بعد ہادی نے بھی ایک سال تک بغداد میں رکھکر چھوڑ دیا۔ ہارون نے بار سوم بُلاکر قید کیا تو پھر ایسا کہ وقت وفات تک آپکو رہا نہ کیا۔ جیسا کہ صواعق محرقہ میں تحریر ہے لم یخرج من حبسہ الا میتا تو اس اعتبار سے آپکی حیات کا کوئی زمانہ حقیقت میں ایسا نہیں پایا جاتا جو اسیری اور قید شدید کے مصائب سے خالی بتلایا جا سکے۔ اس وجہ سے جناب مرزا دبیر صاحب مرحوم کا یہ شعر پورا پورا آپ کے حسب الحال ہے

مولا پر انتہاے اسیری گذر گئی
زندان میں جوانی و پیری گذر گئی

تمت بالخیر و العافیہ

الحمد للہ علی احسانہ کہ بتاریخ بستم ماہ ربیع الثانی یوم یکشنبہ ۱۳۲۸ھ ہجری نبوی صلعم از نقل رسالہ علوم کاظمیہ علی صاحبہا من اللہ الف الثنا و التحیہ فراغت ساختم و بہ تحریر کتاب ہشتم سپردا ختم و اللہ الموفق بالمومنین

و اخر دعوینا ان الحمد للہ رب العلمین و
الصلوۃ و السلام علے رسولہ
و آلہ الطیبین الطاہرین
الے یوم الدین
آمین



کوآت صانہا اللہ عن الافات
۲۰ ربیع الثانی یوم
یکشنبہ ۱۳۲۸ھ
مطابق ۳۰ اپریل ۱۹۱۰ء عیسوی



المولف
احقر
سید اولاد حید بلگرامی
عفی اللہ الحامی

فہرست کتب موجودہ مقبول پریس چتلی قبر۔ دہلی

لواعج الاحزان۔ اس میں چہاردہ معصومین کی ولادت و وفات کی مجالس موجود ہیں۔ اور ہر معصوم کی سوانحعمری کا تھوڑا بہت ذکر معصومین کے آبا و اجداد و اولاد کے معجزے اور انکا تفصیلی ذکر۔ بحیثیت مجموعی یہ کتاب قابل دید ہے۔ قیمت سابقہ ۶؍ قیمت حال ۸؍

تذکرۃ الطاہرین۔ اس کتاب میں مصائب کا ذکر نہایت خوش اسلوبی سے تحریر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے پانچ حصے ہیں اور ہر حصہ میں نہایت عمدگی اور دلگداز روایتیں جمع کیگئی ہیں مکمل کتاب کی قیمت سابقہ ۱۲؍ قیمت حال ۶؍

ینابیع المصائب۔ اس کتاب میں حضرت امام حسین علیہ السلام اور انکے رفقا کی شہادت کے سچے اور تفصیلی حالات درج ہیں۔ قیمت ۱۲؍

اخلاق:۔ تہذیب اسلام قسم اول ۸؍۔ تہذیب اسلام قسم دوم ۶؍۔

مناظر لاثانی منشی سید سجاد حسین صاحب کی تصنیف لطیف کا ذخیرہ

الآیات۔ حضرات اہلسنت کی مایہ ناز پانچ آیات قرآنی پر محققانہ اور مدققانہ نظر ثانی اور اس امر کا قطعی فیصلہ کہ حضرات اہلسنت کوئی ایک آیت بھی قرآن مجید سے اپنے خلفاء ثلثہ کی تائید یا تعریف میں پیش نہیں کر سکتے۔ قیمت ۱۰؍

آفتاب خلافت۔ مسئلہ خلافت پر کافی شرح و بسط بحث کیگئی ہے معتبر کتب اہلسنت سے حضرت علیؑ کی خلافت کو برحق ثابت کیا ہے قیمت ۱۲؍

مشعل ہدایت۔ ایک سنی فاضل امپوری ۸ زبردست سوالات کا تسکین دہ جواب۔ دلچسپ مناظرہ۔ قیمت ۲؍

عطر ایمان۔ دو سنیوں کا شاہجہانپور میں شیعہ ہونا اور انکی فرمائش پر ہر چہار خلفاء کی لائف۔ قیمت ۳؍

الہادی۔ یہ کتاب مناظرہ شیعہ و سنی میں بطور ناول ایک قصہ کے پیرایہ میں لکھی گئی ہے جس میں عقائد شیعہ و سنی کا نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے موازنہ کیا گیا ہے۔ قیمت ۷؍

جام جہان نما۔ یہ بھی مناظرہ میں اپنے طرز کی ایک نرالی کتاب ہے۔ قیمت ۸؍

سر مہر خاموشی۔ یہ رسالہ اسم بامسمیٰ ہے۔ قیمت ۸؍

شرح کنز مکتوم۔ عقد ام کلثوم کے متعلق مناظرہ میں قابل قدر کتاب ہے۔ قیمت ۸؍

صراط مستقیم۔ ایک سنی نے اپنے شیعہ ہونے کی وجوہ لکھی ہیں۔ قیمت ۲؍

بحث بداء۔ اس میں مسئلہ بداء پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت ۱؍

آئینہ حق نما۔ شیعہ و سنی کے مناظرہ میں قابل دید ہے۔ قیمت ۱؍

پاکیزہ خیال۔ مناظرہ میں قابل دید کتاب ہے۔ قیمت ۱؍

نوٹ ۱ جملہ کتب کی قیمت بلا محصول ڈاک تحریر کیگئی ہے محصول ڈاک قیمت کتب سے علاوہ ہوگا۔ نوٹ ۲۔ اگر مفصل فہرست کتب درکار ہو تو طلب فرما لیجئے۔

المشتہر منیجر جوہر اینڈ کمپنی چتلی قبر۔ دہلی۔

اِنِّی تَارِکٌ فِیکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِی اَہْلَبَیْتِی مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہِمَا لَنْ تَضِلُّوا

میں تم میں دو بزرگ چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کتاب اللہ اور میری عترت اہلبیت اگر تم ان کو مضبوط پکڑ لیا تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے

مقبول ترجمہ

کثرت اشاعت و مقبولیت عام کی وجہ سے عالیجناب مولانا مولوی سیّد مقبول احمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی مترجم قرآن شریف کا نام ہی مقبول ترجمہ ہوگیا جسکے ترجمہ اور تفسیری حاشیہ کا ایک ایک حرف چہاردہ معصومین علیہم السلام کی روایات کے مطابق ہے۔ علماء۔ مجتہدین۔ امراء۔ رؤسار اور متوسطین غرض ہر طبقہ میں مقبول ہو چکا ہے۔ ترجمہ کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ کا نمونہ منگاکر ملاحظہ فرمالیجئے۔ ہدیہ فی پارہ بلحاظ کاغذ قسم اوّل ۶۰ر قسم دوم ۴ر قسم سوم ۲؍ علاوہ محصولڈاک۔ ۳۰ پارے (مکمل قرآن شریف) قسم اوّل ۱۲؍ قسم دوم ۸؍ قسم سوم ۴؍ ـ

کتب سوانح ائمہؑ

ہم نے جس قومی خدمت کا بیڑا اُٹھایا ہے اُسکی روح رواں کتاب اللہ اور عترت و اہلبیت رسول اللہ کے اذکار و ارشادات و ہدایات ہیں۔ ائمہ اثنا عشر سلام اللہ علیہم اجمعین کی پاک زندگی کے حالات شائع کرنا بھی ایک بڑی اور ضروری خدمت تھی۔ چنانچہ عالیجناب مولوی السیّد اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی رئیس و آنریری مجسٹریٹ و ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ کو آتھ ضلع آرہ نے نہایت ہی محنت اور جانفشانی سے بارہ معصوموں کی سوانح قلمبند فرمائی ہیں اور سلسلہ بسلسلہ یہ سوانحعمریاں ملک میں شائع اور ذائع ہو رہی ہیں۔ چنانچہ اِس سلسلہ میں حسب ذیل کتب تیار ہیں۔

سراج المبین حصّہ دوم (سوانح جناب امیرؑ) عہ، صحیفۃ العابدین (سوانح امام چہارم) ۱۲؍ مآثر الباقریہ (سوانح امام پنجم) ۶ر۔ آثار جعفریہ (سوانح امام ششم) ۱۲؍ علوم کاظمیہ (سوانح امام ہفتم) ۸ر۔

المشتہر

منیجر جوہر اینڈ کمپنی چتلی قبر دہلی